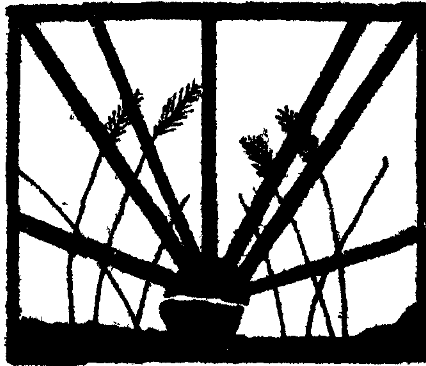
ٹریننگ سکول فار ویلیج ٹیچرز موگا (پنجاب)

کا ماہوار رسالہ

موگا اخبار برائے مدرسین

ایڈیٹرز:- کے . ایچ . ٹامسن . ایم . اے
ریورنڈ ایس . کے . رائے



دیہات سدھار بذریعہ مسلسل تعلیم

چندہ سالانہ ۲ روپے ۸ آنے　　قیمت فی کاپی ۴ آنے

فہرست مضامین

بابت ماہ اپریل ۱۹۴۱ء

موگا اخبار ملنے کا پتہ:۔ دفتر موگا اخبار ٹیچرز ٹریننگ سکول موگا (پنجاب)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵۷۶

موگا اخبار برائے مدرسین

دیہات سدھار بذریعہ مسلسل تعلیم

جلد ۲۱	اپریل سنہ ۱۹۴۱ء	نمبر ۱

مدیر: مسٹر کے۔ ایچ۔ ٹامسن ایم۔ اے
مدیر معاون: ریورنڈ ایس۔ کے۔ رائے
مدیران اعزازی: مسٹر محمد دین ثاقب۔ بی۔ اے
میاں عبد العزیز بی۔ اے۔ بی۔ ٹی
مترجم: مسٹر خوشحال چند پریم بی۔ اے۔ ڈپلوما لائبریری سائنس

مدرس کا ماٹو

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کردیں

شذرات

(۱) ایسٹر

ایک دفعہ پھر ایسٹر کا موسم قریب آ رہا ہے۔ عیسائیت میں تمام مذہبی تہواروں کی نسبت یہ سب سے بڑی اہمیت کا موقع ہے۔ موسم بہار نئی نئی امنگوں اور نئی زندگی کا وقت ہوتا ہے۔ اور موسم سرما کی سردی اور دیگر مصائب کے بعد شادمانی اور مسرت کا پیغام لاتا ہے۔ یہ وقت خوشی اور فتح و نصرت کا وقت ہوتا ہے۔ اور منجی مسیح کے جی اُٹھنے کی یاد کو منانے کے لئے آتا ہے جب کہ اُس نے موت اور گناہ کے برخلاف جہاد کیا۔ اور اُن پر فتح پائی تھی۔ فتح کی تمنا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ ہم اپنی فٹ بال کی ٹیم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کیونکہ ہماری خواہش ہوتی ہے۔ کہ وُہ جیتے۔ اسی طرح ہم امتحان میں بھی کامیابی حاصل کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اور فی الحقیقت اعزازات کے حاصل کرنے اور مشکلات پر عبور حاصل کرنے میں انسان کو بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

خُداوند یسُوع مسیح نے "جی کر اُٹھنے میں" ایک بڑی بھاری مشکل پر فتح پائی۔ آپ کے اور میرے راستے میں بھی بڑی گھناؤنی اور سخت مشکلات حائل ہیں۔ کیا ہم مسیح کی "بدی پر فتح پانے والی طاقت" میں زندہ رہ کر اِن مشکلات پر فتح پا سکتے ہیں؟ ہاں۔ ہاں۔ اُسی کی طاقت میں زندہ رہ کر ہم بھی فتح حاصل کر سکتے ہیں۔

(۲) موگا اخبار کا نیا سال

اِس شمارے کے ساتھ موگا اخبار نئے سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ سالِ گذشتہ میں

اخبار ہذا پر کئی ایک پریشان کُن و نازک وقت آئے ۔ لیکن جب ہم گذشتہ سال پر نظر ڈالتے ہیں ۔ تو یہ سال اچھا خاصہ اور بھلا چنگا سال معلوم ہوتا ہے ۔ بائیس۲۲ سال گزرے ۔ جب ڈاکٹر ڈبلیو ۔ جے ۔ مکّم صاحب نے اس اخبار کو اجرا کیا تھا ۔ اور آج بھی ہم اخبار ہذا کے ذریعے ہندوستان کی دیہاتی تعلیم کی مفید خدمت سالہا سال تک کرنے کو مطمعِ نظر بنائے ہوئے ہیں ۔ اس نئے سال میں اخبار ہذا کے اندر چند تبدیلیاں کرنے کی تجویز ہے ۔ اور جوں جوں ان کا وقت آتا جائیگا ۔ ان کا اظہار بھی کردیا جائیگا ۔ ہم ہر وقت اخبار ہذا کے قارئین حضرات سے خط و کتابت کرنے اور اخبار کے لئے اُن کے مضامین بھیجنے کو دل سے خوش آمدید کہتے ہیں اور خصوصاً موگا سکول کے پرانے طلباء کی بابت واقفیت حاصل کرنے کے ہر وقت دل سے خواہاں ہیں ۔

(۳) مس نکلسن صاحبہ کی قابل قدر خدمات

موگا اخبار کے گذشتہ تیرہ شیوع میں ہم مس اور ای نکلسن صاحبہ (جو جنوبی ہند میں "ملاکلم واقع مدراس میں کام کرتی ہیں) کے مضمون " ردی اشیاء کا مفید استعمال" کو مسلسل اور لگاتار اقساط میں چھاپتے رہے ہیں ۔ اس مہینے مس صاحبہ موصوفہ کے ایک دوسرے مضمون کی جو کہ آئندہ مسلسل اور لگاتار اقساط میں چھپے گا تمہید پیش کر رہے ہیں ۔ اس مضمون کا عنوان "تخلیقی کام میں قدرت کی استمداد" ہے ۔ اساتذہ حضرات شاید اس بات کو زیادہ نہیں پہچانتے کہ اُن کے ارد گرد کی تمام اشیاء اُن کے دستی مشاغل کی مدد کا باعث ہوتی ہیں ۔ اور شاید تھوڑے سے اشارات بتانے کے بعد وہ اپنے طالب علموں اور اُن کے والدین کے اندر خود اظہاری کا جذبہ پیدا کرنے اور اس کی ترقیت

کرنے کے لئے خود بھی کئی ایک ذرائع سوچ سکیں۔ مس نکلسن صاحبہ ان مسلسل مضامین میں بالغوں اور بچوں کے اندر خود اظہاری کا مادہ پیدا کرنے کی اہمیت پر زور دیں گی۔ اور اسی طرح بچوں کے والدین کے اندر خود اظہاری کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گی ✦

(مدیر)

ایسٹر کا تہوار

دنیا میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا مذہب ہو گا جس کے لوگ سال میں دو چار تہوار نہ مناتے ہوں۔ یہ تہوار ہر مذہب کی ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے مضبوط ستون ہوتے ہیں۔ ہر ایک مذہب کے تہوار اُس مذہب کے بانی کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اسی کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ہر سال بڑی دھوم دھام سے منائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہندو اپنے اوتار سری رامچندر جی اور سری کرشن جی کی یاد میں دسہرہ اور ہولی کا تہوار مناتے ہیں۔ مسلمان لوگ اسلام کے سلسلے میں شب برات اور عید وغیرہ مناتے ہیں۔ سکھوں کے ہاں دس گوروؤں کی یاد میں گورپرب منائے جاتے ہیں۔

اسی طرح ہی خداوند یسوع مسیح کو اپنا پیغمبر اور اوتار ماننے والے اُس کے صلیب دئے جانے کے بعد دوبارہ قبر سے جی اُٹھنے کی خوشی میں ایسٹر کا تہوار مناتے ہیں۔ یہ تہوار عموماً اتوار کے دن منایا جاتا ہے۔ اور موسم بہار یعنی ماہ اپریل میں آتا ہے۔ اس تہوار کو رومن کیتھولک۔ یونانی۔ لوتھرن۔ پروٹسٹنٹ اور دیگر کلیسیائیں مناتی ہیں۔ لیکن اُن کے منانے کے طریقے ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں۔ رومن کیتھولک گرجہ گھروں میں ایک بہت لمبی موم بتی کو

پلیٹ پر رکھکر سنیچر کے روز یعنی ایسٹر سے ایک دن پہلے جلا دیا جاتا ہے۔ مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے دن تک یہ موم بتی سر رات متواتر جلائی جاتی ہے۔

قدیم زمانے میں ایسٹر کے دن پر مختلف کلیسیاؤں میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ دوسری صدی سے چوتھی صدی تک مغربی اور مشرقی کلیسیاؤں میں یہ اختلاف جاری رہا۔ مشرقی کلیسیا، چاند نکلنے کے چودھویں دن کو خواہ وہ ہفتے کا کوئی دن ہو مسیح کے صلیب دئے جانے کا دن تصور کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ اس دن ۳ بجے بعد دوپہر مسیح صلیب پر موا۔ وہ لوگ اس دن خوشی منایا کرتے تھے۔ مغربی کلیسیا، چاند کے چودھویں دن کے بعد آنے والے اتوار کو ایسٹر کا دن اور اس سے پیشتر آنے والے جمعہ کو گڈ فرائیڈے منایا کرتے تھے۔ آخر کار مغربی کلیسیا کا نقطۂ نگاہ اور خیال غالب آ گیا اور آج کل اسی کے مطابق اتوار کو ایسٹر کا دن منایا جاتا ہے۔

ملک یونان میں روشنی یا بہار کی دیوی کا نام ایسٹر تھا۔ بہار کی آمد پر یعنی ماہ اپریل میں اس دیوی کی یاد میں یونانی لوگ بڑی خوشی منایا کرتے تھے۔ ایسٹر دیوی کے نام پر اپریل مہینے کو ایسٹر کا مہینہ کہا جانے لگا۔ مسیحی دنیا میں ایسٹر کا دن مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کی خوشی میں سالانہ تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہودی لوگ ایسٹر کا دن منانے کی بجائے عیدِ فسح کا دن مناتے ہیں۔ جبکہ برے قربانی چڑھائے جاتے ہیں۔ چونکہ خداوند مسیح نے ہماری خاطر صلیب پر چڑھکر پاکیزہ اور بیداغ قربانی دی۔ لہذا ہم مسیحیوں کو اب کسی جانور کی قربانی دینے کی چنداں ضرورت نہیں رہی۔

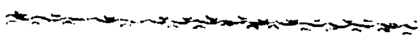
ایسٹر کی صبح ایک انوکھی اور حیران کن صبح ہے۔ خداوند مسیح سے پہلے کسی نے اٹل

موت اور ساند چھری پر فتح حاصل نہیں کی۔ اور نہ ہی مسیح کے بعد اب تک کوئی مر کر دوبارہ زندہ ہوا ہے۔ کاش کہ ہم اپنی آنکھوں سے مریم مگدلینی کی طرح مسیح کی قبر کو خالی اور دو فرشتوں کو وہاں بیٹھے ہوئے دیکھتے۔

مسیح میں الہٰی قدرت تھی۔ اس کا خدا سے گہرا روحانی رشتہ تھا۔ وہ خیالاً۔ قولاً اور فعلاً کوئی ایسی حرکت کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ جس سے خدا کو نفرت ہو۔ یسوع مسیح کی زندگی ہر پہلو سے پاکیزہ تھی۔ وہ ہر کام میں خدا کی مرضی پوری کیا کرتا تھا۔ جب اس کے دل میں خدا کے جلال اور اس کی بڑائی کا اتنا خیال تھا۔ تو کیوں نہ خدا بھی اس کو سربلند کرتا۔ اور اس کو موت پر فتح دیتا۔

اِمسال ایسٹر کا دن مورخہ ۱۳ اپریل بروز اتوار کو منایا جائے گا۔ دنیا بھر کے تمام گرجہ گھروں اور مسیحی اداروں میں مسیح کے جی اٹھنے کی خوشی میں عبادت ہوگی۔ ۱۱ اپریل بروز جمعہ گڈ فرائیڈے کی عبادت ہوگی۔ جمعے کے روز خداوند مسیح کو صلیب دیا گیا تھا۔ دو ڈاکوؤں کو بھی جنہوں نے قتل و غارتگری کے سنگین جرم کئے تھے مسیح کے ساتھ ہی صلیب دیا گیا۔ کتنی عجیب بات ہے۔ کہ ایسی پاکیزہ اور بے قصور ہستی کو پلاطوس بادشاہ اور یہودی قوم نے صلیب دینا گوارا کیا۔ خداوند مسیح کی زندگی کا مشن گمراہ یہودی لوگوں کی اصلاح کر کے انہیں راہ راست پر لانا تھا۔ خداوند مسیح یہودی لوگوں کے ریاکارانہ اور گندے کام ان پر ظاہر کر کے ان کو حقیقی خدا کی پیروی کرنا سکھاتے تھے۔ یہودیوں نے یہ بات بری منائی۔ یہودی لوگ ابراہیم کی نسل سے ہونے کے باعث اپنے آپ کو راستباز اور شریعت کے پابند خیال کرتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ کوئی انہیں برا اور ریاکار کہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ لوگ مذہبی رسوم کے تو پابند تھے مگر ان

کے دلوں میں رحم و سچائی اور عدل کا نام و نشان نہ تھا۔ وہ ہر کام کو دکھاوے کے لئے کیا کرتے تھے۔ عبادت گاہوں اور بازاروں میں کھڑے ہو کر باواز بلند دعا کیا کرتے تھے تاکہ دیکھنے اور سننے والے انہیں مذہبی اور دیندار لوگ تصور کریں۔ خدا کے پیار اور محبت کا جذبہ اُن کے دلوں سے مفقود ہو چکا تھا۔ خداوند مسیح اُن کے اندر حقیقی نور چمکانے کے لئے آئے۔ اُن لوگوں نے اُس کی تعلیم کو اُلٹے معنوں میں سمجھا۔ وہ اُن لوگوں کو گناہوں اور غلطیوں سے بچانا اور راہِ راست پر لانا چاہتا تھا۔ انہوں نے اُس کو مارنے کی ٹھانی۔ بھلائی کا بدلہ بُرائی میں دیا۔ خداوند مسیح نے صرف تین سال تک اپنی تعلیم کا پرچار کیا۔ چونکہ وہ گناہ گاروں کو سیدھے راستے پر لانے کی لگاتار کوشش کرتے کرتے صلیب پر لٹکایا گیا۔ لہٰذا ہم حقیقی معنوں میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں کی خاطر اور ہماری خاطر جو اُسے اپنا راہنما اور رہبر مانتے ہیں موت کا شکار ہوا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کی خاطر صلیب دیا گیا۔ اُس کے صلیب دیئے جانے کا منظر کتنا ہولناک ہوگا۔ اس کا تصور کرنا ہمارے لئے مشکل ہے میں اپنے شاعرانہ تخیل کے مطابق پنجابی نظم میں صلیب کا رُوح فرسا اور جانگداز نظارہ آپ کے روبرو پیش کرتا ہوں۔ کلیجہ تھام کر پڑھیے:-



(۱) سینے سنگ جیہے سخت دی موم ہُندے سُن سُن چیخ تے آہ و پکار تیری
مریم اکھیاں نیر وگاندیاں نے۔ حالت ویکھ کے اج لاچار تیری

(۲) مریم مگدلینی ڈھائیں مارنا ہیں چیک جاوندی لے سینہ پاڑ تیری
جھٹ جھٹ صلیب دے نال رووین نظر ٹکی کیکوں ول دار تیری

(۳) یاری لا کے توڑ نبھائی کیوں نہ لائج عقل دتی یہوواہ مار تیری

بچھو تائیکے پھاہی قبول کیتی لکھ لعنت اُتے بھیڑی کار تیری

(۴) "سچا دانگ ہیرے تے بے دوش یسوع" کر دی رہی ضمیر پکار تیری

پلاطوس نہ پھیری بار آیوں ہنگ وچ رہی سی تینوں نار تیری

(۵) جنہاں واسطے موت قبول کیتی خبر لئی نہ کسے غمخوار تیری

ایہناں پیار دی نظر دے نال ویکھیں ماتا روندی لے زار و زار تیری

(۶) پطرس باغ دے وچ توں شیر بنیوں کیتا وار جد تیز تلوار تیری

گدڑ بن گیوں جدوں انکار کیتا عقل مار دتی بکنے یار تیری

(۷) توں سائیں بادشاہ ساریاں بادشاہاں واسُولی گڈ دتی پنڈ دن ہار تیری

ہنیرے دلاں دے لئی توں نور سیں کا لاش رکھ دتی ہنیرے غار تیری

(۸) دور دفع کیتے کوڑھ کوڑھیاں دے نے بے انت نہاں پالن ہار تیری

لولے لنگڑے انکھوں صاف اٹھے اُستت کرن نہ کویں بیمار تیری

(۹) نکودیمسا نواں اک جنم دے کے بیڑی تار دتی تارن ہار تیری

لعزر تیرے تے بڑا ای رحم ہویا روح آ گئی پاروں اُرار تیری

(۱۰) جھُرمٹ پاوندے سی تیرے گرد بچے سُن کے پیار دی اک پچکار تیری

توں تاں زندگی۔ راہ تے حق سی کا سچا بول تے پاک رفتار تیری

(۱۱) خاطر جنہاں دی چھڈ اسمان آیوں کیتی قدر ناہیں تارن ہار تیری

جنہوں دسیا راہ نجات اوہنے کیتی نندیا سر بازار تیری

(۱۲) کولے پٹ پنڈے بھالا ماریا توں ویکھیں رب کر سوہنی خوار تیری

کاہن فقیہی فریسی توں یاد رکھیں روح سڑے گی سدا وچ نار تیری

(۱۳) ایدھر ٹھٹھا مخول سی ظالماں دا اودھر دعا تے نرم گفتار تیری

لکھاں پاپیاں دے پاپ دھوندی لے جہڑی وگی سی خون دی دھار تیری

(۱۴) پہاڑ پھٹے دُنیا ہنیر گھُپ ہوئی "پُورا ہویا" دی سُن للکار تیری
یسوع رب دا پُت قربان ہویا مُکتی اج ہوئی گنہگار تیری

(۱۵) کُچھاں مار دی سنیں اسیں فتح اُتے ظالم موت آخر ہوگئی ہار تیری
مرکے جیویاں نہیں نہ کوئی جیونا ایں مُردہ لاشن جیدیں پہلی وار تیری

(۱۶) یہودی قوم نُوں گھر دل بے گھر ہوئی ہیری پیڑی لے وچ منجھدار تیری
بھلا جے کراں اوس نوں جن لیندی بیڑی ڈبدی نہ کداں تار تیری

(۱۷) واہ اوئے ڈاکُوآ وقت آخر تے وی توبہ ہوگئی کدیں پھلدار تیری
پلہ پکڑ لئیں تُوں وی پریم جیکر لاج رکھ لئو گا بخشن ہار تیری

(از قلم خوشحالچند پریم بی اے)

ایسٹر کی یاد

عیسیٰ کا یار ہو جا دوزخ سے پار ہو جا
دی جان جس نے اپنی اُس پر نثار ہو جا

اللہ کی بے نیازی پاپوں سے دی معافی
تُو بھی معاف کر دے اور بے نیاز ہو جا

دولت سے اور خُدا سے دونوں سے نہ نبھے گی
یا اِس کا یار ہو جا یا اُس کا یار ہو جا

مظلوم کا وُہ حامی بیمار کا وُہ شافی
دُنیا کے غمزدوں کا تُو غمگسار ہو جا

دنیاوی دولتوں میں چوری وکھُن کا ڈر ہے
اسمانی گنج دھر کے تو مال دار ہو جا

تھا دشمنوں نے رکھا کانٹوں کا تاج سر پر
عیسیٰ کے تُو گلے میں پھولوں کا ہار ہو جا

(از قلم خوشحال چند پریم بی اے)

دورِ حاضرہ کا مدرس

(قسط اول)

ایک زمانہ تھا جب کہ ہندوستان میں اُستاد کی شخصیت کو بڑے ادب و احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ اسے گورو کے مقدس لقب سے پکارا جاتا تھا اور زمین پر اس کو خدا کا خلیفہ سمجھا۔ اس کی خدمت کرنا باعثِ سعادت خیال کیا جاتا تھا۔ دین و دنیا کے فیوض اسی کے توسط سے ڈھونڈے جاتے اور فلاح دارین اسی کی معرفت حاصل کی جاتی۔ مدرس کو سماج میں ایک خاص وقار حاصل تھا۔ وہ لوگوں کی تمدنی اور معاشرتی زندگی میں اُن کا صحیح راہنما سمجھا جاتا تھا۔ عوام اُستاد کو نسلِ انسان کی ارتقا کا موجب اور دُنیا کے تہذیب کا علم بردار مانتے تھے۔ اُس کے شاگرد اپنی سیرت و کردار میں اُس جیسا بننا اپنی ارتقا کی انتہائی منزل قرار دیتے اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنا اُن کے لئے باعثِ صد افتخار ہوتا۔ شاگرد اُستاد کے جور و ستم کو ماں باپ کی شفقت سے بہتر خیال کرتے اور اُس کے ہاتھوں پٹنا اپنی انتہائی خوش نصیبی سمجھتے تھے۔

مگر آج کل مدرس کی حیثیت اور اُس کی پوزیشن بالکل بدل گئی ہے۔ اُس کے وقار میں انحطاط واقع ہو گیا ہے۔ عوام پہلی سی التفات اور مدارات سے پیش نہیں آتے اور طلباء کو بھی اُستاد سے محبت۔ اخلاص اور عقیدت نہیں رہی۔ اب تو طلباء اور اُن کے والدین کا خیال ہے۔ کہ تعلیم ایک ایسی جنس ہے۔ جو اُن کی زندگی کے لئے آج کل زیادہ مفید نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اُستاد اسے کوڑے داموں بیچتے ہیں اور طلباء بادلِ نخواستہ سکولوں میں

جا کر جنہیں سودا کر کے خریدتے ہیں غور سے دیکھا جائے۔ تو اس انقلاب کی کئی ایک اہم وجوہات ہیں جن میں سے چند بڑی بڑی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو اس غرض کے لئے تعلیم دلواتے ہیں کہ اُن کے بچے تعلیم حاصل کر کے ملازمت کے ذریعہ روزی کما سکیں گویا لوگوں نے تعلیم کا سب سے بڑا مقصد حصولِ ملازمت قرار دے رکھا ہے۔ مگر اب چونکہ ملازمت کا دائرہ تنگ تر ہو گیا ہے۔ اور تعلیم یافتہ لوگوں کو کہیں ملازمت نہیں ملتی اس لئے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مدرسین ایسی تعلیم بچوں کو دیتے ہیں جو زندگی کے بازار میں کوئی قیمت نہیں رکھتی اور جو عملی زندگی گزارنے میں زیادہ کام نہیں آتی۔ پس عوام اس کو بے کار چیز سمجھتے ہیں۔ تو اب بھلا آپ ہی سوچیں کہ بیکار اشیاء کے بیچنے والے مدرس کو کون قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے اور اس کے لئے اپنے دل میں کوئی کیوں احترام پیدا کرے۔

دوسری بڑی وجہ اس انقلاب کی یہ ہے کہ مدرسین کی اقتصادی حالت اتنی کمزور ہے کہ وہ اپنی ضروریات کو بھی بخوبی پورا نہیں کر سکتے۔ اُن کے خانگی امور اُن کو فرصت ہی نہیں دیتے کہ وہ فرصت کا وقت نکال کر تعلیمی کتب کا مطالعہ کریں اور پڑھانے کے نئے نئے دلچسپ طریقوں پر غور کریں۔ اور اُن کو تجربات کی کسوٹی پر پرکھ کر اپنے سکولوں میں رائج کریں پس مدرسین کے وسیع الذرائع، وسیع المعلومات اور وسیع الخیالات نہ ہونے کی وجہ سے وہ تعلیم کو بچوں کے لئے مفید اور دلچسپ نہیں بنا سکتے۔ بلکہ اُلٹا جبر اور مار پیٹ سے کام لے کر بچوں کو نصاب کی کتابیں رٹواتے ہیں اور امتحانات پاس کراتے ہیں لیکن جب تکمیلِ تعلیم کے بعد اُن کو ملازمت نہیں ملتی۔ تو وہ لوگ مایوس ہو جاتے ہیں۔ اور تعلیم اور مدرس دونوں کی قدر و منزلت اُن کے دلوں سے جاتی

رہتی ہے۔

تیسری بڑی وجہ اس انقلاب کی یہ ہے۔ کہ ہمارے ملک کے موجودہ نظامِ تعلیم میں اخلاقی تعلیم و تربیت کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ موجودہ نظام میں تو تعلیم سے مراد یہ ہے۔ کہ بچے کے حافظہ کی اس طرح سے تربیت کی جائے کہ وُہ یاد کرنے کے قابل مواد کو آسانی سے یاد کر سکے۔ اسے اپنے ذہن میں محفوظ رکھ سکے۔ اور ضرورت کے وقت بلا کم و کاست اس کا اظہار کر سکے۔ حافظے کی یہ تربیت اخلاقی تربیت کی عدم موجودگی میں بچوں کے اندر بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت اور اُستاد کی عزت و منزلت کے قابل قدر جذبات پیدا نہیں کر سکتی۔ تو پھر ان حالات نے تعلیم یافتہ طالب علم اپنے اُستادوں کا ادب و احترام کیوں کریں۔ اور مدرّس شاگردوں سے عزت کی توقع کیوں رکھے۔ اس قسم کی اور بھی کئی وجوہات ہیں۔ جن سے مدرّس کی پوزیشن اور حیثیت میں انحطاط واقع ہو چکا ہے۔ مگر ان کا اظہار طوالتِ مضمون کی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتا۔

اس قسم کی وجوہات سے مدرّس کی شخصیت میں اس قدر انحطاط واقع ہو چکا ہے۔ کہ آج مدرّس کی حیثیت سماج میں کمزور درجہ کی سمجھی جاتی ہے۔ عوام کو مدرّس کی ذات پر اعتبار نہیں رہا۔ وُہ اُس کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ اور اُس کی عزت کا پاس نہیں کرتے۔ لوگ مدرّس کو اپنا راہنما اور رہبر نہیں سمجھتے اور نہ ہی اُس کو قوم کی تعمیر کرنے والا خیال کرتے ہیں۔ بلکہ اُلٹا اُن کا خیال ہے۔ کہ مدرّس تو آج کل قوم کے بچوں کو کمزور دل، کمزور دماغ اور کمزور جسم بنا رہا ہے۔ بچوں کی انفرادیت اور اُن کے فطری جوہر کو برباد کر رہا ہے۔ اور اُن کی تخلیقی اور اختراعی قواد کو ملیا میٹ کر رہا ہے۔ ایک مزدور باپ اپنے آوارہ گرد بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا تھا کہ بیٹا تم آدمی بننا سیکھو اور کچھ کمایا

کرد، ورنہ تمہیں مدرسے کے منشی کے سپرد کردوں گا۔ جہاں تم ذلت و خواری سے
دن کاٹوگے اگر وہاں کچھ عرصہ کے بعد علم حاصل کرگئے۔ تو مدرس ہی کی طرح
تمام عمر مفلس و قلاش زندگی بسر کروگے اور اگر علم حاصل نہ کیا تو زندگی ہی
میں مُردوں سے بدتر رہوگے۔ اب آپ ہی فرمائیے۔ کہ اس سے زیادہ مدرس کی
حیثیت کی گراوٹ کی حد اور کیا ہوسکتی ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے
تو کسی حد تک مدرس خود بھی اس گراوٹ کا ذمہ دار ہے۔ وُہ رمز زمانہ سے ناآشنا،
دورِ جدید کی ضروریات سے ناواقف اور نفسیات اطفال سے بے بہرہ ہے۔ وُہ
بچوں کو دلچسپ اور قدرتی طریقے سے پڑھانے کے نااہل ہے۔ اُس میں کسان
کی فطرت، طبیب کا دماغ، شاعر کے جذبات اور باپ کی شفقت مفقود ہے
ملک و ملت کی قیادت فرمانے کی تربیت اُس میں نابُود ہے۔ وُہ بچوں کے اندر
تعلیم کے لئے دلچسپی پیدا کرنے سے قاصر اور عوام کی تعلیم کی طرف بڑھتی ہوئی نفرت
کو روکنے اور نفرت کو دلچسپی میں تبدیل کرنے کے ناقابل ہے۔ وُہ قوم کے لئے اپنی
تعلیم کو مفید اور کارآمد نہیں بنا سکا۔ وُہ تعلیم کے ذریعے بچوں کی جسمانی، دماغی
اور اخلاقی تربیت نہیں کرسکا۔ وُہ تعلیم کے واسطے سے بچوں کو سوسائٹی کے
کامیاب افراد نہیں بنا سکا۔ تعلیم بچوں کو گھر کا چراغ اور اُن کو ماں باپ کے
دل کا سرور اور اُن کی آنکھوں کا نُور نہیں بنا سکی۔ تو پھر آپ ہی کہئے۔ کہ
عام لوگ مدرس کی قدر اور اس کا ادب کیوں کریں اور بچے اپنے دلوں میں
اُستاد کے لئے احترام کیوں پیدا کریں۔

آج کل زندگی اِس قدر پیچیدہ ہے۔ اور زمانے کی ضروریات اِس قدر
بڑھ گئی ہیں۔ کہ ہر فردِ بشر ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے زیادہ سے زیادہ فائدہ
اٹھانے کی توقع رکھتا ہے۔ وُہ ہر کام میں مصروف ہوتا ہُوا اُس کے ذریعے اپنے

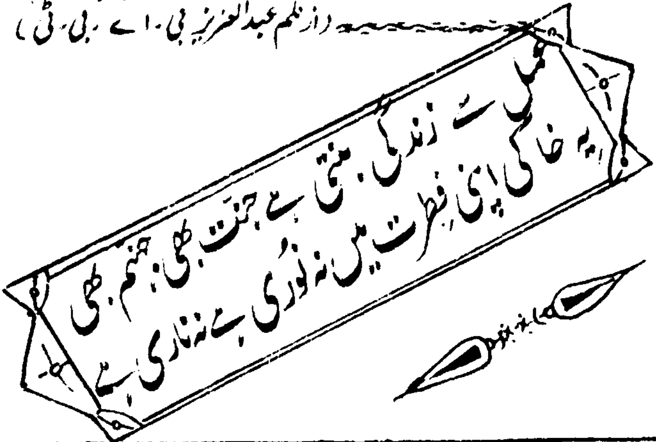
اُوپر روزگار کا ایک نیا دروازہ کھولنے کی تمنا رکھتا ہے۔ پس اندریں حالات یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ لوگ تعلیم پر اس قدر زرِ کثیر صرف کرکے اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھائیں اور اس کے ذریعے روزگار کے بیشتر دروازے اپنے اُوپر نہ کھولیں۔

پس قوم کو حق ہے۔ کہ وہ تعلیم کو زندگی کے ہر شعبے میں استعمال کرے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائے۔ اگر تعلیم ملک میں خوشحالی، مسرت، کامرانی کا دور دورہ نہیں لاسکتی۔ اگر تعلیم عوام کو وسیع الخیال، وسیع المعلومات اور وسیع الذرائع نہیں بنا سکتی۔ اگر تعلیم عوام پر روزگار کے نت نئے دروازے نہیں کھول سکتی۔ اگر تعلیم عملی زندگی میں عوام کی رہنمائی نہیں کرسکتی اور زندگی میں اُن کے مفید کام نہیں آسکتی تو عوام کو حق ہے۔ کہ وہ ایسی تعلیم کو ٹھکرا دیں۔ اور اُن کو یہ بھی حق ہے۔ کہ ہر وہ مدرس جو ایسی تعلیم دے اُس کے لئے اپنے دل میں کوئی احترام پیدا نہ کریں۔

اب غور طلب سوال یہ ہے۔ کہ جب مدرس کی حیثیت اور پوزیشن میں اس قدر انحطاط واقع ہوچکا ہے۔ تو کس طرح وہ طلباء سے محبت کا خراج حاصل کرے اور ان کے دلوں میں کس طرح اپنا وقار اور احترام پیدا کرے۔

(مضمون جاری ہے)

(از قلم عبدالعزیز بی۔اے، بی۔ٹی)



موجودہ جنگ اور ہمارا فرض

آج پورے پچیس ۲۵ سال کے بعد یورپ کے مغرور و متکبر ملک جرمنی نے پھر دنیا کے خرمنِ امن کو جنگ کی چنگاریوں سے خاک سیاہ کرنے کا قابلِ مذمت فعل شروع کر دیا ہے۔ ۳۱ر اگست ۱۹۳۹ء کی شام کو پولینڈ کے کمزور باشندے راستی اور انصاف کی حفاظت کے لئے قابلِ تحسین ارادے لے کر سوئے تھے۔ کہ اگلی صبح کو طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی خونخوار جرمنوں کی تباہ کن فوجیں اُن کے عزم و استقلال کو آزمانے کے لئے پہنچ گئیں۔ نازی سپاہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح بے گناہ پولوں پر دھاوا بول رہے تھے۔ مگر پولینڈ کے بے قصور اور بہادر سپاہی سر پر کفن باندھے دنیا کی تہذیب کو بچانے کے لئے مرمٹنے کو تیار تھے۔ دنیا جانتی تھی۔ کہ علمبردار بربریت کا طوفانی لشکر اُن کی ایک پیش نہ جانے دیگا اور آسٹریا۔ چیکوسلاویکیہ کی طرح پولینڈ کو بھی اپنی ہوسِ ملک گیری کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھا دیگا۔ مگر وہ اس بات کے زبردست قائل تھے۔ کہ بہادری کی موت غلامی کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ چنانچہ جنگ شروع ہو گئی۔ بہادر پولوں نے بے اصول نازیوں کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینے سے صاف انکار کر دیا اور دنیا کے تمام ممالک ہٹلر کی اس متکبرانہ اور ظالمانہ حرکت سے دنگ رہ گئے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ دنیا بھر کے انسانوں کی ہمدردی پولوں کے ساتھ تھی۔ مگر "تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو" کے مصداق مظلوموں کی امداد کے لئے عملی کام کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں تھا۔ اور خصوصاً ہٹلر کے مقابلہ میں آنا کون پسند کرتا تھا۔ اور "آ بیل مجھے مار" کہنا اس زمانے میں کون پسند کرتا تھا۔ کائنات کے اس

وسیع قطعہ ہیں جہاں بزدلوں کی ایک بے پناہ اکثریت بھیڑوں کی طرح دن کاٹ رہی ہے وہاں شیر مردوں کی بھی کمی نہیں۔ چنانچہ جب بے گناہ اور بے قصور پولینڈ کو اس طرح جرمنی کے آہنی چنگل میں جاتے دیکھا تو شیر برطانیہ کی رگ حمیت جوش میں آئی اور ایک گرج سے دُنیا کے کونے کونے میں یہ صدائے عمل پہنچادی کہ

کہتا ہوں یہ سب سے برملا میں
آتے ہو تو آؤ لو چلا میں

سچائی میں بھی ایک زبردست تاثیر ہوتی ہے۔ چنانچہ برطانیہ کی اس اولوالعزمانہ صدا پر فرانس نے فوراً لبیک کہا اور صاف لفظوں میں اعلان کر دیا۔ کہ انصاف و امن کے لئے فرانس کا بچہ بچہ قربان ہونے کو تیار ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ دنیا کے تمام ممالک سے ہمدردی اور امداد کے پیغامات آنے شروع ہو گئے۔ ٹرکی۔ مصر۔ عراق وغیرہ نے تہذیب عالم کو بچانے کی خاطر غیر مشروط امداد کی پیشکشیں کر دیں اور کروڑہا انسانوں نے شہنشاہِ انگلستان کی عدیم المثال اپیل پر اپنے آپ کو جنگ میں قربان ہونے کے لئے پیش کر دیا۔ دُنیا کو جنگ کے شعلوں سے بچانے کیلئے مسٹر چیمبرلین مرحوم وزیرِ اعظم برطانیہ نے قوم کے نام ایک پیغام بھیجا جس کے ایک ایک لفظ میں درد و تڑپ کا ایک ہیجان مضمر تھا۔ حضور وائسرائے نے ۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو اہلِ ہند کے نام رونگٹے کھڑے کر دینے والا پیغام نشر کیا۔ وائسرائے ہند کی آواز پر محبانِ وطن نے فوراً لبیک کہا اور ہندوستان کے مشہور و معروف سیاستدان مہاتما گاندھی۔ پنڈت جواہر لال نہرو۔ مسٹر ایم۔ این۔ رائے وغیرہ اصحاب نے اس انسانیت سوز فعل پر جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر کو غاصب اور ظالم ٹھہرایا۔ اور حیاتِ پنجاب سر سکندر حیات خاں صاحب وزیرِ اعظم پنجاب نے اپنے پیغام حق میں فرمایا۔

جس تاریک دن کا انتظار تھا۔ آخر وہ سر پر آ ہی پہنچا۔ قیام امن کی کوششیں بارآور نہیں ہوئیں۔ جرمنی نے ایک بار پھر خود غرضانہ مقاصد کے حصول کی خاطر دنیا کو جنگ کی صعوبتوں اور خطرات میں مبتلا کر دیا ہے۔" مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ مسٹر افضل الحق وزیر اعظم بنگال نے بھی جرمنی کے اس ظالمانہ رویہ کی پُر زور مذمت کی اور اپنے ہندوستانی بھائیوں سے پُر زور اپیل کی کہ وہ اس وقت تمام اختلافات کو مٹا کر سلطنت برطانیہ کا ساتھ دیں اور ملک کی حفاظت کے لئے ہر ممکن سے ممکن کوشش کریں۔

جرمنی نے ارد گرد کے چھوٹے چھوٹے ممالک پولینڈ، ڈنمارک۔ ہالینڈ، بلجیم وغیرہ کو اپنی ہوس ملک گیری کا لقمہ بنایا اور فرانس کی آزاد سلطنت کو بھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ ہٹلر کے انسانیت سوز افعال آپ ہر روز اخبارات میں مطالعہ کرتے ہونگے۔ اس نے لندن میں ہوائی جہازوں سے بم برسا برسا کر کیا ہی تباہی مچا رکھی ہے۔ اور لندن کی بڑی بڑی عمارات کو بموں سے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہاں بم برسائے جا رہے ہیں۔ لوگوں کے کاروبار میں کسی قسم کی کمی یا اُن کے دلوں میں کسی قسم کی گھبراہٹ نظر نہیں آتی۔ یہ اُن لوگوں کی بہادری، بُردباری اور اعلیٰ کاروبار زندگی کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔ کہ اُوپر سے تو بم برس رہے ہیں۔ لیکن فٹ بال والی بال کے میچ اُسی شان سے نہایت گرم جوشی کے ساتھ کھیلے جا رہے ہیں۔ کون ہے۔ جو اُن کی اس بہادرانہ شان سے متاثر نہیں ہوتا۔ شاید کوئی کور چشم محروم جذبات غیر متاثر ہو تو ہو ورنہ عوام تو اس شجاعت و مردانگی پر آفرین کے نعرے لگاتے ہیں۔ لیکن ظالم ہٹلر اپنی سرشت ظالمانہ سے باز نہیں آتا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بم برسا رہا ہے۔ اور برسانے کی تیاریوں میں مشغول ہے اور

اُن لوگوں کے خرمنِ امن کو جنگ کی چنگاریوں سے جلا رہا ہے۔ برطانیہ دُنیا کی تہذیب۔ آزادی اور جمہوریت کو بچانے اور کمزور و مظلوم ممالک کی مدد کرنے کے لئے میدانِ کارزار میں کود پڑا ہے۔ اور ہر ممکن طریقے سے دُشمن کو ناک چنے چبا رہا ہے۔ دل کھول کر دھڑا دھڑ روپیہ خرچ کرنے اور سامانِ جنگ بنانے میں مشغول ہے اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ اس کام کے لئے برطانیہ کا روزانہ ۱۸½ کروڑ روپیہ خرچ آرہا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم برطانوی رعایا ہوتے ہُوئے جب کہ برطانیہ مصائب و آلام میں مُبتلا ہے۔ اس آڑے وقت میں اُس کا ہاتھ بٹائیں اور تن۔ من۔ دھن سے اُس کا ساتھ دے کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیں۔ برطانیہ کو ایک ہی مُہم درپیش نہیں بلکہ دوسری طرف ہٹلر کے دستِ راست ڈکٹیٹر اٹلی نے یونان پر حملہ کر کے یونانیوں کے خرمنِ امن کو جنگ کی چنگاریوں سے جلانے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ اور بمبار جہازوں سے تباہی مچانے کا ارادہ کئے بیٹھا تھا۔ لہٰذا برطانیہ کو اس طرف بھی رجُوع کرنا پڑا۔ اور یونان کی امداد کے لئے برطانیہ کو فوجوں۔ گولہ بارُود اور ہوائی جہازوں سے اس کی مدد کرنی پڑی۔ برطانیہ کی مدد سے یونانی بہادروں نے اٹلی کا مُنہ موڑ دیا۔ اور پے در پے شکستیں دیکر اٹلی کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اُدھر افریقہ میں اٹلی کو پے در پے شکستیں ہو رہی ہیں۔ اور اُس کے مضبوط قلعے سر ہو چکے ہیں۔ باردیا۔ بن غازی۔ اور طبرق کی فتح سے اٹلی افریقہ میں بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اور اطالوی فوجیں بڑی سرعت سے پسپا ہو رہی ہیں۔ برطانوی فوجیں بڑی گرمجوشی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں۔ مشرق بعید میں جاپان نے چین وغیرہ پر حملہ کر کے اور ہٹلر اور مسولینی سے مل کر وہاں کی فضا کو مکدّر کر دیا ہے۔ جاپان عجیب و غریب طریقوں سے اپنی فوجیں ہندوستان کے قریب تر اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس وجہ

سے ہندوستان پر حملہ کے امکانات سنجیدگی کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں اور ہندوستان کا امن خطرے میں گھرا جا رہا ہے۔ پس اب ہم کو حملہ آوروں سے بچنے اور اپنے تحفظِ ملک کی خاطر لازم ہے۔ کہ برطانیہ کی امداد میں سر توڑ کوشش کریں۔ تاکہ برطانیہ دیگر حملہ آوروں سے ہندوستان کو محفوظ و مامون رکھ سکے۔

اگر عالمگیر جنگ میں خدانخواستہ برطانیہ کو شکست ہو گئی تو ہندوستان کی حفاظت کے تمام ذرائع یک قلم بند ہو جائیں گے۔ اور اس کا چپہ چپہ مشرق و مغرب سے آنے والے حملہ آوروں کے رحم پر ہوگا۔ اور بمصداق ؎

بلبل و گل۔ سرو و قمری ایک ہے جن کا وطن
سب مصیبت جھیلتے ہیں جب اُجڑتا ہے وطن

لہٰذا میں اپنے ہندوستانی بھائیوں سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ کہ کیا وُہ موجودہ حکومت کے ماتحت بتدریج ترقی کرتے کرتے اپنے گھر کے مالک بننا چاہتے ہیں یا نئے آقا کی اطاعت پسند کرتے ہیں؟ اور آقا بھی کیسا جس کی طاقت کا دارومدار ظالمانہ رویہ پر ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آزادی عمل سے ملا کرتی ہے نہ کہ باتوں سے۔ اور ہندوستان کو جواب تک کم و بیش مراعات سے نوازا گیا ہے وُہ پچھلی جنگ کی قربانیوں کا صلہ نہیں تو اور کیا ہے؟

لہٰذا ہمیں لازم ہے۔ کہ ہم برطانوی رعایا ہوتے ہُوئے ملک اور بادشاہ کی طرف سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں انہیں نہایت دیانتداری کے ساتھ سرانجام دیں۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے۔ حقوقِ شہریت کو ادا کرنے۔ خود حفاظتی اور اپنے مستقبل کو روشن بنانے کے لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ آج جب سلطنتِ برطانیہ پر جنگ کے خطرناک بادل چھائے ہُوئے ہیں۔ اور سلطنت برطانیہ جنگ کے خطرناک طوفانوں میں گھری ہوئی ہے اس آڑے وقت میں

من تن دھن سے امداد کرکے وفادار رعایا ثابت ہوں۔
آخیر پر میری دعا ہے۔ کہ برطانیہ فتحیاب ہو اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے کا ذریعہ بنے۔ آمین۔

(فتح محمد نارمل کلاس موگا)

سانچ برابر تپ نہیں جھوٹ برابر پاپ
جاں کے ہردے سانچ ہے تاں کے ہردے آپ

غزل

ایسٹر کی یاد

(از مسٹر پی ایل خان ناز علیگڑھ وی سیکنڈ ایئر نارمل کلاس موگا)

دل کا سرور تو ہے آنکھوں کا نور تو ہے
ارض و سما کا مالک ربِ غفور تو ہے

پروردگار تو ہے محتاج تر کا مراں کا
ہر فردِ بینوا کا گنج وفور تو ہے

منجی ہے تو جہاں کا اے ابنِ خدا مسیحا
مجھ بینوا کا عاجز فخر و غرور تو ہے

ہم بیکسوں کی خاطر سولی پہ جاں گنوائی
سولی پہ تیرے قرباں دنیا کا نور تو ہے

زندہ ہوا قبر سے کر بدن جلالی
کشفِ اسرار تو ہے رازِ سرور تو ہے

اقوال زرّین

(۱) عالموں کی صحبت کو غنیمت شمار کر۔ کیونکہ علم دل کو اسی طرح زندہ کرتا ہے جس طرح بارش زمین کو۔

(۲) نیک خُو ہونا تمام حکمت و دانائی کا خلاصہ ہے۔

(۳) ہمسائے کی مدد سے ہمسائے کے گھر میں اُجالا ہوتا ہے۔

تعلیم میں دستی کام کی اہمیت

قدیم زمانے میں ہندوستان کے نظامِ تعلیم میں دستی کام کو کوئی جگہ حاصل نہ تھی۔ اور تعلیم کا سارے کا سارا وقت مذہبی باتوں کو رٹنے۔ فلسفیانہ خیالات کو دماغوں میں ٹھونسنے۔ عقل کو معقول کرنے اور رُوحانیت میں ترقی کرنے میں صرف کیا جاتا تھا۔ اُس زمانے میں ذات پات کا اتنا زبردست خیال ہوتا تھا کہ ایک قوم دُوسری قوم کے پیشے کو بھی اختیار نہیں کرسکتی تھی۔ اور نہ اونچی جاتی کے لوگ چھوٹی اقوام کے کام کرنا کسی طرح گوارا ہی کرسکتے تھے پس اس وقت تعلیم میں دستی کام کی اہمیت کو کبھی محسوس نہیں کیا گیا۔ کیونکہ تعلیم اونچی جاتی کے لوگوں کا حق تھا۔ اور دستکاری کا پیشہ چھوٹی اقوام تک ہی محدود تھیں۔

آج کل بھی دستی کام کو سکولوں میں کوئی خاص جگہ حاصل نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ محکمانہ طور پر تعلیمی نصاب میں دستی کام کو نہ کوئی جگہ حاصل ہے۔ اور نہ اس کے لئے کوئی نصاب ہی مقرر ہے۔ مدرسین نے بھی ابھی تک تعلیم

میں دستی کام کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا ہے۔ اور نہ مدرسین حضرات نے اس بات کو ہی سمجھا ہے۔ کہ دستی کام کس طرح دماغی تربیت کا باعث بنتا ہے اور بچوں کی زندگی کے افعال پر کس طرح اثرانداز ہوتا ہے۔ اُنہوں نے ابھی تک اس حقیقت کو پہچاننا تک بھی نہیں ہے۔ کہ کس طرح دستی کام ہمارے دماغ اور جسم کے باہمی ربط کا باعث بنتا ہے۔ مدرسین تو تعلیم کا مقصد "خواندگی کو فروغ دینا" سمجھتے ہیں اور پڑھائی۔ لکھائی۔ حساب اور بس" کے مقولے پر عمل کرتے ہیں۔ پس وُہ تو بچوں کو پہاڑیاں کہلوانا۔ کتابیں رٹوانا۔ تاریخ کے سن یاد کروانا۔ جغرافیہ کی اصطلاحات حفظ کروانا اور حساب کے سوال نکلوانا ہی تعلیم سمجھتے ہیں۔ اور امتحان میں کامیابی کو تعلیم کی انتہائی منزل قرار دیتے ہیں۔

آج کل دنیا بالکل بدلتی جا رہی ہے۔ اس صنعتی دور میں جبکہ مشینری عام ہے۔ نت نئی ایجادات ہو رہی ہیں اور ہماری ضروریات کے بڑھ جانے سے زندگی پیچیدہ ہو چکی ہے۔ تو اب موجودہ نظام تعلیم کے باعث جو قوت حافظہ کی تربیت کرنے اور کلرک پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر رہی۔ ہماری زندگی بہت غریب خوردہ سی ہو چکی ہے۔ کیونکہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہم اعلےٰ خیالات تو سوچ سکتے ہیں۔ لیکن ایک سادہ خیال کو بھی عملی جامہ پہنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ہم امتحانات تو پاس کر سکتے ہیں۔ لیکن زندگی کی سادہ ضروریات کو بھی پورا نہیں کر سکتے۔ گویا اس تعلیم کا اثر یہ ہُوا ہے۔ کہ ہمارے بچوں میں اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی ہے اور اُن کی تعمیری و تخلیقی قوا کو اکثر اوقات نمودار ہونے اور تربیت پانے کا موقع نہیں ملتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس کا علاج کیا ہُوا اور ہماری تعلیم

میں کون سا عنصر بڑھایا جائے۔ تاکہ بچے تعلیم حاصل کرنے کے بعد زندگی کی جدوجہد میں عملی طور پر حصہ لینے کے قابل بن سکیں۔ فروبل (Froebel) صاحب کا قول ہے۔ کہ "بچے عمل سے بڑھتے ہیں"۔ یعنی بچے کی شخصیت کی نشوونما کا اصول یہ ہے۔ کہ "بچے کام کرنا، کام کرنے کے ذریعے سیکھتے ہیں" اور "آزادانہ تخلیقی مشاغل کے ذریعے اپنے مادی ماحول پر قابو پانے سے وہ اپنی شخصیت کو مضبوط کرتے ہیں"۔ اس اصول کو کم وبیش ہر زمانے کے مفکرین تسلیم کرتے آئے ہیں۔ اور آج بھی تعلیمی تجربات اس اصول کی صحت کی تصدیق کرتے ہیں۔ پس اندریں حالات اگر ہم تعلیم کو بچے کی شخصیت کی نشوونما اور تکمیل کا آلہ بنانا چاہتے ہیں۔ تو تعلیم کو عملی کام اور آزادانہ تخلیقی مشاغل کے ذریعے سرانجام دیا جائے۔ دستی کام اور دستکاری سکول کے مضامین سے الگ مضمون نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق نصاب کے دوسرے مضامین کے ساتھ بڑا گہرا ہے۔ تاریخ، جغرافیہ، حساب، جیومیٹری، رسائنس، ڈرائنگ، ماڈل سازی۔ اور اس قسم کے دوسرے مضامین پرائمری جماعتوں میں دستی کام کے ذریعے سے ہی خوب اچھی طرح پڑھائے جا سکتے ہیں۔ اور میں تو یہاں تک بھی کہنے کو تیار ہوں۔ کہ دستی کام کے بغیر پرائمری جماعتوں کی حقیقی تعلیم اگر ناممکن نہیں ہے تو مشکل ترین ضرور ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آج کل پروجیکٹ میتھڈ کا استعمال سکولوں میں بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ پروجیکٹ میتھڈ میں دستی کام کا سکول کے دوسرے مضامین سے ربط پیدا کرکے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔

دستی کام سے ہاتھ کی تربیت خوب ہوتی ہے اور ہاتھ کی تربیت سے دماغ میں اشیاء کے درست اور دقیق ادراک حاصل کرنے اور قوت حافظہ کو بڑھانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اشیاء کی تفاصیل سمجھنے، ان کی ماہیت کو

پہچاننے اور حواسِ خمسہ کی تربیت کے لئے اِس سے بڑا زبردست ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔ دستی کام کے ذریعے طلباء کو گہرے مطالعہ، دقیق مشاہدہ اور تجربہ کا بڑا بھاری موقع ملتا ہے۔ اُن کے اندر خود اعتمادی۔ خود مختاری اور خودداری بڑھتی ہے۔ اور کام کی عظمت کا جذبہ اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔

ہاتھ کی تربیت سے کئی ایک کام کرنے کی صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور زندگی کو خوشگوار طور پر گذارنے کی کئی شاہراہیں نکل آتی ہیں۔ اِس بڑھتی ہوئی دنیا میں دستی کام کی مدد سے بچہ اپنے لئے کوئی نہ کوئی مناسب جگہ پیدا کر ہی لیتا ہے۔ پس مَیں اساتذہ اکرام کی خدمت میں پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ تعلیم میں دستی کام کو اہم حصہ دیں اور اس کے ذریعہ سے طلباء کو تعلیم دیا کریں۔ تاکہ وُہ زندگی کے عملی کاموں کو سرانجام دینے کے قابل بن جائیں اور تعلیم کا صحیح مقصد پورا ہو۔

(عبدالعزیز)

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

اے کسان

۱۔ خرچ کرنا ہو تو اپنے پاس کچھ زر دیکھ لے
پاؤں پھیلانے سے پہلے اپنی چادر دیکھ لے

۲۔ بے ضرورت ایک پیسہ بھی نہ ہاتھوں سے نکال
وقت پر کام آئے گا تو پاس رکھکر دیکھ لے

۳۔ بے زری جیسی نہیں زیرِ فلک کوئی بلا
حال کیا ہوتا ہے ہر مفلس کا ابتر دیکھ لے

۴۔ تجھ کو ہو شادی رچانا بیٹے بیٹی کی اگر
بک نہ جائیں گھر کے برتن گھر کے زیور دیکھ لے

(ماخوذ از دیہاتی گیتوں کا مجموعہ)

دُعا

وُہ حوصلہ جو بادل کی مصیبتوں میں چاند کی طرح مسکراتا رہتا ہے۔ وُہ محبت جو ذرا سی کڑک سُن کر آنسوؤں کی طرح آسمان پر گھرے ہُوئے بادلوں سے ٹپک پڑتی ہے۔ اے میرے آقا۔۔۔ اے میرے مولا میرے تن کی رگ رگ میں جاری وساری کردے۔

(ابراہیم نور)

سکولوں میں تنظیم جدید کی ضرورت

آج کل ملک میں دیہات سدھار کے پرچار کی اہمیت کو بہت زیادہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ دیہاتی ترقی کے بغیر ہندوستان کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ گورنمنٹ پنجاب بھی دل کھول کر دیہات سدھار پر روپیہ صرف کر رہی ہے۔ خدا کرے۔ گورنمنٹ کی کوششیں بار آور ثابت ہوں۔

دیہات کی بہبودی اور ملک کے سکولوں کی ترقی کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر ملک کے سکول بہترین قسم کی تعلیم دینے میں کوشاں ہوتے۔ اگر سکولوں کی تعلیم ماحول اور حالات گرد و پیش کے مطابق ہوتی۔ اگر سکولوں کی تعلیم ہماری روزمرہ کی زندگی سے وابستہ ہوتی تو یقینی بات تھی کہ یہ تعلیم ہماری دیہاتی زندگی کے لئے بہترین طور پر مفید ثابت ہوتی۔ اور ہماری دیہاتی زندگی کو دوسرے ممالک کے عام لوگوں کے معیارِ زندگی تک لے آتی لیکن ہندوستان کے بہت سے دیہات کی اقتصادی اور معاشرتی حالات کے متعلق دقیق تحقیقات کرنے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ کہ ملک کے سکولوں میں جن اصولوں اور جن طریقوں سے تعلیم دی جا رہی ہے۔ وہ اصول اور وہ طرزِ تعلیم دیہاتی لوگوں کی زندگی کے ساتھ ہرگز ہرگز مناسبت نہیں کھاتے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ تعلیم کا سرکاری نصاب جو کہ زباندانی پر حد سے زیادہ زور دے رہا ہے۔ اور موجودہ تعلیم کا طریقہ جو بچوں کے دلوں میں تعلیم کے لئے نفرت پیدا کر رہا ہے طلباء کے حافظے کی ترقی تو کر رہا ہے۔ لیکن تعمیرِ تخیل اور تعمیرِ ذات میں اُن کی ذرا بھی مدد نہیں کر رہا اور بچوں کے اندر شہریت کے اوصاف پیدا

کرنے سے بالکل قاصر ہے۔

ملک کے لئے تعلیم اُس وقت ہی مفید ثابت ہو سکتی ہے، جب کہ یہ بچوں کے دل و دماغ کی تربیت کرے۔ اُن کو درست سوچنے اور درست کام کرنے کے قابل بنائے۔ یہ بچوں کو وسیع المطالعہ۔ وسیع الخیال۔ صائب الرا۔ خود اعتماد۔ خوددار اور اپنے کاموں کے خود فیصلے کرنے کے قابل بنائے مگر ہماری تعلیم کے متعلق مفکرین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ موجودہ نظامِ تعلیم ایسا کرنے سے سراسر قاصر رہا ہے۔ اور ملک کو حقیقی اور صحیح نصب العین کی طرف لے جانے کے ناقابل ثابت ہوا ہے۔

دوسری بات جو اس ضمن قابلِ غور ہے۔ وُہ یہ ہے۔ کہ اگر تعلیم نے گھریلو زندگی اور دیہاتی زندگی پر اثر انداز ہونا ہے۔ تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم گھریلو اور سماجی ماحول کے ساتھ ٹھیک وابستہ ہو۔ عام سکولوں کو تو چھوڑئیے موجودہ زمانے کے وُہ سکول بھی جو اعلےٰ پیمانے پر چلنے کے دعوے دار ہیں۔ اور جو بچوں کے حافظہ اور دماغ پر زور دے کر اُن کا کچومر نکال رہے ہیں اور جن کی تعلیم حقیقی زندگی سے کوسوں دُور ہے۔ اور جن کا نصاب بچے کی ضروریات اور سماج کی ضروریات پر مبنی نہیں ہے۔ یہ سکول بھی دیہات سدھار کے پرچار کا آلۂ کار بننے کے ہرگز قابل نہیں ہیں۔ پس اگر سکولوں کو دیہات سدھار کا ذریعہ بنانا ہے۔ اور ملک میں خوشحالی و فارغ البالی پیدا کرنے کے لئے اِن سے کام لینا ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ صُوبہ کے سکول مندرجہ ذیل پروگرام پر عمل پیرا ہوں:-

۱۔ جدید نصابِ تعلیم کا نفاذ کیا جائے۔

۲۔ تعلیم بالغان کو ترقی دی جائے۔

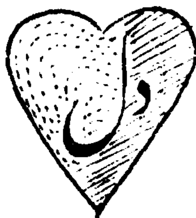
۳۔ ورنیکلر سکولوں میں دیہاتی زندگی کے اثرات کو قائم رکھا جائے۔
۴۔ سکولوں میں مشاہدات اور تجربات کے لئے سائنٹفک تجربہ گاہیں قائم کی جائیں۔
۵۔ بچے کام کرنے کے ذریعے تعلیم حاصل کریں۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایسے پروگرام کو عملی جامہ پہنانا آسان کام نہیں ہے کیونکہ لوگ ابھی تک تعلیم کا غلط تصور اپنے دلوں میں قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور تعلیم کو غلط طور پر ذریعۂ ملازمت سمجھے ہوئے ہیں۔

دوسری وجہ جس کی بنا پر اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانا مشکل تھا۔ وہ یہ تھی۔ کہ ورنیکلر سکول ملک میں ہر دلعزیز نہیں بن سکے اور نہ ایسے سکولوں پر کافی خرچ ہی کیا جاتا تھا۔ لیکن امید ہے۔ کہ یہ سب امور جو صحیح تعلیم کے راستے میں مانع ہیں مستقبل قریب میں رفع ہو جائیں گے۔

اب ملک کے لیڈروں اور سیاستدانوں نے اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ دیہات سدھار کے پرچار اور دیہاتی زندگی کے معیار کو اونچا کرنے کے لئے سکولوں میں تعلیم کو نئے سرے سے تنظیم کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اس وقت تک راہنمایانِ ملک نے تعلیمی سکیم میں کسی قسم کی فوری تبدیلی کی طرف کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ مگر امید واثق ہے۔ کہ مستقبل قریب میں ضرور ہی کوئی نہ کوئی عملی قدم اٹھایا جائیگا۔ اور ہمارے مستقبل کے شاندار بننے کے حالات پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ

عبدالعزیز



دِل بظاہر خون کا اِک قطرۂ ناچیز ہے
اِس میں لرزاں ہے مگر موجِ شرابِ زندگی
اِس کے آگے جلوۂ رنگِ شفق کیا چیز ہے
منحصر اِس کی نمو پر ہے شبابِ زندگی
جیسے روشن ہو فلک پر آفتابِ زرنگار
اِس طرح دِل خاک دانِ دہر میں ہے نور پاش

(ماخوذ)

ابتدائی مدارس کے لئے اختراعی مشاغل

دیہاتی سکولوں اور خاندانوں میں فنون اور دستکاریوں کیلئے اختراعی شوق

ایک غلط مفہوم لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہے۔ کہ فنون اور دستکاریاں دیہاتی لڑکے، یا لڑکی اور آدمی یا عورت کے لئے صرف اس حد تک ضروری ہیں۔ جہاں تک کہ اُن کا امکان خاندان کی آمدنی کے بڑھانے سے ہے۔ بار بار یہ بات زور کے ساتھ سُننے میں آتی ہے "کیا یہ چیز قابلِ فروخت ہے؟" اس اقتصادی قدر و قیمت کے علاوہ بیشتر اس کے کہ دیہات میں ان فنون اور دستکاریوں کی نشو و نما میں اصلی ترقی رونما ہو۔ یہ ضروری ہے۔ کہ ہر ایک فرد کی زندگی میں ایسے کام کی قدر و قیمت کے متعلق اصلی وقعت ہو۔ لوگوں کے اس عام اعتقاد کے ساتھ کہ فنون اور دستکاریوں کی قدر و قیمت اُس آمدنی سے لگانی چاہئے۔ جو اُن سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات بھی شامل ہونی چاہئے۔ کہ اس میں وہ تسکین و تسلی بھی موجود ہے۔ جو صانع کو اپنی صنعت سے

ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہئے۔ کہ کسی چیز کے بنانے میں نہ صرف اُس کی اقتصادی قدر و قیمت ہے بلکہ اُس کے ساتھ خوبصورتی کی پسندیدگی اور تہذیب کی افزونی بھی شامل ہیں۔

خوبصورتی کے لئے تحسین اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ تہذیبی خوبی اور قیمت کو سمجھکر اس کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہم دیہاتی لوگوں کی تعلیم و تربیت کس طرح کریں۔ کہ وُہ فنون اور دستکاریوں کی تہذیبی قدر و قیمت کو نظرِ تحسین سے دیکھ سکیں۔ اگرچہ دیہاتیوں کی غربت قدرتی طور پر خاندان کے لئے روزی کمانے والے کے دل میں مقدم طور پر اُس آمدنی کا خیال پیدا کرتی ہے۔ جو خود ساختہ چیز کی فروخت سے تعلق رکھتی ہے۔ تاہم دستکاری کی اشیاء کی فروخت اس حد تک بڑھے گی جس حد تک عوام کی حوصلہ افزائی کی جائیگی۔ کہ وُہ ان کو نگاہِ تحسین سے دیکھیں اور تخلیقی کام کریں۔ ایسی تعلیم مدارس میں بچّوں کے ذریعے دی جانی چاہئے۔ ہمارے سکولوں کے فنون اور دستکاریوں کے لائحہ عمل میں وسیع توسیع بڑھا دینا چاہئے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دستکاریوں اور فنون کا سکھایا جانا محض جماعت کے کمرے تک ہی محدود نہ ہو۔ کسی فن کے مشغلہ کے مقصد کا خیال کرتے ہُوئے ہمیں صرف اس بات ہی کا خیال نہ ہو کہ یہ اس بچّے کی زندگی سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہ کہاں تک والدین کے لئے باعثِ دلچسپی ہو سکتا ہے۔ ایسے ذرائع مہیا کئے جا سکتے ہیں۔ جن سے اختراعی کارگذاریوں کی ترغیب بالغوں کو دی جا سکتی ہے۔

کنڈر گارٹن میں فنون اور دستکاریوں کے ذریعے اختراعی کام پر زور دینے سے شروع کرکے اور ہر ایک جماعت میں اسے جاری رکھتے ہوئے اس کو

زیادہ وقت کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اس کام کے لئے عموماً زیادہ وقت بلنا ممکن نہیں ہوتا۔ بدیں وجہ کہ ہر جماعت کا نصاب آگے ہی وسیع ہوتا ہے۔ لہذا مدارس کو عام مضامین کے ساتھ طلباء کو دستکاری کے کام کو بھی بطور گھر کے کام کے دینا چاہئے۔

اس سے دو مقاصد حل ہونگے۔ اوّل یہ کہ اس سے فنون اور دستکاریاں ہنر طور پر سیکھی جائیں گی۔ اور دوئم یہ کہ گھر کا کام والدین میں اس علم کے واسطے ذوق پیدا کرنے کے لئے نشر و اشاعت کا کام دے گا۔ جب کہ وہ بچے کو کام کرتے دیکھیں گے۔ اس بات کا تجربہ ایک سکول میں ہو چکا ہے۔ اور دیکھا گیا ہے کہ والدین قدرتی طور پر بچے کی مدد پر آمادہ ہوگئے نیز بچے اپنی بنائی ہوئی اشیاء میں اپنے خیالات کا اظہار دیکھکر بہت نازاں ہوتے ہیں۔

اگر مدارس میں فنون اور دستکاریوں کے لائحہ عمل میں مندرجہ ذیل مقاصد کا خیال رکھا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اختراعی فنون اور دستکاریوں میں افزوں دلچسپی ہوگی۔ اور ساتھ ہی دیہات میں ان فنون اور دستکاریوں سے روپیہ کمایا جا سکے گا۔

I تعلیم بالغان۔ تاکہ وہ اختراعی مشاغل کے لئے خواہشمند ہوں۔ اور دستکاری کو نظرِ تحسین سے دیکھ سکیں۔ جو عام چھوٹی چھوٹی دستکاریوں کے علاوہ ہو۔

(ا) اپنے بچوں کے ذریعے جو سکولوں میں زیرِ تعلیم ہیں۔

(ب) نمائشوں کے ذریعے۔

(ج) منظّمہ مقابلوں کے ذریعے

(د) دیگر تعلیمی ذرائع مثلاً ریڈیو۔ سینما۔ اشتہارات۔ انجمن مستورات وغیرہ

کے ذریعے۔

II سامانِ قدرت کا مطالعہ اور استعمال تاکہ ان سے نئے نمونہ جات کے واسطے نئے نئے خیالات حاصل ہوں۔ اور ایسا سامان معلوم کیا جائے، جو بہت قابلِ استعمال ہو، مگر قیمتی نہ ہو۔

III تخرجی کام پر زور دیا جائے نہ کہ نمونہ جات کا نقل کرنا ہی ہو۔ تاکہ اس سے ضروریاتِ زندگی کے علاوہ دیگر باتوں کے لئے شوق اور دلچسپی پیدا کی جائے، جن کو نظرِ تحسین سے دیکھا جا سکتا ہے۔

ہمارے فنون اور صنعتوں کے دستی کام کے لائحہ عمل کے بارے میں مندرجہ ذیل اشارات پیش کئے جاتے ہیں:۔

پرائمری مدارس کے پروجیکٹ کے لئے دستی کام

I ۔ کنڈرگارٹن اور ابتدائی جماعتیں۔

(ا) گرد و نواح اور قدرت کی اشیاء کا مشاہدہ اور ان کی اشکال مٹی سے بنانا۔

(ب) گھاس اور درختوں کا مشاہدہ اور ان سے چھوٹی چھوٹی چٹائیاں اور ٹوکریاں بنانے کے تجربات۔

(ج) ردی اشیاء کا جمع کرنا جیسے ٹین کے پترے۔ کاغذ کے بنے ہوئے رنگدار ڈبے، تار، بوتلیں، تاکہ ان سے مفید اشیاء بن سکیں۔

II اونچے درجے کی جماعتوں کے لئے۔

(ا) دیہاتی دستکاروں کو کام کرتے ہوئے مشاہدہ کرنا۔ جیسا کہ کمہار، جولاہا، بڑھئی، جال بنانے والا، درزی، رسہ ساز، ٹوکری بنانے والا اور

اسی قسم کی دوسری صنعتیں جو گاؤں میں پائی جاتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ اور حالات کا مطالعہ کریں جو گاؤں میں مروجہ دستکاریوں کی ترغیب دلاتے ہیں
(ب) کاپیاں بنائی جائیں اور ان میں مروجہ چھوٹی چھوٹی دستکاریوں کی فہرست درج کی جائے۔ دیگر دستکاریاں جن کی گاؤں کو ضرورت ہے۔ وہ بھی لکھی جائیں۔ وہ سامان جو دستیاب ہو سکتا ہے۔ خرید و فروخت کی سہولیات۔ دیہاتی خاندانوں کی ضروریات بھی سوچی جائیں۔
(ج) طلبا ایک سوالات کی فہرست تیار کریں اور دیہاتی لوگوں کے پاس ان کے جوابات حاصل کرنے کے لیے لے جاویں۔ کہ وہ مختلف دستکاریوں کی ضرورت کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ اور ان کی مختلف صنعتوں کے بارے میں کہاں تک دلچسپی ہے۔ چند موجودہ صنعتوں کی تواریخ یا چند صنعتیں جو ابھی آزمائی نہیں گئیں۔ اُن کے متعلق کام کیا جائے۔
(د) سکول میں فنون اور صنعتوں کے متعلق ایک "مشغلہ کلب" کی تنظیم۔
(ہ) سکول کے پرانے طلباء کے نام خطوط لکھے جائیں تاکہ اُن کے گاؤں کے حالات معلوم کئے جائیں۔
(س) بالغوں کے لئے صنعتی ریفریشر کورس جس کی تنظیم طلباء کے ہاتھ میں ہو
یہ ایسا کام نہیں رجو چند مہینوں میں پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے۔ یہ ترقی اپنے خیالات کے اظہار پر زور دئے جانے کے ماتحت اور اختراعی کام کی عمدگی اور تہذیب کے لحاظ سے لگاتار ہو۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے "کوئی کام کرنا زمین میں سوراخ بنانا۔ گوبھی کا پودا لگانا۔ جلا ہے کا رچھ چلانا۔ نمونہ بنانا یا مختصر یہ کہ کوئی نتیجہ خیز کام کرنا اور اس میں کامیاب ہونا اس میں کچھ ایسا اثر ہے جو انہماک کی اشتہا کو پورا کرتا ہے۔ اور بے چین کر دینے والی کارگذاریوں کا خاتمہ کر دیتا ہے"۔
(او۔ای۔ نکلسن)

ڈوایل میٹ
یعنی کھیلوں کا مقابلہ

مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۴۱ء بوقت ساڑھے بارہ بجے دن ڈی۔ ایم کالج موگا کے گراؤنڈ پر اپنی شال کی پہلی ڈو ایل میٹ مابین مشن ٹریننگ سکول و ڈی۔ ایم۔ کالج (موگا) منعقد ہوئی جس میں تقریباً پانصد حاضرین رونق افروز تھے۔ اور ہر دو اداروں کے تیئیس ۲۳ کھلاڑیوں نے شمولیت حاصل کر کے اپنے جوہر دکھائے۔ جن کے نتائج مندرجہ ذیل ہیں۔

ہمارے کھلاڑیوں کے نام	مقابلہ	انعام	نمبر
۱۔ جان باز۔ سیکنڈ ائیر نارمل	ہیمر تھرو (گولہ بمعہ زنجیر پھینکنا)	دوئم	۳
"	ڈسکس (لوہے کی تھالی پھینکنا)	اول	۵
"	۸۸۰ گز دوڑ	دوئم	۳
"	ایک میل کی دوڑ	دوئم	۳
"	جیولن (نیزہ پھینکنا)	دوئم	۳
		میزان =	۱۷
۲۔ ایس۔ سی۔ ڈیوڈ	۱۰۰ گز کی دوڑ	دوئم	۳
" فسٹ ائیر نارمل	۲۲۰ " "	اول	۵
	۴۴۰ " "	اول	۵
		میزان =	۱۳

نام	مقابلہ	پوزیشن	پوائنٹ
۳۔ ڈیوڈ ہیلر لال فسٹ ائیر نارمل	ایک میل کی دوڑ	اوّل	۵
	۸۸۰ گز کی دوڑ	اوّل	۵
		میزان =	۱۰
۴۔ وکٹر این لارنس فسٹ ائیر نارمل	۲۲۰ گز کی دوڑ	دوئم	۳
۵۔ ایس۔ جی۔ مل فسٹ ائیر نارمل	لانگ جمپ	دوئم	۳
۶۔ ریلے ٹیم	۴×۱۱۰	اوّل	۵
	۴×۲۲۰	اوّل	۵
۱۔ ایس۔ سی۔ ڈیوڈ ۲۔ عبدالحق بدوملی ۳۔ ڈینیل جارج ۴۔ وی۔ این۔ لارنس		میزان کل =	۵۶

مسٹر جان بار نے سب سے زیادہ پوائنٹ لے کر چیمپین شپ اور کپ حاصل کیا۔

اس قسم کے مقابلوں کی ضرورت و فوائد اظہر من الشمس ہیں۔ یہ قوم کی نئی پود میں روحِ رواداری۔ میل جول اور اشتراکِ عمل پیدا کرنے کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور نفاق و تعصب کی وسیع خلیج کو پاٹنے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

اس ڈوایل میٹ میں سب سے بہترین کھلاڑی مسٹر جانباز (مشن ٹریننگ سکول موگا) اور دوئم رہنے والے سردار گورچرن سنگھ

ڈی۔ایم۔کالج موگا کو اُن کی اس کامیابی پر ہدیہ تبرک پیش کرتے ہیں۔ اور اُن تمام مختلف مقابلوں میں اول و دوئم رہنے والے کھلاڑیوں کو بھی مبارکباد کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے اچھے کھلاڑیوں کی سی رُوحِ رواداری دکھاتے ہُوئے مقابلوں میں کامیابی حاصل کی۔ بالخصُوص مسٹر ایس۔سی۔ڈیوڈ اور سردار پھمن سنگھ کے نام قابل ذکر ہیں۔

آخیر میں ہم مسٹر آر۔کے رکمار پرنسپل کالج و ایس۔کے رائے پرنسپل مشن سکول اور مسٹر و مسز مافٹ مشنری علاقہ موگا کو اس تقریب پر تقسیم انعامات کے لیے تشریف لانے پر ہدیہٗ تشکر پیش کرتے ہیں۔ اور تمام ججز۔ ٹائمرز۔ ریفریز۔ کلرک صاحبان اور خاص طور پر فزیکل ڈائریکٹر مشن ٹریننگ سکول مسٹر جے۔ایس بخش۔ جن کی سرتوڑ اور ان تھک کوششوں سے مسٹر کے۔ایل۔ سوانی فزیکل ڈائریکٹر کالج کی معیت میں ایسے اہم اور مفید مواقع پیدا ہُوئے۔ جن سے قوم کے بچوں میں مقابلہ کی صحیح رُوحِ رواداری پیدا ہو سکے۔ بھی شکریہ اور مبارکبادی کے مستحق ہیں +

شیخ کمال الدین احمد
فسٹ ایئر نارمل کلاس مشن ٹریننگ سکول موگا

مسوری پہاڑ پر
سنڈے سکول کے کارندوں اور لیڈروں کا ٹریننگ کورس

مختلف کلیسیاؤں کے سنڈے سکول چلانے والے اصحاب کے لئے یہ ایک بیش قیمت موقع ہے کہ وہ ان ٹریننگ کورسوں کو حاصل کر کے اپنی واقفیت میں اضافہ کریں۔ یہ دو کورس انڈیا سنڈے سکول یونین کے زیر انتظام بمقام DOON VIEW MUSSOORIE, U. P. ہونگے۔ رہائش، خوراک وغیرہ کا انتظام وائی۔ ڈبلیو۔ سی۔ اے (ینگ وومن کرسچن ایسوسی ایشن) کے ہاتھ میں ہے۔ تمام اصحاب کو جو دینی تعلیم میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اس موقع پر دعوت دی جاتی ہے۔

پہلا کورس ۱۶ تا ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء

دوسرا کورس ۳۱ مئی تا ۱۴ جون ۱۹۴۱ء

یہ کورس نہایت دلچسپ ہیں۔ مطالعہ کے علاوہ کھیلوں اور تفریح طبع کا بھی انتظام کیا جائے گا۔ مرد اور مستورات ہر دو شامل ہو سکتے ہیں۔ چونکہ رہائش کے کمروں کی تعداد محدود ہے۔ لہذا جن اصحاب نے آنا ہو ابھی سے مندرجہ ذیل پتے پر اپنی درخواستیں بھیج دیں۔ تاکہ بعد ازاں جگہ نہ ملنے کے سبب مایوس نہ ہونا پڑے۔ اخراجات۔ مطالعہ۔ سفری

انتظام کا مفصل حال معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کرکے پراسپکٹس منگوائیں۔

مسٹر وی۔ ایم۔ کوشی
انڈیا سنڈے سکول یونین سیکرٹری
ڈاکخانہ ہینو۔ بمقام رانچی صوبہ بہار

تبصرہ

اصلاح دیہات:۔ یعنی دیہات سدھار کے سلسلہ میں اصلاحی گیتوں اور نظموں کا مجموعہ از محمد دین ثاقب بی، اے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس سیالکوٹ و سکرٹری دیہات سدھار کمیٹی تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر۔

صفحات ۱۷۲۔ قیمت ۸/ بلا جلد۔ مجلد سادہ ۱۰/۔ مجلد اعلےٰ ۱۲/

ملنے کا پتہ:۔

محلہ کچی مسجد۔ شہر سیالکوٹ۔ محمد دین ثاقب بی، اے
یا منیجر نذیر پرنٹنگ پریس ہال بازار امرتسر۔

ثاقب صاحب کا تیار کردہ اصلاحی گیتوں اور نظموں کا مجموعہ کیا ہے۔ گویا مختلف رنگ کے بیش بہا منکوں کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ اس تصنیف میں تعلیم۔ زراعت۔

دیہات سدھار۔ حفظِ صحت۔ ٹمپرنس۔ سکاؤٹنگ۔ ریڈکراس
غرضیکہ ہر شعبہ کے متعلق دلچسپ اور عام فہم گیت پائے جاتے
ہیں۔ اِس کتاب کے مطالعہ سے ہر قسم کے ذوق کا شخص
لطف اندوز ہوگا۔ نظموں اور گیتوں کی طرزوں کو دیکھا جائے
تو اتنی آسان اور عام فہم ہیں۔ کہ اِن گیتوں کو میلوں۔ جلوسوں
اور جلسوں کے موقعوں پر باجے اور ڈھولکی کے ساتھ گایا
جا سکتا ہے۔ ٹھیٹھ پنجابی کے پیارے پیارے الفاظ دل
میں کھبے جاتے ہیں۔ دیہاتی بھائیوں کی ناگفتہ بہ حالت کا
حقیقی منظر پیش کرکے جہالت اور مفلسی سے چھٹکارا پانے
کا علاج بھی بتایا گیا ہے۔ امید ہے۔ جن سکولوں میں دیہات
سدھار اور تعلیم بالغان کا کام ہو رہا ہے وہاں اِس کتاب کو
منگوا کر اِس سے فائدہ اُٹھایا جائے گا۔ ہر دیہاتی لائبریری
میں اس کا ہونا لازمی ہے۔

(مدیر معاون)

موگا اخبار

برائے مدرسین

دیہات سدھار بذریعہ مسلسل تعلیم

نمبر ۲	مئی سنہ ۱۹۴۱ء	جلد ۲۱

مدیر: مسٹر کے۔ ایچ۔ ٹامسن ایم۔ اے

مدیر معاون: ریورنڈ ایس۔ کے۔ رائے۔

مدیران اعزازی: مسٹر محمد دین ثاقب بی۔ اے
میاں عبدالعزیز بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

مترجم: خوشحال چند پریم بی۔ اے ڈپلوما لائبریری سائنس

مدرس کے لئے

"جو شخص کہ اپنی زندگی کو بچانے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ وہ اُسے کھوتا ہے اور جو اپنی زندگی کھوتا ہے۔ وہ اُسے بچاتا ہے"

لہذا مدرس کو اپنی زندگی قربان کر دینی چاہئے۔ تاکہ اُس کے طلباء میں اعلےٰ زندگی کی فضا پیدا ہو سکے۔

(ہارپر)

اڈیٹوریل

امریکہ اور یورپ کے جملہ اساتذہ بچوں کی زندگی کی نشو و نما اور اُن کی تربیت کے لئے اسکولوں کو ایک زبردست وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اُن کو پورا پورا یقین ہوتا ہے۔ کہ بچوں کی دماغی جسمانی اور روحانی ترقی کے لئے نہ کوئی دوسرا ادارہ موزوں ہوتا ہے۔ اور نہ ہو ہی سکتا ہے۔ پس وہاں ہر ایک اُستاد اس بات کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔ کہ اُس کے طالب علم اس کی ہدایات اور رہنمائی میں مفید اور پُرمقصد مشاغل کے ذریعے تعلیم حاصل کرتے ہوئے ایسی شخصیتیں بنیں۔ جن کے مدنظر دُنیا میں کوئی نہ کوئی عظیم الشان مقصد ہو۔ اسلئے وہاں سکولوں کے ماحول کو ہمیشہ خوشگوار۔ خوبصورت اور پاکیزہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تاکہ طالب علم تعلیم حاصل کرتے وقت ہشاش بشاش رہیں۔ اُن کے چہروں سے خوشی و مسّرت کے آثار ٹپکیں اور وُہ ہمیشہ توانا و تنومند رہیں۔ نیز بچے سکولوں میں مسکراتے ہوئے آئیں اور شام کو ہنستے ہوئے گھروں کو واپس لوٹیں۔ ان اساتذہ کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے۔ کہ وُہ اپنے طلباء کو زندگی کی وُسعتوں سے رُوشناس کرائیں۔ اور اُن کی زندگی کو آزادانہ ماحول میں پرورش پانے اور تربیت حاصل کرنے کے بیشتر مواقع بہم پہنچائیں تاکہ وُہ بچے اچھے اخلاق اور صحیح شہریت کی تعمیر میں دن بدن ترقی کرتے جائیں۔ آخرکار اُن اساتذہ کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچے آزادی کی فضا میں پروان چڑھتے ہیں۔ وُہ دن بدن ہوشمندانہ طور پر زیادہ سے زیادہ صائب الرا، وسیع النظر اور کام سے محبت کرنیوالے

بنتے جاتے ہیں۔ اور اس طرح ایک بہترین سُلجھی ہوئی قوم کی تعمیر ہوتی جاتی ہے
حاصلِ کلام یہ کہ امریکہ اور یورپ کے اُستاد اور استانیوں کا کام تعلیم کے ذریعے
ایک اچھی قوم کی تعمیر کرنا ہوتا ہے۔

ہمارے مُلک میں تعلیم سے یہ مقصود ہے۔ کہ " خواندگی کو فروغ دیا جائے
اور عوام الناس کو تعلیم کے مبادیات سے رُوشناس کرایا جائے"۔ اس لئے
ہمارے اساتذہ کے سر تعلیمی کام ہیں " پڑھائی لکھائی حساب اور بس" کا مقولہ
کارفرما نظر آتا ہے۔ اور اس مقصد کے حصُول کے لئے وُہ جو عملی طریقہ ہائے
تعلیم و تدریس استعمال کرتے ہیں۔ وُہ کم و بیش " غیر دلچسپ۔ رُوح فرسا۔
اور غیر مآل اندیشانہ" ہوتے ہیں۔ مُدرسین کی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے۔
کہ پہاڑنیاں کہلوا کر اور طوطے کی طرح رٹ لگوا کر بلا سوچے سمجھے علمی باتیں
طلباء کے دماغوں میں ٹھونس دی جائیں تاکہ خواندگی کا مقصد حاصل ہو جائے
ایسے حالات میں مدرّس کو اپنے مقصد کے حصُول میں اس بات کے
دیکھنے کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ کہ آیا اُس کا طریقہ سائنٹفک اور نفسیاتی
ہے یا نہیں۔ اور نہ اس بات کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ وُہ کس طرح
بچّوں کی دلچسپی کو مدِّنظر رکھکر اُن کو تعلیم دے سکتا ہے۔ مدرّس ہر بُرے بھلے
طریقے۔ جَور و جبر سے۔ ظلم و تشدّد سے اور مار پیٹ سے اس مقصد کو حاصل
کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ سکول کا سرکاری
نصاب ڈیلے ٹُلے اس طرح پُورا ہو جاتا ہے۔ لیکن طالب علم جسمانی طور
پر بے حس اور دماغی طور پر بالکل مُردہ سا بن کر رہ جاتا ہے۔ اور فارغ التعلیم
ہونے کے بعد جب لڑکا سکول سے باہر قدم رکھتا ہے۔ تو بصارت سے محرُوم۔
بلند عزائم سے خالی۔ جسمانی تکالیف میں بھرپُور اور ایسا نکھٹو ہوتا ہے۔ کہ اگر

اُسے کہیں ملازمت مل گئی تو خیر ورنہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا ہے۔ اور ماں باپ، ملک و قوم پر ایک بے جا بوجھ بن کر اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے ایک مستقل اور دائمی آزار بن کر رہ جاتا ہے۔ اور چند سالوں کے اندر اندر ہی پھر اَن پڑھ کا اَن پڑھ ہی رہ جاتا ہے۔

الغرض ہمارے ملک میں اساتذہ کرام کا کام تعلیم کے ذریعے "مفید مطلب افراد" پیدا کرنے کی بجائے ایسی قوم کی داغ بیل ڈالنا ہے۔ جو باخبر سمجھدار اور مدبر ہونے کی بجائے بیکار، نا اہل اور نکھٹو ہوتی ہے۔

حضرات۔ اب آپ ہی ملاحظہ فرمائیں۔ کہ مغربی ممالک کے اسکول اپنے بچوں کی کیسی زبردست تربیت کرنے میں مشغول ہیں اور ہمارے ملک کے سکول کس طرح قوم کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ "آخر کیوں"۔ کے جواب پر ملک کے اساتذہ حضرات کو بڑی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ ہمارے اساتذہ کرام اس وجہ کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ کہ آخر یہ اختلاف کیوں ہے۔ اور میں اُن سے بصد ادب کہتا ہوں کہ

ببیں تفاوتِ راہ از کجا تا بکجا است

(عبد العزیز)

ہمارا سالانہ تعلیمی دورہ

[illegible]

[illegible] ضلع شیخوپورہ کے علاقہ [illegible]

[illegible]

کی ٹولیوں میں اپنی منزل گاہوں کی طرف روانہ ہونا شروع کر دیا۔ چونکہ مسٹر کوپ مین صاحب انچارج مشنری علاقہ شرقپور نے طلباء کو اُن کی جگہوں تک پہنچانے کا پہلے ہی سے معقول اور تسلی بخش انتظام کیا ہُوا تھا۔ اس لئے ہمارے لڑکے دُور دراز کے سکولوں میں بھی اُسی دن سہولت اور آسانی سے پہنچ گئے اور دُوسرے دن اپنے تعلیمی کام کو تن دہی سے کرنے کے لئے طیار ہو گئے۔

ہمارے لڑکے علاقہ کے بائیس سکولوں میں کام کر رہے تھے۔ اُن میں سے سولہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے سکول تھے۔ اور چھ مشن سکول تھے۔ ضلع شیخوپورہ کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب اور علاقہ ہذا کے اے ڈی آئی۔ مسٹر فاروقی کی مہربانی سے دیہاتی مدرسین نے ہمارے لڑکوں کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اُن کے قیام اور تعلیمی کام میں اُنہیں ہر قسم کی مدد اور سہولت بہم پہنچائی۔ ہم اُن سب حضرات کے دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہیں۔

مسٹر تھامسن صاحب ایم اے ڈائرکٹر نارمل ڈیپارٹمنٹ ٹور (Tour) کے انچارج تھے۔ اُنہوں نے بارہ فروری کی صبح سے ہی تن دہی کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا۔ صبح کو بنیادی اور انتہائی امور پر گفتگو کرنے کے بعد مختلف سکولوں میں لڑکوں کے کام کی نگرانی کرنے کے لئے اُنہوں نے دَورہ شروع کر دیا۔ مسٹر تھامسن صاحب کے ساتھ اُن کے سٹاف کے تین مدرسین۔ دو دیہاتی مشن سکولوں کے انسپکٹر۔ ایک دیہات سدھار کے محکمے کا افسر۔ مس سمتھ صاحبہ اور مسٹر کوپ مین صاحب کام کر رہے تھے۔ اور اُن کی زیرِ ہدایت مختلف سنٹروں میں طلباء کے کام کی روزانہ دیکھ بھال اور پڑتال کرتے تھے۔ مسٹر تھامسن صاحب اور اُن کے

دوسرے رفقائے کار اکثر سائیکل پر۔ بعض جگہ لاری پر اور کبھی کبھی پیدل یا مسٹر کوپ مین صاحب کی کار میں سفر کرتے اور سکولوں میں جا کر طلباء کے کام کو دیکھتے۔ پروجیکٹ کے سلسلے میں اُن کی مدد کرتے۔ اُن کو سامان کی فراہمی میں مدد دیتے اور تعلیمی مسائل کی عملی مشکلات میں اُن کی رہنمائی کرتے تھے۔ مسٹر تھامسن صاحب نے سب سکولوں کو متعدد بار دیکھا اور ذاتی تکلیف اُٹھا کر بھی دَورہ کو ہر طرح سے کامیاب بنانے میں ہر ممکن کوشش کی بعض وقت موسم کے ناساز گار ہونے کے باوجود بھی نگرانی اور سکولوں کے معائنے کا کام جاری رہا۔ اور لڑکوں کو اُن کے تعلیمی کام میں ہر طرح کی مدد دی اور طلباء کو تعلیمی معلومات اور تجربات سے معمور کیا۔

اِس دَورے میں دو مقاصد کو مدِ نظر رکھکر کام شروع کیا گیا تھا۔

(۱) پرائمری سکولوں کے طلباء کی تخلیقی اور تعمیری قوا کے بیدار کرنے اور اُن کی تربیت کرنے کے لیئے دستی کام کا اجرا۔

(۲) ہمارے اپنے طلباء کا تکمیلِ تعلیم سے پیشتر دیہاتی سکولوں میں کام کرنے کا حقیقی اور ٹھوس تجربہ حاصل کرنا تاکہ وُہ دیہاتی ماحول اور دیہاتی پرائمری مدارس کی عملی مشکلات کو سمجھ سکیں۔ اور سکولوں میں جا کر تعلیمی کام شروع کرنے سے پیشتر اپنی عملی تعلیمی سکیم طیار کر سکیں۔

پہلے مقصد کے حصُول کے لیئے ہمارے طلباء نے سکولوں میں جا کر بچوں کو کتابوں کی جلدیں باندھنا۔ ابری بنانا۔ گتے سے مختلف چیزیں طیار کرنا۔ پیپر ماشی سے گلوب اور کھلونے طیار کرنا سکھایا اور دیہاتی مدارس کے طلباء اور مدرسین کو ردی اشیاء کے مفید استعمال سے آگاہ کیا۔

دُوسرے مقصد کے حصُول کے لیئے طلباء دَورانِ تعلیم میں پیش آمدہ عملی

مشکلات کا ذکر اپنے سپروائزر صاحبان سے کرتے۔ اُن کا حل ڈھونڈتے اور اُن پر عبور حاصل کرکے اپنے تعلیمی کام کو چلاتے اور آئندہ کے استعمال کے لئے اپنے تجربات کو اپنی ڈائریوں میں درج کر لیتے تھے۔

دیہات سدھار کے سلسلے میں ہمارے طلباء نے پانچ مختلف گاؤں میں دیہات سدھار ڈرامے دکھائے اور نصیحت آموز طریقے سے دیہاتیوں کو اُن کی فضول رسموں اور فضول خرچیوں کے متعلق آگاہ کیا۔ دیہات سدھار کے محکمہ کے افسر مسٹر ڈیوڈ دیال چند صاحب کی مدد سے ہمارے طلباء نے گلیوں کو صاف کرنے، نالیوں کے بنانے اور روشندان نکالنے میں دیہاتیوں کی مدد کی۔ میجک لالٹین کے ذریعے دیہات سدھار کی تصاویر دکھائی گئیں اور لیکچر دئے گئے۔ میرا خیال ہے کہ لوگوں نے ہمیشہ ہی ان کاموں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور استفادہ کرنے کی کوشش کی۔ مسٹر کوپ مین صاحب دیہات سدھار میں بہت دلچسپی لیتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ کام اچھی طرح ہو رہا ہے۔ نیر نجنی میں ہمارے دو لڑکوں نے سکول کے بچوں کے ساتھ مل کر ایک ڈرامہ دکھایا۔ لوگوں نے بہت پسند کیا اور لڑکوں کے کام کی خوب تعریف کی۔

تعلیم بالغان کے سلسلے میں ہمارے لڑکوں نے بڑا نمایاں کام کیا ہے۔ ہمارے لڑکے اور لڑکیوں نے کل ایک سو اکاسٹھ بالغوں کو پڑھایا۔ جن میں سے بارہ نے علم کی کنجی یا چابی ختم کی۔ پچاس کے قریب نے تینتیس سے زیادہ صفحے علم دی کنجی پڑھ لئے تھے۔ اور باقی سب کے سب اٹھارہ صفحوں سے اُوپر کتاب پڑھ رہے تھے۔ ہر ایک بالغ اپنا نام لکھنا سیکھ گیا تھا۔ اور چند ایک سادہ اور آسان عبارت بھی لکھ سکتے تھے۔

میرے پاس بالغوں کی لکھائی کے نمونے موجود ہیں۔ جو دیکھے جا سکتے ہیں مِس سمتھ صاحبہ اور ہماری لڑکیوں کی مدد سے آٹھ دس عورتوں نے بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اُن کی تعلیم اب بھی مِس سمتھ صاحبہ کی زیرِ نگرانی جاری ہے۔ ہمارے لڑکے اَن پڑھنے والے بالغوں کو گاؤں کے نمبردار، پٹواری یا مدرس کے سپرد کر کے آئے تاکہ وُہ بالغ اپنی پڑھائی کو جاری رکھ سکیں۔

دینی تعلیم کے سلسلے میں ہمارے مسیحی لڑکوں نے نہایت عمدہ کام کیا ہے۔ دیہاتی مسیحیوں کو دعائے ربانی اور بعض سہل آیات یاد کرانا اُن کا روزانہ کا معمول تھا۔ ہر اتوار کو ہمارے لڑکے مسیحی لوگوں کے ساتھ باقاعدہ سنڈے سکول کا کام کرتے تھے۔ مِس آربسن صاحبہ جو اس کام کی انچارج تھیں وُہ بھی چند ایک دنوں کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔ اس لیے مسٹر کوپ مین۔ مسٹر تھامسن۔ مِس سمتھ اور مِس آربسن صاحبہ نے اِس کام کو بڑی احتیاط اور غور کے ساتھ چلایا۔ اور بڑی کامیابی حاصل کی۔ ایک اتوار کو ایک گاؤں میں کوئی پچاس کے قریب عورتیں علاوہ مرد اور بچوں کے سنڈے سکول میں آئیں۔ اِس کامیابی کا سہرا دونوں مِس صاحبان کے سر پر ہے مَیں حقیقتاً ان کے اس کام کو جو وُہ مسیح کے نام کے پھیلانے کے لیے کر رہی ہیں قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

مورخہ ۲۶ر فروری ۱۹۴۱ء کو تحصیل شرقپور کے ڈسٹرکٹ بورڈ اساتذہ کے لیے ایک بڑی تعلیمی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ ہمارے دوست مسٹر فاروقی صاحب اس کانفرنس کے انچارج تھے اور اس کی صدارت کے فرائض مسٹر فاروقی اور ہمارے محترم بزرگ جناب مولانا عبدالرسول صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول شرقپور نے سرانجام دیے۔

اِس کانفرنس میں موگا سکول کے اساتذہ نے تعلیم جسمانی۔ دستی کام کی اہمیت۔ فری ہینڈ اور سادہ ڈرائنگ اور تعلیم جدید کے اصُولوں پر لیکچر دئے۔ دستی کام کا عملی مظاہرہ کیا اور مُدرّسین کو عملی طور پر کام کر کے دکھایا۔ کہ کس طرح اساتذہ ردّی اور بے فائدہ اشیاء سے زیادہ سے زیادہ تعلیمی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ آخیر پر نمائش کا جو انتظام تھا اُس کو مُدرّسین حضرات نے دیکھا اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ نمائش کا تمام کام مسٹر ڈیوڈ۔ مسٹر پیٹر اور مسٹر فرانسس کے ہاتھ میں تھا۔ اور انہوں نے اس کام کو نہایت اچھی طرح سے نبھایا۔

مسٹر فاروقی صاحب اور مولانا عبدالرسُول اِس دُور اُفتادہ علاقہ میں بڑا ٹھوس اور شاندار تعلیمی کام کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ مَیں نے اِس علاقہ کے تمام سکولوں میں بہت حد تک تعلیم جدید کے اصُولوں کو تعلیم میں استعمال ہوتا ہُوا دیکھا ہے۔ اور کام اس قدر عمدگی اور خوبصُورتی سے ہو رہا ہے کہ بے ساختہ اِن حضرات کے کام کی داد دینے کو دل چاہتا ہے۔ گورنمنٹ سکول، شرقپور تو گویا جنگل میں منگل ہے۔ سکول کیا ہے ریگستان میں ایک خوشنما نخلستان ہے۔ ایسے بیدار مغز اور ہوشمند حضرات کی محکمہ جس قدر بھی قدر کرے کم ہے۔ اور جس قدر بھی حوصلہ افزائی کرے تھوڑی ہے۔ مَیں ہر دو اصحاب کی خدمت میں اُن کے اعلےٰ تعلیمی کام پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

۲۶ر فروری کو دن کے ایک بجے روانگی ہُوئی۔ پادری کوپ مَین صاحب نے اپنے ہاتھوں سے سب کا سامان لاریوں میں لادا اور بڑی محبت۔ پیار سے ہمیں رخصت کیا۔ مسٹر کوپ مَین اُن مشنریوں میں سے ہیں۔ جن کو ہندوستان

سے محبت ہے عشق ہے اور والہانہ عشق ہے۔ وُہ ملک کی ہر ممکن طریقہ سے خدمت کر رہے ہیں۔ زمینداروں کی فلاح و بہبود اور اُن کو مفید مشورے دینے کے لیئے انہوں نے ایک بہت بڑا زراعتی فارم کھول رکھا ہے۔ دیہات سُدھار کے سلسلے میں وُہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں۔ اور لوگوں کی زندگی کو بہتر بنانے میں اُن کو مفید لیکچر اور ہدایات دیتے ہیں۔

پادری صاحب موصُوف بہت ملنسار۔ خدمتگذار اور خود انکار ہیں۔ اور اُن کا وجُود علاقہ شرقپور کے مسیحی عوام کے لیئے بے حد مفید ہے۔ مجُھے تو اُن سے ایک قسم کی عقیدت ہے اور مَیں یہ سطور بطور شکر گذاری کے لکھ رہا ہوں۔

خدا کرے۔ کہ مسٹر کوپ مِین بہت عرصہ تک ہمارے ملک کی خدمت کے لیئے زندہ رہیں۔ آمین۔

دَورہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ ہم نے دیہاتی مُدرسین سے اور دیہاتی اساتذہ نے ہم سے بہت حد تک تعلیمی استفادہ کیا۔ مسٹر تھامسن صاحب اس دَورے کی تکمیل پر جتنا بھی ناز کریں تھوڑا ہے۔ کیونکہ دَورہ ہر لحاظ سے کامیاب اور مفید رہا ہے۔ مَیں اِس دَورے کے حُسنِ انتظام اور خود انکارانہ محنت پر مسٹر تھامسن صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں +

(میاں عبدالعزیز)

ناکامیاں

زندگی کی ناکامیوں سے مایوس نہ ہو + وُہ زندگی کامیاب نہیں جو فقط کامرانی ہو۔ وُہ خوشی خوشی نہیں کر سکتی جو درد والم کی قیمت دیکر حاصل نہ کی گئی ہو۔
دن کی جلوہ گری رات کی پردہ پوشی سے ہے۔ دید کا لطف غمِ فراق کا دستِ نگر ہے۔
زندگی کی فتح اُس کی شکستوں اور سے ہے۔ (مرسلہ ابراہیم نور)

پرائمری سکول

نوٹ :- پنجاب گورنمنٹ کی مقرر کردہ نظرثانی نصاب کمیٹی کی رپورٹ کے بعض حصّے چونکہ نارمل سکولوں میں زیرِ تربیت مدرّسین کے نصاب کا ایک جزو ہیں اور پرائمری سکولوں کے اساتذہ حضرات کے لئے ان کا مطالعہ بے حد مفید ہے اس لئے موگا اخبار برائے مدرسین کے شیوع میں ایسے مدرسین کے مطالعہ کے واسطے رپورٹ ہذا کا باب پنجم (پرائمری سکول) اقساط کے ساتھ درج کیا جائیگا۔ امید ہے کہ اساتذہ کرام اس کے مطالعہ سے استفادہ کرینگے۔ (عبدالعزیز)

پرائمری سکول ——

پرائمری جماعتوں کی تعلیم کے مقاصد

کسی نصاب کو مفید اور موثر بنانے کے لئے اشد ضروری ہے۔ کہ کوئی واضح اور قطعی مقصد مدِ نظر ہو۔ اگر پیشِ نظر مقاصد غیر معین اور مبہم ہوں گے۔ تو یقین جانئے۔ کہ ایسے مقاصد کے حصُول کے پیش نظر جو بھی جد وجہد کی جائے گی اس کے نتائج غیر واضح اور غیر نمایاں ہونگے۔ بعینہٖ یہی حالت آج ہم اپنے گرد و پیش دیکھ رہے ہیں۔ اگر ایک طرف وہی پرانے مقاصد پیشِ نظر ہیں تو دوسری طرف نتائج بھی دقیانوسی قسم کے برآمد ہو رہے ہیں۔ ہمیشہ اس بات کو دُہرایا گیا ہے۔ کہ پرائمری سکول کی تعلیم کا اصل مقصد یہ ہے کہ صُوبے کے عوام الناس کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو دولتِ علم سے مالا مال کیا جائے۔ یہاں تک کہ "ہندوستان میں تعلیم" کی پنج سالہ

رپورٹ مرتبہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں بھی پرائمری تعلیم کا بہ الفاظ ذیل یہی مقصد بیان کیا گیا ہے۔

"پرائمری تعلیم سے یہ مقصود ہے۔ کہ ملک میں خواندگی کو فروغ دیا جائے اور عوام الناس کو تعلیم کے مبادیات سے روشناس کرایا جائے" "حساب اور بس" کا مقولہ ہر سکول کی دیواروں پر آویزاں ہوا کرتا تھا۔ آج خواندگی کو فروغ دینے کا یہ مقصد متعدد سکولوں میں غیر دلچسپ! روح فرسا اور غیر مآل اندیشانہ طریق ہائے تدریس کے ذریعے حاصل کیا جا رہا ہے۔ آج پہاڑیاں کہلا کر اور طوطے کی طرح رٹ لگوا کر بلا سوچے سمجھے علمی باتیں طلباء کے دماغوں میں ٹھونسی جا رہی ہے۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح یہ مدعا حاصل کیا جا سکے۔ اگرچہ بہ ظاہر پرانے اور فرسودہ طریق ہائے تدریس اس مقصد کے حصول میں ممد و معاون بن رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اِن طریقوں کے ذریعے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ وہ مستقل اور دیرپا ثابت نہیں ہوئے۔

ہر وہ چیز جسے بہ تعجیل تمام پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہو پختگی اور پائیداری کے لحاظ سے بے حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ ہمارے سکولوں میں قواعد کرانے۔ پڑھائی کے بارے میں حافظہ سے فائدہ اٹھانے۔ امتحان لینے اور معائنہ کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن اس بات میں کسی شک و شبہ کی اب قطعاً گنجائش نہیں رہی۔ کہ اب اس مقصد کے حصول کے لئے جو طریقے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ وہ غیر سائنٹیفک اور غیر نفسیاتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سیلبس تو بیشک پورا ہو جاتا ہے اور نصاب بھی تمام و کمال ختم کر دیا جاتا ہے لیکن اصل مقصد کے حصول میں غیر معمولی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اب درس و تدریس کے سلسلہ میں طلباء کی طرف سے

گرمجوشی کی بجائے مردہ دلی کا اظہار ہو رہا ہے۔ اور طلباء کی حالت یہ ہو گئی ہے۔ کہ انہیں جو پڑھایا جاتا ہے وہ پڑھ لیتے ہیں۔ پڑھائی میں خود دلچسپی لینے کا شوق ناپید ہے۔ اس سلسلہ میں مسٹر وڈ اور مسٹر ایبٹ نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۱۱ پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ہم اُن کی تہ دل سے تائید کرتے ہیں:-

"بعض حلقوں کی طرف سے اس امر پر زور دیا گیا ہے۔ کہ پرائمری تعلیم کا اصل مقصد ملک میں مستقل خواندگی کو فروغ دینا ہے۔ ہماری رائے میں کسی مرحلہ پر تعلیم کا یہ مقصد قرار دینا ایک نادرست اور غیر معقول نظریہ ہے۔ اگر ہم اس نظریے کو تسلیم بھی کر لیں تو ملک میں خواندگی کا یہ مقصد موجودہ طریقۂ تعلیم سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح خوشی اور مسرت کو اضافی حیثیت حاصل ہے۔ اور اسے کسی کوشش اور سعی سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اسی طرح محض خواندگی کے حصول کو اپنا محدود مقصد قرار دے کر جدوجہد کرنے سے کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ ہاں موجب اطمینان مشاغل کے ذریعے یہ مقصد بھی حاصل ہو جائے تو بعید از قیاس نہیں ہے۔ خواندگی کا مسئلہ محض پڑھائی لکھائی سے حل نہیں ہو سکتا۔ اس کا حل اس راز میں مضمر ہے کہ نہ صرف اس پڑھائی لکھائی سے مزید استفادہ کیا جائے۔ بلکہ پڑھے لکھے لوگوں سے گفتگو کی جایا کرے۔ اور ان کی باتوں کو بغور سنا جائے۔ ننھا طالب علم اُس وقت تک ان عام چیزوں میں مہارت حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اُس کے اندر ان ضروری باتوں کے سیکھنے کا صحیح ملکہ پیدا نہ کیا جائے۔ موجودہ نظام تعلیم میں کتابیں رٹنے۔ حفظ کرنے اور کہانیاں کہنے کو اہمیت تو ضرور حاصل ہے۔ لیکن ننھے طالب علم کی تعلیم یہیں ختم نہیں ہو جاتی"۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ "تعلیم نہ صرف زندگی کی کشمکش کے لئے قبل از
وقت تیاری کا نام ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو تعلیم ہی زندگی ہے۔ تعلیم سے یہ
مقصود ہے کہ اُستادوں کی ہدایت و رہنمائی میں اُس نتیجہ بخش سرگرمیوں
کے لئے سلسلے کے ذریعے طلبار کی جسمانی ذہنی اور روحانی ترقی کا بندوبست
کیا جائے۔ جس کا حلقۂ عمل اِس ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ روز بروز
وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ اور جس کا تعلق نہ صرف کمرۂ جماعت کی محدود زندگی
سے ہوتا ہے بلکہ بیرُوں جماعت دنیا کی ہر چلتی پھرتی شے سے ہوتا ہے"۔ اِس
لئے صحیح تعلیم سے یہ مقصود ہونا چاہئے۔ کہ طلباء کو ایسی شخصیتیں بنایا جائے۔
جن کے مدِنظر دنیا میں کوئی نہ کوئی عظیم الشان مقصد ہو۔ یہ نہیں کہ تعلیم
طلباء کو اُن نکھٹوؤں کی طرح بنا دے جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔
اور جن کی زندگی میں کوئی عزم و مقصد نہیں ہوتا"۔

آج کل ماہرینِ تعلیم اور مسلّمہ شخصیتوں نے تعلیم کے مقاصد کی تشریح
فرمائی ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک پرائمری تعلیم کے اغراض و مقاصد کی بہترین تشریح
وُہ ہے جو کتاب موسومہ "اُستادوں کے لئے ہدایات کی نوٹ بک مطبوعہ
سنہ ۱۹۲۷ء کے صفحات ۸، ۹ پر دی گئی ہے:۔

" سرکاری ابتدائی سکول اِس لئے جاری کئے گئے ہیں کہ اُن میں
جو بچّے داخل ہوں۔ اُن کے اخلاق درست کئے جائیں۔ اُنہیں زیادہ ذہین و
فہیم بنایا جائے اور ابتدائی تعلیم کے لئے جو میعاد مقرر ہے۔ اس میں اُن
بچّوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے۔ نیز طلباء اور طالبات کو اُن
کی مختلف ضروریاتِ زندگی کے مطابق اس قدر امداد دی جائے۔ کہ وُہ
کشمکشِ حیات میں عملی اور دماغی لحاظ سے مناسب حصّہ لینے کے قابل بن

سکیں"۔ اس مقصد کے پیشِ نظر اُن سکولوں سے یہ توقع رکھی جائے گی۔ کہ وہاں بچّوں کو اس قدر قابل بنایا جائے۔ کہ وُہ زندگی کے مسائل اور دینی حقائق کا نہایت احتیاط سے مطالعہ اور مشاہدہ کر سکیں۔ اور اُن کے فہم و ادراک کو اس حد تک صیقل کیا جائے۔ کہ یہ بچّے قدرت کے عام حقائق و قوانین سے نہایت ہوشمندانہ طریق پر رُوشناس ہو جائیں۔ اس تعلیم سے یہ غرض ہے۔ کہ وُہ بنی نوع اِنسان کی فلاح و بہبود کے لئے بچّوں کے دِلوں میں اعلےٰ مقاصد اور بلند عزائم کا ایک غیر فانی جذبہ پیدا کر دے۔ اُنہیں اپنے ملک کے لٹریچر اور اُس کی تاریخ میں تھوڑی بہت شُد بُد حاصل ہو جائے۔ اُن طلباء کو اس قابل بنایا جائے۔ کہ انہیں اپنے خیالات کا اظہار کرتے وقت زبان پر کافی قُدرت حاصل ہو۔ اور جہاں اُن کے دل میں اِس حقیقت کا احساس ہو۔ کہ اُن کے علم کا دائرہ نہایت محدُود ہے وہاں اُن کے دل میں یہ شوق پیدا کیا جائے۔ کہ وُہ سکول چھوڑ دینے کے بعد خود اپنی کوششوں سے محدُود علم کو مزید مطالعہ سے چار چاند لگا دیں"۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضرُوری ہے۔ کہ سکول میں بچّوں سے بہترین قسم کا کوئی عملی کام اور دستی کام لے کر اُن کی اس طبعی خواہش کی تکمیل کی جائے۔ جو ہر بچّے کے دل میں اپنے ہاتھ سے کام کرنے اور ہر چیز کو بغور دیکھنے کے متعلق موجود ہوتی ہے۔ بچّوں کو اس بات کے لئے ہر ممکن موقع بہم پہنچایا جائے۔ کہ وُہ اپنی جسمانی صحت کو بہتر اور زیادہ مضبُوط بنا سکیں۔ لیکن اس جسمانی صحت کو مضبُوط بنانے کے لئے اُن بچّوں سے نہ صرف قواعد کرائی جائے۔ اور اُن کے دل میں مل جُلکر کھیلنے

کا شوق پیدا کیا جائے بلکہ انہیں صحت کے عام فہم اصولوں پر تربیت دے کر اُن پر کاربند ہونے کی تلقین کی جائے۔

اگرچہ پرائمری تعلیم کا یہ ثانوی مقصد ہے۔ تاہم اسے اہمیت ضرور حاصل ہے۔ کہ ایسے بچے ڈھونڈے جائیں جو غیر معمولی طور پر ذہین ہوں۔ اور سکول کے دیگر بچوں کو نقصان پہنچائے بغیر ایسے بچوں کی پڑھائی لکھائی پر خاص توجہ دی جائے۔ حتیٰ کہ ان خاص قابلیتوں میں اس قدر اضافہ ہو جائے۔ کہ وہ مناسب وقت پر پرائمری سکول پاس کر کے ثانوی سکولوں میں داخل ہو سکیں۔ اور اس نئی تعلیم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

اگرچہ اُستادوں کو اس بارے میں بہت کم مواقع میسر آتے ہیں۔ لیکن با ایں ہمہ وہ بچوں کے اچھے چال چلن کی داغ بیل ضرور ڈال سکتے ہیں۔ اُستاد اپنی نیک مثال سے اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے اور اس احساسِ ضبط و نظم سے کام لیتے ہوئے جو سکولوں کا طُغرائے امتیاز ہونا چاہیے۔ بچوں کے دلوں میں یہ جذبہ پیدا کر سکتے ہیں۔ کہ وہ مشکلات کے وقت محنت، خود ضبطی اور بہادرانہ مستقل مزاجی کا ثبوت دیں۔ اُستاد بچوں میں یہ عادت استوار کر سکتے ہیں۔ کہ وہ ہر پاکیزہ چیز کی قدر کریں۔ ذاتی ایثار سے کام لینے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ اور صفائی و سچائی کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں۔ اُستاد بچوں میں احساسِ فرض پیدا کر سکتے ہیں۔ اُستاد بچوں میں دوسروں کی عزت کرنے کا جذبہ پیدا کر سکتے ہیں۔ جس پر بے غرض اور بے لوث زندگی کا آئندہ قصر تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی عادت تمام پاکیزہ اخلاق اور اچھے چال چلن کی صحیح

بنیاد ثابت ہوتی ہے۔ سکولوں کی اجتماعی زندگی کے ذریعے بالخصوص کھیل کود کے میدان میں بچوں کو راستبازی اور ایمانداری سے کام لینے اور ایک دوسرے سے وفاداری کا اظہار کرنے کی رغبت دلانی چاہیئے۔ کیونکہ آنے والی زندگی میں جس جذبۂ نیت کی ضرورت پڑے گی اس کی ابتدا یہیں سے ہوگی۔

اس تمام جدّ و جہد میں استادوں کو چاہیئے کہ حتّی الوسع بچوں کے والدین کو اس امر کی تلقین کرتے رہیں۔ کہ وہ اوّل الذکر کے ساتھ تعاون کریں۔ اور ان کی کوششوں میں دلچسپی لیں۔ تاکہ یہ بچے نہ صرف آئندہ خود مکمل طور پر اصلاح یافتہ نوجوان بن جائیں بلکہ اپنی قوم کے لیئے نہایت درجہ کے راستباز اور مفید افراد بن جائیں۔ اور اپنے وطنِ عزیز کے قابل فرزند ثابت ہوں۔ ہندوستانی دیہات میں پرائمری تعلیم کے اغراض و مقاصد کی ایک واضح اور طویل تشریح ڈاکٹر مین اور کاٹ نے اپنی کتاب موسومہ "بہتر دیہاتی سکول" (Better village Schools) میں بیان فرمائی ہے:۔

"سکول اس لیئے قائم کیا جاتا ہے۔ کہ اچھے اخلاق اور صحیح شہریت کی تعمیر میں طالب علم کا ہاتھ بٹایا جائے اور یہ اخلاق اور صحیح شہریت کیا ہیں؟

ا۔ مستقل راستبازی اور جرأت آمیز اصول۔

ب۔ اپنے خاندان۔ سکول۔ گاؤں اور قوم کی خدمت کے وقت دوسروں کے ساتھ اشتراکِ عمل کا ثبوت دینا اور نیک نیتی اور معاشرتی ترقی کی سرپرستی کرنا۔

ج۔ ہندوستان کی بہترین یادگاروں کی قدردانی نیز مادرِ وطن اور دیگر ممالک کے بلند ہمت اور عالی حوصلہ فرزندوں کی عزت افزائی کرنا۔

د ۔ زندگی کے ارفع معیار میں اپنے کارہائے نمایاں سے پے در پے اضافے کرنا۔ سکول سے یہ مقصود ہے۔ کہ وُہ ہر طالب علم کو دُوسروں کے ساتھ سادہ طریق پر زبانی اور تحریری تبادلۂ خیالات کرنے میں مدد دے۔ نیز سکول کی تعلیم کا یہ مقصد ہے۔ کہ طالب علموں میں مندرجہ ذیل امور کا ملکہ پیدا کیا جائے۔

ا ۔ طالب علم صاف اور صحیح تقریر کر سکے۔ معقول سوالات دریافت کر سکے۔ صحیح معلومات بہم پہنچا سکے۔ اور مفید کہانیاں سُنا سکے۔

ب ۔ ماضی اور حال کے بہترین خیالات اور کارہائے نمایاں کے تذکروں کو سمجھ سوچ کر ذہن نشین کرنے کے لئے مطالعہ کر سکے۔

ج ۔ مفید خیالات سے دوسروں کو مستفید کرنے کے لئے بلند آواز سے پڑھ سکے اور لکھ سکے۔

تعلیم ایسی ہونی چاہئے جو ہر لڑکے لڑکی کے قوا مضبُوط کر دے اور انہیں سیر و تفریح کا موقعہ دے۔

ا ۔ بچّوں کو اُن ضروری امور اور اُن عادات سے آگاہ کیا جائے جن سے ایسی صحت میسّر آ جائے۔

ب ۔ بچّے کی صحت مضبُوط ہو۔ اُس کے قویٰ مناسب ہوں اور اُس کا وزن رُو بہ ترقی ہو۔

ج ۔ بچّوں کے دلوں میں اس امر کا احساس پیدا کیا جائے۔ کہ وُہ گاؤں اور سکول کی صفائی کے ذمّہ وار ہیں۔

د ۔ بچّوں کے دل میں مُوزوں کھیلیں، دیہاتی ناچوں اور قواعد میں جسمانی طور پر لُطف اندوز ہونے کا شوق پیدا کیا جائے۔

ہ ۔ فرصت کے وقت کو دماغی اور جسمانی ترقی کے لئے بہترین طور پر استعمال

کر سکے۔

ۉ۔ موسیقی۔ ڈرامہ اور دیگر فنونِ لطیفہ کی حوصلہ افزائی کرنے کا ملکہ پیدا کیا جائے۔ سکول کا مقصد یہ ہے۔ کہ اپنے طلبا میں عملی کام کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔ ان عملی کاموں میں حسب ذیل امور شامل ہیں:۔

ا۔ اعداد و شمار اور پیمائش کے کاموں میں جو دیہاتیوں کے لئے ازحد مفید ہوتے ہیں ملکہ پیدا کیا جائے۔

ب۔ قدرتی ماحول۔ زراعت۔ گلہ بانی اور دیہاتی دستکاری کا شوق پیدا کیا جائے۔

ج۔ بچوں کے انفرادی رجحانات کو پختگی پر لانے کے لئے معمولی اوزاروں اور طریقوں کے استعمال کی مہارت پیدا کی جائے۔

د۔ بچوں میں فائدہ بخش خرید و فروخت اور عام اشیاء کے استعمال کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

ہ۔ بچوں میں اس امر کا سلیقہ پیدا کیا جائے۔ کہ وُہ مالی اعتبار سے کسی کے جھانسے میں آنے نہ پائیں۔ اس موضوع کے متعلق ہندوستانی آئینی کمیشن کی رائے حسب ذیل ہے:۔

" طالب علم کو ایسی چیزیں پڑھائی جائیں اور اُس سے ایسے سوالات حل کرائے جائیں جو اُس کی گردوپیش کی زندگی کے لئے ضروری ہوں۔ بے شمار دیہات میں اس امر کی اشد ضرورت ہے۔ کہ وہاں دیہاتیوں کی بود و ماند میں اصلاح کی جائے۔ اچھی صفائی ہو۔ طبی امداد باسانی میسر آسکے۔ قرضے سے نجات حاصل ہو اور معاشرتی و ذہنی بیداری عام پائی جائے۔ اس لئے ہماری قطعی رائے ہے۔ کہ ہر دیہاتی سکول کے فرائض

میں یہ بات شامل ہونی چاہئے۔ کہ وُہ نہ صرف طلباء کو زیورِ علم سے آراستہ کریں بلکہ اس سے بھی اعلےٰ تر مقصد کے حصُول کے لئے انتہائی کوشش سے کام لے اور وُہ اعلےٰ تر مقصد یہ ہے۔ کہ ہر پہلو میں دیہاتی زندگی کا معیار بلند کیا جائے۔ ایک ایسا سکول جہاں طلباء کی حاضری بالعمُوم کافی ہو۔ اور جس کی پڑھائی اُس سکول کے گرد و پیش علاقہ کے حالات سے پُوری پُوری مطابقت رکھتی ہو۔ بچوں کو حفظانِ صحت۔ جسمانی تربیت بہتر صفائی، کفایت شعاری اور خود اعتمادی کے متعلق مفید مضامین کے متعلق بے شمار فائدہ مند باتیں سکھا سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض قابلِ ذکر مثالوں سے ثابت ہُوا ہے۔ خود سکول کو دیہات میں نہایت قابلِ عزت اور قابلِ قدر حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہ سکول بقدرِ توفیق گاؤں کے لوگوں کو ضرُورت کے وقت معمُولی طبی امداد بہم پہنچاتے ہیں۔ بالغوں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ ان سکولوں کا عملہ دیسی زبانوں کی کتابیں سُنا کر دیہاتیوں کو محظوظ کرتا ہے اور اس کے علاوہ یہ سکول دیہات میں وقتاً فوقتاً دلچسپ تفریحات کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

حتی الامکان بچپن ہی میں بچوں کو تندرست، خوش و خرم، طاقتور اور ذہین بنانے کی کوشش کی جائے۔ تاکہ جب بچے اپنے وسیع تجربہ کے ساتھ بالغ ہو جائیں تو زندگی کے عام حقائق کو بآسانی سمجھ سکیں۔ اور زندگی کے ضرُوری امُور میں بغیر کسی دقت کے شاندار کامیابیاں حاصل کر سکیں۔

(مضمون جاری ہے۔ ۔ ۔ ۔ باقی آئندہ)

(عبدالعزیز)

دَورِ حاضرہ کا مدرّس

(گذشتہ سے پیوستہ۔ قسط دوئم)

نوٹ۔ پہلی قسط میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ زمانۂ قدیم میں مدرّس کی کس قدر تعظیم کی جاتی تھی۔ اور اس کے بعد یہ بتایا گیا تھا۔ کہ مدرّس کی پوزیشن اور اس کے وقار میں اس قدر کمی اور انحطاط کیوں واقع ہو گیا ہے۔ اب اس قسط میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مدرّس اپنی کھوئی ہوئی عزّت اور وقار کو کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے۔ کہ اب جب کہ مدرّس کی حیثیت اور پوزیشن میں اس قدر انحطاط واقع ہو چکا ہے۔ تو کس طرح وُہ طلباء سے محبت کا خراج حاصل کرے۔ اور اُن کے دلوں میں کس طرح اپنا وقار اور احترام پیدا کرے۔

اِس کے جواب میں جَیبؔ مَین ڈکاؤنٹ کی کتاب "اصولِ تعلیم" کا ایک صفحہ جس کا ترجمہ حکومت پنجاب کی مقررّ کردہ نظرثانی نصاب کمیٹی کے صفحہ اوّل پر چھپا ہے یہاں پر درج کرتا ہوں۔ اِس کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ زمانہ حال کا طالب علم مدرّس سے کیا کچھ سیکھنے کی توقع رکھتا ہے۔ اور زمانہ حال کا مدرّس کیا کچھ پڑھا کر طلباء سے محبت کا خراج حاصل کر سکتا ہے۔ لکھتا ہے:۔ "سکول کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اُستاد نے مُڑ کر دیکھا۔ تعلیم کے مشتاق طُلباء کی ایک جماعت آتی

دِل دکھائی دی۔ اُستاد کے دل نے اُچھل کر اُن کا خیر مقدم کیا۔ اور اُس نے کہا۔ "بچو! تم مجھ سے کیا کچھ سیکھنا چاہتے ہو؟"

طلباء نے عرض کیا "آپ ہمیں یہ بتائیں کہ ہم اپنی تندرستی کو کس طرح برقرار رکھ سکتے ہیں۔ آپ ہم میں اچھی چیزوں سے محبت کرنے کا ذوق پیدا کریں۔ آپ ہمیں یہ دریافت کرنے میں امداد دیں۔ کہ ہم میں کون کون سی صلاحیتیں موجود ہیں اور ہم میں کون کونسے کام کرنے کی صلاحیت بدرجۂ احسن موجود ہے۔

ہمیں بتائیے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خوشی کیسے کام کر سکتے ہیں تاکہ بالآخر ہم اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کا گُر سیکھ جائیں۔

ہمارے دلوں میں کئی حسین چیزوں کے تصورات بستے ہیں۔ آپ ہمیں ان تصورات کو نقوش یا مجسموں کی صورت میں منتقل کرنے کا سلیقہ سکھا دیں۔ آپ ہمارے دستکاری کے اڈے۔ لکھنے کی میز۔ تختۂ سیاہ غرض ہر جگہ کام کرنے کا سلیقہ پیدا کریں۔ اور اس کے علاوہ جب کبھی ہماری طبائع کا رجحان اس طرف ہو تو آپ ہمیں خاموشی سے لائبریری کی پُرسکون فضا میں علم کے موتی رولنے کے لئے تنہا چھوڑ دیں۔

آپ ہماری رہنمائی فرمائیں تاکہ ہم اپنی زبان خوبصورتی کے ساتھ بولنا اور لکھنا سیکھ جائیں۔ ہم بعض ایسے مسائل پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے ساری دُنیا کو خرخشے میں ڈال رکھا ہے۔ آپ اس بحث میں ہماری قیادت فرمائیں۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ کل کلاں ہمیں ہی ان مسائل کا حل دریافت کرنے کی مشکل سے دوچار ہونا پڑے۔ آپ ہمارے

ساتھی بن جائیے اور ہمارے ساتھ کھیلوں میں شریک ہو جائیے۔ ہمیں زندگانی کا بھید بتایئے اور ہمارے لئے دُنیا کے عجائبات کے پردے ہٹا دیجئے۔ اور ہم سے محبت کا خراج لیجئے"۔

یہ ہے وُہ تعلیم جو مدرّس کے گذشتہ وقار کو دوبارہ پیدا کرے گی۔ اور یہ ہے وُہ علم جو بچّوں کے دِلوں میں مدرّس کے لئے احترام پیدا کریگا۔ مگر تجربہ بتا رہا ہے کہ زمانہ حال کے مدرّس نے جو علم حاصل کر رکھا ہے اس کو ان مسائل سے دُور کا بھی تعلّق نہیں ہے اور اگر طلباء کا یہ مطالبہ بدستور جاری رہا تو اُستاد کا چہرہ افسردہ ہوگا اور اسے کرۂ جماعت سے واپس لوٹنا پڑے گا۔

اب جب کہ زمانۂ حال کے طالب علم کا مطالبہ مندرجہ بالا قسم کی تعلیم حاصل کرنے کا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدرّس طلباء سے اس مطالبہ کو پُورا کرنے کے لئے خود کس قسم کی تعلیم و تربیت حاصل کرے۔ کہ وُہ بحُسن و خُوبی اس مطالبہ کو پُورا کر سکے۔ خود اپنی ذات میں کس قسم کے اوصاف اور عادات پیدا کرے۔ کہ طلباء مدرّس کے ساتھ مانوس ہو کر ہر روز مُسکراتے ہُوئے چہروں اور اخلاص بھرے دل کے ساتھ دَوڑتے ہُوئے مدرّس کے پاس آئیں اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے ذاتی اندرونی خواہش کے ساتھ تمام دن خوشی خوشی اُس کے ساتھ تعلیم میں مصروف رہیں۔ اس بارے میں فنِ تعلیم کے چند ماہرین نے جو مدرّس کے اوصاف بیان کئے ہیں ان کو یہاں بعینہٖ درج کرتا ہوں۔

جناب آنریبل سر سکندر حیات خاں صاحب وزیرِ اعظم پنجاب فرماتے ہیں۔ کہ" ہر قوم کی فلاح و ترقی کا انحصار اُس کے افراد کی

صحیح اور موزوں ذہنی۔ جسمانی اور اخلاقی تربیت پر منحصر ہے۔ ہر ذی روح میں ذوقِ نمو موجود ہے۔ لیکن اس کی داخلی قوتوں کے صحیح نشو و ارتقا کے لئے ایک قابل اور ہمدرد رہبر اور مشفق کی ضرورت ہے۔ اور اسی رہبر و نگران کا نام مدرس ہے"۔

گویا جناب وزیر اعظم صاحب کے قول کے مطابق مدرس قابل۔ ہمدرد اور مشفق ہوتا ہوا بچوں کی صحیح اور موزوں جسمانی اور اخلاقی تربیت کرنے والا ہونا چاہئے۔ اور حقیقتاً یہی سب سے بڑا وصف ہے جو مدرس میں ہونا چاہئے۔

جناب آنریبل میاں عبد الحی صاحب وزیر تعلیم پنجاب فرماتے ہیں۔ کہ "قوم کی تعمیر مدرس کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مدرس اخلاقِ حسنہ کا بہترین نمونہ ہو۔ تاکہ اس کے شاگرد قوم کے مفید افراد اور مادرِ وطن کے قابل فرزند ثابت ہوں"۔

جناب سید سلیمان ندوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "مدرس ہی ملک و ملت کی آئندہ قسمت کے مالک ہیں کیونکہ ملک و ملت کی وہ ہستیاں جو آگے چل کر ملک و ملت کی خدمت گذار اور قوم کے آئندہ افراد بننے والے ہیں۔ وہ مدرس ہی کی امانت میں سپرد ہیں۔ پس مدرس ہر کام میں اپنی اس ذمہ داری کو نہ بھولیں کہ آپ نے بچوں کو انسان بنانا ہے"۔

جناب آنریبل ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر تعلیم صوبہ بہار تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "مدرسین کا فرض ہے۔ کہ وہ قوم کے نونہالوں کو ہندوستان کے مجلسی۔ ملکی اور اقتصادی احیا کے لئے کارکنوں کی ایک منضبط اور

ہوشیار جماعت کے رکن بنا کر مادرِ وطن کی قابل قدر خدمات سرانجام دینے کے لئے تیار کرے"۔

جناب جے۔ لیچ ولسن صاحب سپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن بلوچستان فرماتے ہیں کہ "چونکہ مادرِ وطن کو ایسے سپوتوں کی ضرورت ہے جو صحیح الجسم۔ محنت پسند سمجھدار۔ بے لوث۔ خود انکار۔ مستعد اور متحمل مزاج ہوں۔ اس لئے مدرس اگر اپنی ہستی کا جواز پیش کرنا چاہتا ہے۔ تو اُس کو چاہئے۔ کہ بچوں میں مندرجہ بالا اوصاف پیدا کرے"۔

گویا جناب ولسن صاحب بہادر کے خیال میں مدرس کی ہستی کا ثبوت ہی تب مل سکتا ہے۔ جب وُہ مندرجہ بالا اوصاف۔ بچوں میں پیدا کر سکے اور یہ ہے بھی بالکل سچ۔ کیونکہ تعلیم لکھنے۔ پڑھنے اور گنتی کی قابلیت پر مشتمل نہیں ہے بلکہ قوائے انسانی کی صحیح نشو ونما کا نام ہے۔ ان تمام گرامی قدر حوالہ جات کے یہاں درج کرنے سے میری مراد یہ ظاہر کرنا تھا۔ کہ وُہی مدرس زمانہ حال کے طلباء کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ اور اُن کو تعلیم دے سکتا ہے جو خود قابل۔ ہمدرد۔ مشفق۔ راہبر اور قائد ہوتا ہُوا بچوں کی صحیح اور موزوں جسمانی۔ دماغی اور اخلاقی تربیت کر سکے۔ جو قوم کے بچوں کو ملک و ملت کے خدمتگذار اور اُن کو آئندہ قوم کے مفید اور کار آمد افراد بنا سکے۔ جو ملک کی مجلسی۔ ملکی اور اقتصادی احیا کے لئے بچوں کی ایسی تربیت کرے۔ کہ وُہ محنت پسند۔ سمجھدار بے لوث مستعد اور متحمل مزاج اور خود انکار بنتے ہُوئے صحیح معنوں میں شہری بننے کی اپنے اندر صلاحیت اور اہلیت پیدا کریں۔ مدرس خود اپنی ذات میں قابل۔ رمز شناس۔ ماہرِ علم النفس۔ وسیع الذرائع اور وسیع المعلومات

ہو۔ اور وُہ دلچسپ اور قدرتی طریقوں سے بچّوں کو پڑھا سکے۔ وُہ بچّوں کی دلچسپیوں سے واقف ہوتا ہُوا اُن کی دلچسپیوں کو ذریعۂ تعلیم بنا سکے۔ اور بچّوں میں مذہبی رواداری۔ باہمی اتحاد و اخوّت اور اشتراک عمل کے جذبات پیدا کر سکے۔ یہی وُہ اوصاف ہونگے جن کی بدولت وُہ بچّوں سے خراجِ محبّت وصُول کر سکے گا۔ اور اُن کے دلوں میں اپنی جگہ پیدا کر سکے گا۔

اُستاد بالغ نظر ہونا چاہئے تاکہ سکول میں کبھی مضحکہ خیز صورتِ حالات پیدا نہ ہو۔ بچّوں کی زندگی کو بناوٹ سے پاک رکھے۔ اس لئے اُس کی اپنی زندگی پاک اور قابلِ تقلید ہو۔ اُس کے اطوار پسندیدہ اور گفتار شیریں ہو وُہ اپنے دماغ اور ہاتھ ہو صحیح طور پر استعمال کرنا جانتا ہو

مدرّس کی قابلیت اور شخصیت کا اندازہ صرف اس سے نہیں لگتا کہ وُہ خود کتنا قابل یا کن کن اوصافِ حمیدہ کا حامل ہے۔ بلکہ اُس کی قابلیت کا اندازہ زیادہ تر اس امر سے بھی لگتا ہے۔ کہ اُس نے اپنے شاگردوں میں کس قدر لیاقت پیدا کی ہے اور اُن کو کن کن اوصاف کا حامل بنایا ہے۔ اس لئے مدرّس کو چاہئے کہ وُہ مندرجہ ذیل عادات اور اوصاف اپنے شاگردوں میں بھی مُستقل طور پر پیدا کرے:۔

(۱) طلبار نہایت درجے کے ایماندار اور راستباز ہوں۔

(۲) وُہ وقت کے پابند اور اپنے فرائض کو سنجیدگی سے پہچاننے والے ہوں۔

(۳) اجتماعی زندگی پُرامن اور خوش اسلوبی سے گزارنے والے ہوں۔

(۴) فراخدل اور روزمرّہ کی زندگی میں قول کے پُورے اور وعدے کے سچّے ہوں۔

(۵) خوددار و خود انکار ہوں اور اپنی ذات پر بھروسہ کرنے والے ہوں۔

(۶) صحت و صفائی کے ساتھ اپنی زبان کو روانی کے ساتھ پڑھ سکیں۔ اور خوبصورتی کے ساتھ اپنا مافی الضمیر بیان کر سکیں۔

(۷) محنت سے محبت کرنے والے ہوں اور دستکاری کے شوقین ہوں۔

(۸) ذاتی مطالعہ کے شوقین اور صحیح طور پر سوچکر درست طور پر عمل کرنے کے قابل ہوں ۔

(مضمون جاری ہے ۔ ۔ ۔ ۔ باقی آئندہ)

سپورٹس کیلنڈر

بابت سال ۱۹۴۱ء ۱۹۴۲ء

ٹریننگ سکول نار ینج ٹیچرز موگا (پنجاب)

۲۹ اپریل تا ۱۳ مئی ۱۹۴۱ء سمر سکول یا ٹیچرز انسٹیٹیوٹ

(انسٹیٹیوٹ میں آئے ہوئے اصحاب کی کھیلوں کا مقابلہ سمر سکول کے آخری دن ہوگا)

ہمارے سکول کا سپورٹس کیلنڈر

۱۹ مئی ۱۹۴۱ء	چناؤ اتھلیٹک ٹیم
۲۱ مئی ۱۹۴۱ء	چناؤ فٹ بال ٹیم
۲۳ مئی ۱۹۴۱ء	چناؤ ہاکی ٹیم
۲۶ مئی ۱۹۴۱ء	چناؤ والی بال ٹیم
۲۷ مئی ۱۹۴۱ء	چناؤ باسکٹ بال ٹیم

۲۸ مئی ۱۹۴۱ء

چناؤ کبڈی ٹیم

۳۰ مئی ۱۹۴۱ء کو سپورٹس کے متعلق جنرل میٹنگ ہوگی جس میں مندرجہ ذیل اصحاب شمولیت حاصل کرینگے:۔

(۱) مسٹر ایس کے رائے پرنسپل۔
(۲) مسٹر کے ایچ ٹامسن ڈائرکٹر ٹیچرز ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ
(۳) مس بی ایچ آربسن انچارج پرائمری ڈیپارٹمنٹ
(۴) مسٹر ڈبلیو۔ اے دتا ایکٹنگ ہیڈ ماسٹر و انچارج مڈل ڈیپارٹمنٹ
(۵) مسٹر جے ایس بخش فزیکل ڈائرکٹر۔

۱۵ تا ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء	انٹر کلاس ہاکی ٹورنامنٹ
۲۲ اکتوبر ۱۹۴۱ء	ان ڈور گیمز ٹورنامنٹ (استاد صاحبان بھی حصہ لے سکتے ہیں)
۲۵ اکتوبر تا ۱ نومبر ۱۹۴۱ء	انٹر کلاس والی بال ٹورنامنٹ
۲۰ نومبر تا ۲۹ نومبر ۱۹۴۱ء	انٹر کلاس نٹ بال ٹورنامنٹ
یکم دسمبر تا ۶ دسمبر ۱۹۴۱ء	انٹر کلاس باسکٹ بال ٹورنامنٹ
۶ دسمبر (رات کے وقت)	(انٹر کلب) کیمپ فائر
۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء	سکول سپورٹس ڈے (انٹر کلب)
۲۹ جنوری ۱۹۴۲ء	ڈوئل میٹ ٹریننگ سکول بمقابلہ ڈی ایم کالج ہوگا جے ایس بخش پی ٹی ایس (مدراس) فزیکل ڈائرکٹر ٹریننگ سکول ہوگا۔

دیہات سدھار بذریعہ مسلسل پرچار

طلبائے اسکول کیلئے سستی اور مکمّل غذا

دوپہر کو بیسنی روٹی کھائی جائے

گندم کی چپاتی سے زیادہ لذیذ اور مفید چپاتی بیسن اور گندم کے آٹے کو ملا کر بیسنی روٹی تیار کرنے کا نیا طریقہ "نیوٹریشن لیبارٹری کونور" میں دریافت ہوا ہے۔ یہ اُن لوگوں کے لئے نہایت موزوں ہے جو گھر سے دُور کام کرتے ہیں یا دوپہر کو تازہ کھانا نہیں پکا سکتے۔ اِس روٹی کو تیار کرنے کی ترکیب ذیل میں دی گئی ہے۔ اِس میں جو وزن درج ہیں۔ اِن کی مقدار اُس روٹی سے نصف ہے جو ایک جوان آدمی کھا جاتا ہے:۔

(۱) گندم کا اَن چھنا آٹا ۲ ½ چھٹانک

(۲) بیسن ⅝ چھٹانک

(۳) میتھی ⅛ چھٹانک

(۴) دُودھ ¼ چھٹانک

(۵) نمک ۱/۹ چھٹانک

(۶) گھی یا مکھن ۱/۱۴ چھٹانک

گھی کے سوا باقی تمام چیزوں کو ملا کر گوندھ لیا جائے۔ اب اِس آٹے سے عام طریقہ کے مطابق روٹی پکائی جائے۔ روٹی کو ذرا موٹا رکھا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ موٹی روٹی زیادہ دیر تک

تازہ رہتی ہے۔ اور سُوکھتی نہیں۔ روٹی جب پک جائے۔ تو اُسے گھی یا مکھن سے چُپڑ لیا جائے۔

مندرجہ بالا وزن سے صرف ایک روٹی تیار ہوگی۔ جس کا وزن پاؤ بھر کے قریب ہوگا۔ جتنی روٹیاں پکانی ہوں۔ اِس لحاظ سے اِن وزنوں کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ اِس روٹی میں وٹامن اور معدنی نمک کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ دس سال کے بچّے کو ایک دِن میں ۱۸۰۰ درجے حرارت کی اور ۸۰ گرام پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ چپاتی چھ سات سَو درجے حرارت کے اور تقریباً ۲۵ گرام پروٹین مہیّا کرے گی۔

اگر اِس طریقہ سے تیار کی ہُوئی روٹی کو چوڑے چوڑے سبز پتّوں میں تہہ کرکے اور اُن پر کاغذ لپیٹ لیا جائے۔ تو یہ کئی گھنٹوں تک تازہ رہے گی۔ اِسے پانی کے ساتھ کھایا جا سکتا ہے۔ لیکن اِسے دُودھ یا چھاچھ کے ہمراہ کھایا جائے تو غذائیت کی مقدار بہت بڑھ جائے گی ✦

(ماخوذ از پمفلٹ محکمۂ دیہات سدھار)

---

(۱) بیت

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیلِ تُند رَو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جُوئے نغمہ خواں ہو جا

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

(مرسلہ عبدالرحیم [illegible])

گیت

(ماخوذ از دیہاتی گیتوں کا مجموعہ)

ہم سب ہیں بھائی بھائی ۔ ہم سب ہیں بھائی بھائی

مذہب کا فرمان یہی ہے

آدمیّت کی شان یہی ہے

دھرم یہی ایمان یہی ہے

نیکی اور بھلائی ۔ ہم سب ہیں بھائی بھائی

میل ملاپ مُحبّت اُلفت

ہے دُنیا میں اصلی طاقت

کر دیتی ہے اس کی ہیبت

پربت کو بھی رائی ۔ ہم سب ہیں بھائی بھائی

قطروں سے دریا بن جانا

ذرّوں سے دُنیا بن جانا

ادنیٰ سے اعلیٰ بن جانا

یہی ہے بس دانائی - ہم سب ہیں بھائی بھائی

مِل کر خُوب کماؤ کھاؤ

اِک امدادی بنک بناؤ

باقی اِس میں جمع کراؤ

پیسہ ہو یا پائی - ہم سب ہیں بھائی بھائی

(ماخوذ از دیہاتی گیتوں کا مجموعہ)

تربیت جسمانی اور اس کی ضرورت

ہمارے سکولوں کے فزیکل ڈائرکٹر مسٹر جے۔ ایس بخش کا دوسرا مضمون ناظرین موکا اخبار کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسٹر بخش تربیت جسمانی کے متعلق ایسی مفید اور عملی باتیں لکھتے ہیں جو کہ پرائمری مدارس کے اساتذہ حضرات کے لئے کارآمد ثابت ہونگی۔
(ایڈیٹر)

تعلیم جسمانی کوئی نیا مضمون نہیں ہے۔ حقیقت میں تعلیمی نصاب میں یہ سب سے پرانا مضمون ہے۔ قدیم زمانے میں یونانی لوگ شہریت کو فروغ دینے کے لئے تعلیم جسمانی کو ایک زبردست اور موثر ذریعہ سمجھتے تھے۔ رومی لوگ اچھے اور طاقتور سپاہی پیدا کرنے کے لئے اس قسم کی تعلیم کو نصاب کا ایک اہم حصہ تصور کیا کرتے تھے۔

مشہور یونانی فلاسفر افلاطون اپنے تعلیمی نصاب میں تربیت جسمانی کو جمناسٹک کے نام سے پکارا کرتا تھا اور اسے اپنے نصاب میں خاص اہمیت دیا کرتا تھا۔ اگرچہ درمیانی زمانہ کے لوگ اس تعلیم میں اتنی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ تاہم زمانہ حال کے تعلیمی ماہرین نے تربیت جسمانی کی قدر و عظمت کو بڑھا دیا ہے۔ لہذا آج کل کے تمام تعلیمی طریقے جسمانی مشاغل کو اپنا مرکز قرار دیتے ہیں۔

تعلیم جسمانی محض جسم کے پٹھوں کو مضبوط بنانا ہی نہیں اور نہ ہی اسے صرف ورزش یا ڈرل کے معنوں میں لیا جا سکتا ہے بلکہ آج کل اس کو تعلیمی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چونکہ کھیل کھیل کے ذریعے بچے مشکل

سے مشکل مضمون کو آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔ اس لئے تعلیم جسمانی (Physical Education) کو مدارس کے نصاب میں ضروری حصّہ دیا جانا چاہئے۔ کھیل کود ازخود ایک زبردست تعلیم ہے۔ کھیل کے میدان میں بچے مِل جُلکر کھیلنا۔ ایک دُوسرے کی بات کو برداشت کرنا۔ ریفری کا حکم ماننا۔ کامیابی کے لئے جد وجہد کرنا وغیرہ وغیرہ نیک باتیں سیکھتے ہیں۔ کھیل کود سے نہ صرف جسم کے اعضا مضبُوط اور تندرست بنتے ہیں۔ بلکہ تمام شخصیت کی نشو ونما اور تربیت ہوتی ہے۔ کھیل کھیل کے ذریعے حاصل کردہ علم پائدار اور دیرپا نقش نے انجر ہوتا ہے۔ سیکھتے وقت دماغ پر اتنا بوجھ نہیں پڑتا۔ ہمارے سکول میں تمام مضامین کھیل کُود اور کہانی کے طریقے (Play and story method) سے پڑھائے جاتے ہیں۔ عام سکولوں میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ:۔

گرامر ۔ تواریخ ۔ جغرافیہ
یہ تینوں مضامین بڑے بے حیا
صُبح یاد ہوں شام کو بھُول جا

ہمارے سکول میں بچے کھیل کھیل میں یہ مضامین آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔ اگر بمبئی سے لنڈن تک بحری سفر کا حال یاد کرنا ہو تو بچے سینڈ بکس تیار کرتے ہیں۔ اُس میں بندرگاہیں۔ سمندر اور جہاز بناتے ہیں۔ اِس طرح یہ سفر آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔ تواریخی واقعات کا ڈرامہ تیار کرکے تمام سکول کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس طرح تاریخ یاد ہو جاتی ہے۔ گنتی اور حساب سکھانے کے لئے جماعت کے کمرے میں کھیلیں کرائی جاتی ہیں۔ غرضیکہ کھیل اور تعلیم کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

اگر ہم ہندوستان کی قدیم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں تربیتِ جسمانی اور فزیکل ٹریننگ کے متعلق کوئی فوری یا منظّمہ سسٹم نظر نہیں آتا۔ عرصۂ بعید اور مُدّتِ مدید سے ہندوستان میں کشتی۔ گھوڑ سواری۔ شکار کھیلنا۔ تلوار۔ نیزے اور تیر کمان کے استعمال کی مشق کی جاتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب ہندوستان پر گورنمنٹ برطانیہ کا قبضہ ہو گیا۔ اور مغربی ممالک کے اثرات اور خیالات لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئے تو انگریزی کھیلیں مثلاً فٹ بال۔ کرکٹ اور ہاکی بڑے شوق سے کھیلی جانے لگیں۔ لیکن تمام لوگ اِن انگریزی کھیلوں کو پہلے پہلے نہ کھیل سکے۔ کیونکہ اِن پر کافی خرچ آتا تھا۔ نیز اِن کے کھیلنے کے خاص خاص طریقے تھے۔ ۱۸۸۰ء کے بعد ہندوستان میں منظم فزیکل ٹریننگ سنٹر جاری کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ جمناسٹک میں دلچسپی رکھنے والے طلباء کی ٹریننگ کے لئے ڈرل ماسٹر اور جمناسٹک ماسٹر مقرر کئے گئے۔ لیکن اس بات سے وُہ مشکل مسئلہ حل نہ ہو سکا اور نہ ہی اس سے حالات بہتر ہُوئے۔ فزیکل ٹریننگ سنٹروں کے ڈرل ماسٹر زیرِ تربیت طلباء کی حقیقی رہنمائی نہ کر سکے۔ یہ ڈرل ماسٹر ریٹائرڈ فوجی سپاہی تھے۔ اور اَن پڑھ ہونے کے سبب بچوں کے علم النفس سے بالکل بے بہرہ تھے۔ وُہ تشدّد و جبر کے ذریعے طلباء میں ضبط قائم رکھنا چاہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ ڈرل اور جمناسٹک کے پیریڈ اور ڈرل ماسٹر نفرت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔

یہ بات قابلِ افسوس ہے۔ کہ آج تک ہم اُستاد خود غرض رہے ہیں۔ اور ہم نے ایک دُوسرے کے ساتھ مل جل کر تربیتِ جسمانی

کے دائرہ کو وسیع نہیں کیا ۔ لیکن ہمارا یہ طرزِ عمل اب زیادہ مفید ثابت نہ ہوگا ۔ اگر ہم اپنے آپ کو ایک مضبوط و مستحکم قوم کے افراد بنانا چاہتے ہیں ، تو ہمیں طلباء کو موقع اور وسائل مہیا کرنے چاہئیں ۔ تاکہ وہ کھیل کود اور تفریح طبع کے ذریعے اپنی تمام شخصیت کی نشو و نما کر سکیں ۔

ہم جو کہ فزیکل ایجوکیشن کے استاد اور رہبر ہیں ہمیں امید واثق ہے ۔ کہ جدید تعلیم جسمانی فرداً فرداً طلباء کی جسمانی ، اخلاقی ۔ دماغی اور سماجی حالت کی نشو و نما کے لیے ازحد کوشش کرے گی ۔

نیز اُن کی دلچسپیات خیالات ۔ عادات اور چال چلن کو بہتر بنائے گی ۔ تاکہ ہر ایک فرد زمانہ حال اور مستقبل میں خوش و خرمی کی زندگی بسر کرے ۔ بہترین طور پر اپنی زندگی بسر کرتا ہوا خلقِ خدا کی خدمت کرے ۔ اور اپنی سماج کے لیے مفید و کارآمد ممبر ثابت ہو ۔

(جے ۔ ایس ۔ بخش ۔ فزیکل ڈائرکٹر)

ابتدائی مدارس کے لئے اختراعی مشاغل

دستکاری کے کام میں قدرت سے امداد

پتے

دستکاری کے لئے روپے پیسے کا بالکل نہ ہونا یا ناکافی ہونا ہی اصلی اختراعی کام کے لئے بہترین محرک ہے۔ موگا اخبار کی گذشتہ اشاعات میں ردی اور فالتو اشیاء کے مفید استعمال کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ دستکاری کے لئے سکول کا محدود بجٹ ہونے کی حالت میں قدرت سے بہت مدد لی جا سکتی ہے۔ بہت ہی کم مدارس میں اس بات کو محسوس کیا گیا ہے۔ کہ دستکاری کے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ہم اپنی گرد و نواح کی چیزوں کو استعمال میں لا سکتے ہیں۔ قدرت سے اس قسم کی مدد لینے میں کوئی خرچ نہیں آتا۔ بہت سے سکولوں میں مطالعہ قدرت کے تعلق میں نمونہ جات۔ پتوں۔ پھولوں اور تتلیوں کے البم، ماڈل۔ تصاویر وغیرہ تیار کی جاتی ہیں۔ پراجیکٹ چلانے کے لئے پتوں۔ ٹہنیوں۔ پھولوں اور مختلف بیجوں سے بہت مدد لی جا سکتی ہے۔ اس مضمون میں آپ کو بتایا جائے گا۔ کہ پراجیکٹ میں پتوں کو کس طرح مفید طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

پتوں کو استعمال کرنے کی ہدایات

درختوں کے پتوں کو مندرجہ ذیل کاموں میں استعمال کیا جا سکتا ہے:۔

(۱) تختہ سیاہ کا حاشیہ بنانے کے لئے۔
(۲) جماعت کے کمرے کو سجانے کے لئے
(۳) تصویر بنانے کے لئے
(۴) سینڈ ٹیبل یا سینڈ بکس کی خوبصورتی کو بڑھانے کے لئے

تختہ سیاہ کا حاشیہ:۔ اگر تختہ سیاہ کا حاشیہ بنانے کے لئے کافی کاغذ نہ مل سکے۔ تو اس کی بجائے درختوں کے پتّے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ شکل (A) میں پتوں سے ایسا حاشیہ بنا کر دکھایا گیا ہے جو ایسٹر کے موقع پر جماعت میں استعمال کرنا چاہئے۔ پتّوں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے بیج اور چند ایک ٹہنیاں بھی استعمال کی گئی ہیں۔ تختہ سیاہ کے حاشیے کے لئے زرد رنگ کے پتّے یا سوکھے ہوئے سفید رنگ کے پتّے استعمال کئے جائیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ سیاہ رنگ کے بورڈ پر سفید یا پیلا رنگ اچھا زیب دیگا۔ ان پتّوں کو لئی سے بورڈ پر چپکا دو۔ کئی ہفتوں تک خراب نہ ہونگے۔

کلاس پراجیکٹ کے تعلق میں جس چیز کو تختہ سیاہ کے حاشیہ پر دکھانا ہو اسی شکل کے پتّے ڈھونڈنے کی کوشش کرو۔ اگر ہو بہو اسی شکل کے پتّے نہ مل سکیں۔ تو پتّوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھکر یا کاٹ کر اس شکل کا بنا لیا جائے۔ مثلاً باغبانی پراجیکٹ کے تعلق میں پتّوں کو تتلی کی شکل میں کاٹ کر لئی سے بورڈ کے حاشیہ پر چپکا دو۔ اگر ہو سکے تو پتّوں کو بغیر کاٹے ہی استعمال کرو۔ پتّوں کو زیادہ دیدہ زیب اور مطلوبہ اشیا کے ہم شکل بنانے کے لئے آبی رنگ یا موی رنگ استعمال کرو۔

کمرے کی سجاوٹ:۔ کمرے کی سجاوٹ کے لئے بہت سے نمونہ جات اور چارٹ رنگدار کاغذوں کو کاٹ کر بنائے جاتے ہیں۔ اگر کاغذ نہ مل سکیں۔ تو

Aids in Nature
FOR
CREATIVE ART

A. Use of Leaves in Black-Board Frieze



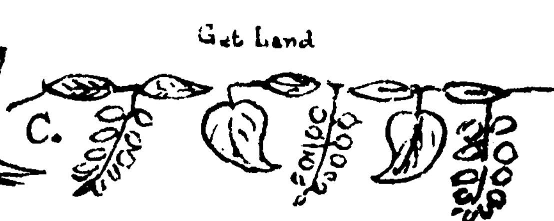



B. Room Decorations with Colored dried Leaves.


Butter Flies


Birds for the windows.

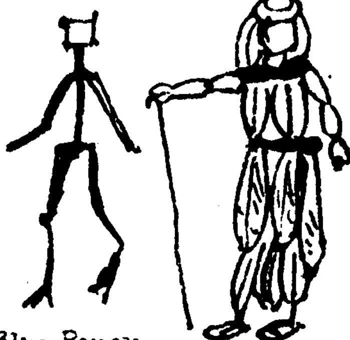
C. Get Land



D. A Picture made of Leaves



E. Use of Leaves on Sand table Characters.


Blue Paper Back ground

ان کی بجائے پتوں کو استعمال کرو۔ تتلی بنانے کے لئے دو زرد رنگ کے پتے لے ان کو بطور پروں کے استعمال کرو۔ ایک پتے کو لپیٹ کر گول بناؤ۔ اسے تتلی کے جسم کے طور پر استعمال کرو۔ اس قسم کی تتلیاں تیار کرکے کھڑکیوں میں لٹکا دو۔ دور سے نہایت خوبصورت معلوم ہونگی (شکل (B) ملاحظہ ہو)

مختلف رنگ کے پتوں سے جھنڈیاں، زنجیریں اور ہار بنا کر جماعت کے کمرے میں لٹکاؤ۔ اس کام میں قینچیوں کا استعمال بہت کم ہوگا۔ بچوں کا تخیل وسیع ہوگا۔ شکل (C) ملاحظہ ہو۔

تصویر بنانا۔ اگر جماعت کے کمرے میں لٹکانے کے لئے کسی تصویر کی ضرورت ہو۔ تو تصویر بنانا جماعت کا پراجیکٹ چن لیا جائے۔ یہ تصویر پتوں سے بنائی جا سکتی ہے۔ بعد ازاں اسے فریم میں لگا لیا جائے۔ شکل (D) ملاحظہ ہو

سینڈ ٹیبل کے لئے پتوں کا استعمال

سینڈ ٹیبل میں جانوروں اور آدمیوں کے نمونہ جات بنانے ہوں تو پتوں سے بہت مدد لی جا سکتی ہے۔ پتوں سے کپڑے بنائے جا سکتے ہیں (شکل E دیکھو) سینڈ ٹیبل میں صحرا کا نظارہ دکھایا گیا ہے اور صحرائی باشندوں کا لباس وغیرہ پتوں سے تیار کیا گیا ہے۔ اسی طرح پتوں سے جھونپڑی بنائی جا سکتی ہے، اور اس جھونپڑی کو فارم پراجیکٹ کے سینڈ ٹیبل میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ باغیچہ کا نظارہ بنانے کے لئے درختوں کی سرسبز اور پھولدار ٹہنیاں استعمال کر لو۔

ان چند ایک مفید تجاویز کا مطالعہ کرکے آپ پر واضح ہو جائیگا کہ وہ استاد اور استانیاں جو جماعت میں اختراعی کام نہ کروانے کا یہ بہانہ لگاتے

ہیں کہ اُن کے پاس ضروری سامان یا فنڈ یا آزدی اور فالتو کا غذ بھی نہیں۔ حقیقت میں محنت سوچ بچار اور تخیل سے محروم ہیں۔ اگر اُستاد کافی ذہین بھی نہ ہو۔ لیکن اگر وُہ محنتی اور سرگرم ہو تب بھی وُہ بچوں کو نیک اور مفید ہدایات دیکر اُن سے کام کروا سکتا ہے اور قدرت سے مُفت مدد حاصل کر سکتا ہے۔

(مس۔او۔ای نکلسن)

اچھے کھلاڑی کے اوصاف

(۱) کیا آپ کھیل کو کھیل سمجھ کر سنجیدگی سے کھیلتے ہیں؟

(۲) کیا آپ اپنی ٹیم کی کامیابی اور بہتری کے لئے کھیلتے ہیں یا کہ اپنی بڑائی اور تعریف کی خاطر؟

(۳) کیا آپ اپنے کیپٹن کا حکم بغیر نکتہ چینی اور حیل وحجت کے بجا لاتے ہیں؟

(۴) کیا آپ اپنے ریفری کے فیصلہ کو خندہ پیشانی سے تسلیم کرتے ہیں؟

(۵) کیا آپ جیت کر مغرور تو نہیں ہو جاتے اور ہار کر بڑ بڑاتے تو نہیں؟

(۶) کیا آپ ہار کو ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہُوئی جیت پر ترجیح دیتے ہیں؟

اگر آپ مندرجہ بالا اصُولوں پر عمل پیرا ہیں تو آپ حقیقی معنوں میں کھلاڑی ہیں۔



موگا اخبار

برائے مدرسین

دیہات سدھار بذریعہ مسلسل تعلیم

نمبر ۲	جون ۱۹۴۱ء	جلد ۲۱

مدیر :۔ مسٹر کے ۔ ایچ ۔ ٹامسن ۔ ایم ۔ اے

مدیر معاون :۔ ریورنڈ ۔ ایس ۔ کے ۔ رائے

مدیرانِ اعزازی :۔ { مسٹر محمد دین ثاقب بی ۔ اے
میاں عبدالعزیز بی ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی }

مترجم :۔ خوشحالچند پریم بی ۔ اے ۔ ڈپلومہ لائبریری سائنس

"ہم سب تعلیم و تربیت کے اجارہ دار ہیں ۔ ہمارا فرض ہے ۔ کہ ہم طلباء کی نفسیات اور تغیر پذیر حالاتِ زندگی (جن کے لئے ہم اُنہیں تیار کر رہے ہیں) کے مطالعہ سے حاصل کردہ تجربات کی بنا پر تعلیم و تدریس کی نئی شاہراہیں تلاش کریں" ۔

(علامہ عبداللہ یوسف علی)

ایڈیٹوریل

ہندوستان میں زمانہ قدیم سے ایسا نظام تعلیم نافذ رہا ہے۔ جو تعلیم اور دستی کام میں ہمیشہ سے امتیازی فرق کرتا اور تعلیم کو دستی کام سے ایک جداگانہ چیز سمجھتا رہا ہے۔ اُس زمانے میں تعلیم کو عقل اور رُوح کے صیقل کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ ہندوستان میں جب انگریزی راج کو عروج ہُوا۔ اور حکومت کی مشینری کو چلانے کے لئے انگریزی جاننے والے ہندوستانیوں کی ضرورت پڑی۔ تو اُس وقت بھی انگریزی تعلیم کا ایسا ہی نظام معرضِ وجود میں آیا۔ جو کلرک اور مترجمین کی جماعت پیدا کر سکے۔ اور اُس وقت بھی دستی کام کی تعلیم میں کوئی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ اور نہ ہی تعلیم میں اُس کو جگہ دی گئی۔ اور اب تک بھی ہندوستان میں انگریزی تعلیم کا نصاب ایسا ہی چلا آتا ہے جس میں دستی کام کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔

عیسائیت نے دستی کام کے درجہ کو بلند کرنے کی جدوجہد شروع کی۔ اس کی وجہ شائد ایک یہ بھی تھی۔ کہ عیسائیت کے "اُستادِ اعظم" خود دستکار تھے۔ عیسائیت کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ دستی کام کی عظمت بھی بڑھنے لگی۔ اور دستی کام کو عظمت و تعظیم کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ امریکہ اور یورپ میں بھی لوگوں نے دستی کام کی تعلیمی اہمیت کو محسوس کرکے اپنے تعلیمی نصاب میں جگہ دینی شروع کی اور بعد میں اس کو انسانی نشوونما اور تربیت کا ایسا زبردست ذریعہ سمجھا گیا۔ کہ دستی کام ہی ذریعۂ تعلیم بنا لیا گیا۔ اور اب تو یہ حالت ہے۔ کہ دستی کام سے تعلیمی مضامین کا ایسا ربط پیدا کر دیا گیا ہے۔ کہ اچھی اچھی درسگاہیں اور نامی گرامی اُستاد دستی کام کے ہی ذریعے بچوں کو تعلیم

دیتے ہیں۔ شری مہاتما گاندھی جی نے بھی اِسی وجہ سے واردھا تعلیمی سکیم میں دستکاری کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ اور اِسی دستی کام کو بچوں کی تخلیقی اور تعمیری قواء کی تربیت کا بڑا ذریعہ سمجھکر اس کے ذریعے تعلیم دینے کی سکیم تیار کی ہے۔

آج کل دنیا میں تعلیم کا سب سے بڑا مقصد بچے کی ہمہ گیر نشوونما سمجھا جاتا ہے۔ یعنی بچے کی جسمانی۔ دماغی اور اخلاقی تربیت کو ہم آہنگ طور پر کرنا ہی تعلیم کا مقصدِ اعلےٰ قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ ایسی تربیت تخلیقی اور تعمیری قواء کے بیدار ہو کر تربیت پانے کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے ان قواء کو بیدار کر کے ان کی تربیت کرنے کے لئے دستی کام کو تعلیم میں داخل کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔
چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ آج کل مدارس میں "پروجیکٹ میتھڈ" "تعلیم بذریعہ مشاغل" "کھیل کھیل میں تعلیم" وغیرہ ایسے طریقے مقبولِ عام ہو رہے ہیں اور یہی وجہ ہے۔ کہ آج کل بچوں کے چال چلن کی تعمیر اور ان کے تخیل کی تربیت کے لئے دستی کام کو مرکزی حیثیت حاصل ہو رہی ہے۔ گویا دستی کام کو آج کل بچوں کی تعلیم کا ایک زبردست اور اہم عنصر خیال کیا جاتا ہے۔ اور تعلیم میں اس کو حد درجہ اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔

گورنمنٹ پنجاب کی مقرر کردہ نظرثانی نصاب کمیٹی نے پرائمری تعلیم میں دستی کام اور تعلیمی سرگرمیوں کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اور اس کو بچوں کی تخلیقی اور تعمیری قواء کے بیدار کرنے اور اُن کی تربیت کرنے کا بڑا زبردست ذریعہ قرار دیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملک کے ماہرانِ فن تعلیم نے دستی کام اور تعلیمی سرگرمیوں کو بچے کی ہمہ گیر نشوونما کے لئے بہت ضروری اور اہم قرار دیا ہے۔ پس میں ملک کے اساتذہ کرام سے پُرزور اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ بھی

دستی کام کی اہمیت اور ماہیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور اِس پر جو بھی مواد مل سکے اِس کا گہری نظر سے مطالعہ کریں اور اس کو اپنے سکولوں میں تعلیم کا ذریعہ بنائیں۔

دستی کام اور تعلیمی مضامین کا باہمی ربط

تعلیم ایک سماجی سرگرمی ہے۔ اور طلباء کو تعلیم دینے سے یہ مراد ہوتی ہے۔ کہ بچوں کی تربیت اِس طرح سے ہو۔ کہ اُن کے اندر ایسی قابلیتیں اور صلاحیتیں پیدا ہو جائیں۔ کہ وہ جسم اور دماغ سے اچھے سے اچھا اور زیادہ سے زیادہ کام لیتے ہوئے سماج کے کامیاب افراد کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکیں۔ سکولوں میں جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ اُن کے پڑھانے کی غرض و غایت بھی یہی ہوتی ہے۔ اور اب اگر دستی کام کو سکولوں میں جاری کیا گیا ہے۔ اور دستی کام کو تعلیم کا ذریعہ بنانے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ تو اس کی منشا بھی یہی ہے۔ کہ بچوں کے جسمانی اور دماغی قواء کی ہوشمندانہ طور پر تربیت کی جائے۔

اب چونکہ دستی کام کو سکولوں میں دن بدن زیادہ مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اور اس کو تعلیم میں مرکزی حیثیت دی جا رہی ہے۔ بلکہ اس کے ذریعے سے دوسرے تعلیمی مضامین پڑھائے جا رہے ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ دستی کام کے ساتھ دوسرے تعلیمی مضامین کا ربط کس طرح پیدا کیا جائے۔ اور دستی کام کے ذریعے دوسرے مضامین کس طرح پڑھائے جائیں۔

حکومت پنجاب کی مقرر کردہ نظرثانی نصاب کمیٹی کی رائے میں پرائمری جماعتوں کی تعلیم کے اہم ترین مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) لکھنے پڑھنے اور گنتی کے تین لازمی امور کے حصول کے لیے ذرائع اختیار کئے جائیں۔ تاکہ خواندگی مستقلاً طلبہ کے دماغوں میں گھر کر جائے۔

(۲) طالب علم کے لیے ایسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے بکثرت مواقع بہم پہنچائے جائیں۔ جن سے خود بخود اس کی قوت تخلیق بیدار ہوکر اس کی طبیعت کو مفید سرگرمیوں کی طرف مائل کردے۔ اور وہ سرگرمیاں ایسی ہوں جو بچوں کے دل میں ان کے قدرتی معاشرتی اور اقتصادی ماحول کے متعلق مستقل اور دیرپا دلچسپی پیدا کردیں۔ جو کلچر کی نشو ونما کیلئے ممد ہوں۔ اور بچوں میں نیک اور اچھے خصائل پیدا کرکے بچوں کی جسمانی ترقی اور نشوونما کے لئے ہر ممکن سہولت بہم پہنچا سکیں۔

مذکورہ بالا مقاصد کے پیش نظر کمیٹی ہذا نے سفارش کی ہے۔ کہ پرائمری سکولوں کے نصاب میں مندرجہ ذیل ضروری باتیں شامل ہونی چاہئیں۔

(۱) جسمانی بہبود (۲) دستی کام اور تعلیمی سرگرمیاں (۳) زبان (۴) حساب اور جیومیٹری کے مبادیات (۵) واقفیت عامہ جس میں حسب ذیل مضامین شامل ہوں۔ (الف) تاریخ زمانہ ماضی کے حالات سے معمولی واقفیت (ب) جغرافیہ ذکر دہ پیش کے حالات سے معمولی واقفیت۔ (ج) مدنیت (سوسائٹی کے حالات سے معمولی واقفیت

(۶) روزمرہ سائنس (قدرتی ماحول سے معمولی واقفیت)۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ پرائمری تعلیم میں ان مضامین کو پڑھاتے ہوئے دستی کام کو کس طرح مرکزی حیثیت دی جا سکتی ہے۔ اور ان تمام تعلیمی مضامین کو کس طرح دستی کام کے ذریعے بحسن و خوبی پڑھایا جا سکتا ہے۔

کمیٹی ہذا کی رائے ہے۔ کہ

زباندانی۔ یعنی زبان پر عبور حاصل کرنے کی اہمیت کو نصاب میں اہم ترین حیثیت دینے سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ پڑھائی۔ لکھائی اور حساب میں بھی قدرتی طور پر

زبان کو ممتاز ترین حیثیت حاصل ہے۔ وُہ لکھتے ہیں۔ کہ زباندانی میں پرائمری کی تعلیم کی تکمیل کے بعد بچہ اس قابل ہو۔ کہ وُہ نہایت آسانی اور روانی کے ساتھ گفتگو کر سکے وُہ بہت سہولت سے خوشی خوشی اور سوچ سمجھکر زیرِ لب اور بلند آواز سے پڑھ سکے۔ وُہ بچوں کے اخبارات اور رسالہ جات اور دیگر کتب اچھی طرح سے پڑھ سکے وُہ اپنے خیالات فی الفور ضبطِ تحریر میں وضاحت اور آسانی سے لا سکے۔ وُہ سادہ مضامین رخطوط خوشخط صحیح اور جلد لکھ سکے اور ذاتی کاروباری نوعیت کی معمولی خط و کتابت سر انجام دے سکے۔

اب دستی کام کے ذریعے یہ کام کس طرح ہو سکتا ہے۔ لڑکے جو کچھ دستی کام میں بنائیں اُن کا حال زبانی بیان کریں۔ اُن کا حال مختلف کتابوں سے پڑھیں۔ اور اُن کی مکمل رپورٹ اپنی کاپیوں میں لکھیں۔ اُن کے بنانے کا طریقہ درج کریں۔ لڑکے اپنے کام کی نمائش کریں۔ اُس کے متعلق لوگوں کو زبانی حال سُنائیں۔ لیکچر دیں، تقریریں کریں۔ اُن کے بنانے کا طریقہ بتائیں۔ اپنے سامان کی فروخت کے سلسلے میں خطوط اور چٹھیاں لکھیں۔ کام کو جلدی۔ آسانی اور روانی سے کرنے کے نئے نئے طریقوں کا حال پڑھیں اور مختلف لوگوں سے تبادلۂ خیالات کریں۔ اس طرح گفتگو۔ لکھائی اور پڑھائی میں مہارت حاصل کریں۔ چند سکول اس طرح بچوں کو پڑھنے لکھنے کی مشق دیتے ہیں۔ اور وہاں کوئی نصابی کتب نہیں ہوتیں۔ بلکہ وسیع لائبریری لڑکوں کے استعمال کے لئے موجود ہوتی ہے۔

حساب اور جیومیٹری کے مبادیات:۔ کمیٹی مذکورہ کا بیان ہے۔ کہ یہ اشد ضروری ہے۔ کہ اس مضمون کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے اور جن طریقوں سے حساب پڑھایا جائے۔ وُہ عقلی اور نقلی ہوں۔ تاکہ بچوں میں یہ ملکہ پیدا ہو جائے

کہ وہ اس مضمون سے زندگی کے حقیقی مسائل میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ کمیٹی موصوف سفارش کرتی ہے۔ کہ بچوں کو جمع۔ تفریق۔ ضرب۔ تقسیم کے بنیادی طریقوں اور اصولوں میں کافی مہارت ہو۔ وہ اس قابل بھی ہوں۔ کہ انسان اور پیمانوں (روپیہ۔ وزن۔ پیمائش۔ رقبہ۔ کام اور وقت) سے متعلق ایسی مثالوں کو نہایت آسانی اور صحت کے ساتھ حل کر سکیں۔ جن سے اُن کو آئے دن سابقہ پڑتا ہے۔ گنتی کے علاوہ وہ مکعب۔ محیط۔ مستطیل۔ دائرہ کے سے معمولی اجسام اور اشکال کی ہیئت۔ جسامت اور وزن کے نمایاں خواص سے واقف ہوں۔

حساب کا یہ کام جتنا اچھی طرح دستکاری کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ اور کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔ مختلف قسم کی اشیاء بنا کر اجسام اور اشکال کی واقفیت۔ قدوقامت کا علم اور اوزان کو اچھی طرح سمجھایا جا سکتا ہے۔ وقت۔ کام اور رقبہ کے سوالات کرائے جا سکتے ہیں۔ سُود سمجھایا جا سکتا ہے۔ ابتدائی قاعدوں کے ہر قسم کے سوالوں کی مشق کروائی جا سکتی ہے۔ کسور کا واضح اور صحیح تصور دیا جا سکتا ہے۔ غرض ہر قاعدے کو دستی کام سے ہی نکلوایا جا سکتا ہے۔ اور دستی کام کے ساتھ اس کا ربط پیدا کیا جا سکتا ہے۔ بعض سکولوں میں جہاں پروجیکٹ میتھڈ رائج ہے۔ اسی طرح پر حساب پڑھایا جاتا ہے۔ اور وہاں کے اساتذہ بڑی کامیابی کے ساتھ حساب کا نصاب ختم کرتے ہیں۔

جغرافیہ:۔ کمیٹی کی سفارش ہے۔ کہ جغرافیہ میں کہانیاں۔ گردوپیش کا مشاہدہ اور مطالعہ۔ سیر و تفریح۔ قدرتی مشاہدات کو شامل کیا جائے۔ مقامی جغرافیہ پڑھکر بچوں کے دل میں صوبہ پنجاب، ملک ہندوستان کے جغرافیہ

کا شوق پیدا ہوگا۔ لڑکے نقشہ جات اور خاکہ جات کھینچیں گے۔ اور اسی طرح پٹواریوں کے دیہی نقشے پڑھ سکیں گے۔ اس مضمون کے لئے لڑکے جب خام مسالہ فراہم کرینگے۔ تو اپنے ماحول کا مشاہدہ اور مطالعہ کرینگے۔ اور اسی سلسلے میں وہ دوسرے ممالک اور شہروں کا حال بھی پڑھیں گے۔ جہاں سے وہ سامان ملتا ہے اور پھر جب وہ اس سامان کے فروخت کا خیال رکھیں گے تو جہاں جا کر وہ سامان بکے گا۔ اور جب مانگ اور کھپت کا مسئلہ پیش ہوگا۔ اور دیگر لوگوں اور ممالک کی ضروریات کا حال پڑھیں گے تو اس طرح دیگر ممالک کی کہانیاں بھی سنیں گے۔ اور مقامی جغرافیہ سے پنجاب اور ہندوستان کے جغرافیہ کی طرف رجوع کریں گے۔ اور جغرافیہ کے مطالعہ میں دلچسپی لینے لگ جائیں گے۔

تاریخ: کمیٹی ہذا نے تاریخ کا مندرجہ ذیل نصاب مقرر کیا ہے۔

مادر وطن اور دیگر ممالک کے بہادر فرزندوں اور نامور دختروں کے کارہائے نمایاں کی سرگزشت۔ اپنے اور دیگر ممالک کے عظیم الشان تاریخی واقعات۔ قدیم قومی افسانے۔ بہادرانہ قصے اور گاؤں یا علاقہ کے مقامی تاریخی حالات۔

خام مسالہ کی فراہمی کے سلسلے میں جو مقامی علاقے کی سیر و سیاحت کی جائے گی۔ اس سے گاؤں یا علاقہ کی مقامی تاریخ کے تعلق سے مقامی تاریخی واقعات کا مطالعہ کیا جائیگا۔ خام مسالہ سے نئی نئی اشیا جو اس علاقہ میں بنتی ہیں اور جنہوں نے ان کو ایجاد کیا یا شروع کیا۔ وہ بھی معلوم کر کے دیگر ممالک کے نامور لوگوں کے حالات اور تاریخی واقعات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اپنے گاؤں یا علاقہ یا ملک یا دیگر ممالک میں یہ اشیاء کیوں بنائی

جاتی ہیں۔ ان کی ضرورت کیسے پڑی۔ ان سے ملک کی بود و باش پر کیا اثر پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ قسم کے امور مطالعہ کرنے سے قدیم تاریخی واقعات کا حال معلوم کیا جا سکتا ہے اور اگر مدرس تھوڑی سی محنت کرے تو دستی کام کے ذریعے تاریخ۔ جغرافیہ بڑی خوبی سے پڑھایا جا سکتا ہے۔

روزمرہ سائنس:۔ روزمرہ سائنس کے نصاب میں کمیٹی ہذا نے مندرجہ ذیل امور درج کئے ہیں (۱) صحت کے عام اصول (۲) جمادات اور نباتات کی اہم خصوصیات (۳) جانوروں سے محبت (۴) قدرتی اشیاء کی فراہمی۔ سکول میں باغیچہ کا لگوانا۔ ان کے پڑھانے کے لئے مختلف اشیاء جو مقامی ماحول میں ملتی ہیں۔ ان کا مشاہدہ اور اُن کی واقفیت۔ تجربات کے لئے سامان کی فراہمی اور اُن کا حال۔ آلہ جات کا بنانا۔ تجربوں کو واضح کرنے کے لئے نئی چیزوں کا بنانا۔ مختلف تماشے دکھانا۔ روزمرہ ضروریات کے لئے سائنٹفک اشیاء بنانا۔ اُن کے بنانے کے اصول سیکھنا۔ جانوروں کی تصاویر بنانا۔ اُن کا حال کتابوں سے پڑھنا۔ اُن کو کھلانا پلانا اور اُن کی پرورش اور نگہداشت کرنا۔ اُن کے رہنے کے لئے صحت کے اصولوں کے مطابق جگہ کا تیار کرنا۔ کھیتی باڑی کرنا۔ پھول لگانا۔ باغیچہ تیار کرنا۔ پانی دینا۔ باڑ لگانا۔ نلائی کرنا۔ گملے بنانا۔ نمائشی پلاٹ بنانا وغیرہ وغیرہ دستی کام کے ذریعے سے اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ اور پڑھایا جا سکتا ہے۔

جسمانی بہبود:۔ کمزور جسم کا آدمی دماغی کام بھی زیادہ نہیں کر سکتا۔ لیکن طاقتور آدمی گھنٹوں لگاتار دماغی کام کر سکتا ہے۔ جیسا تن ہوگا ویسا ہی من ہوگا۔ ذہنی تربیت کو جسمانی تعلیم سے جدا کیا نہیں جا سکتا۔ اس لئے دماغ سے زیادہ کام لینے کے لئے اچھے جسم کی ضرورت ہے۔ دستی کام میں جسمانی کام بھی کرنا پڑتا ہے۔ اور دماغی کام بھی۔ دستی کام میں جسمانی اور دماغی کام دونوں ہی

ایک ساتھ کرنے پڑتے ہیں۔ اور بچے دستی کام میں مقصودانہ حرکتوں اور سرگرمیوں کے ذریعے اپنے جسم کی نشوونما کرتے ہیں۔ چونکہ دستی کام میں لڑکوں کو اپنے جسم پر قابو حاصل ہوتا ہے۔ اور دلچسپ تفریحات سے حوصلہ پاکر وہ اپنے اپنے کام کو جی لگا کر کرتے ہیں۔ جس سے جسم کی بالیدگی ہوتی ہے۔ اس لئے دستی کام کے ذریعے اگرچہ رسمی ڈرل وغیرہ نہیں ہوتی۔ مگر جسمانی تربیت اور نشوونما خوب ہوتی ہے۔ اور اس کا بیّن ثبوت یہ ہے۔ کہ ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ کہ ہر ایک دستکار جسم میں طاقتور اور مضبوط ہوتا ہے۔

مدنیت۔ کمیٹی ہذا کی سفارش ہے۔ کہ اس مضمون کی تعلیم میں مندرجہ ذیل باتیں شامل ہوں۔

(۱) حُبّ الوطنی کا جذبہ پیدا کرنا۔ (۲) ماحول میں اصلاح کرسکنا (۳) اچھے شہری بننے کے لئے اصولوں کا جاننا (۴) خودداری، خود اعتمادی کے جذبات پیدا کرنا۔ (۵) گاؤں۔ ضلعے اور صوبے کے نظم و نسق کے ابتدائی امور سے واقفیت حاصل کرنا۔

دستی کام کے ذریعے مدنیت بہت اچھی طرح پڑھائی جاسکتی ہے۔ اپنی بنی ہوئی اشیاء کا استعمال کرنا۔ اُن کی قدردانی کرنا اور اُن اشیاء کو بدیشی مال پر ترجیح دینے کے ذریعے حُبّ الوطنی پیدا کی جاسکتی ہے۔ دستی کام میں ہر روز نئی نئی اشیاء بنا کر اور اُن کو زندگی میں استعمال کرکے معیار زندگی کو بلند کرکے اور اس طرح سماج کے معیار کو بلند کرنے کی طرف طلباء کی توجہ مبذول کروائی جاسکتی ہے۔ دستی کام کے لئے خود اشیاء کا بنانا، دوسروں کو اشیاء بنانے کی ترغیب دینا۔ دوسروں کی بنائی ہوئی اشیاء کو قدر و احترام سے دیکھنا۔ اُن اشیاء کے استعمال کرنے کے لئے سماج میں قوانین بنانا۔ قوانین پر کاربند ہونا

وغیرہ کو بہت خوبی سے سمجھایا اور کروایا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح شہریت کی عملی تعلیم دی جا سکتی ہے۔ دستی کام کے ذریعے خود اعتمادی اور خودداری کے قابلِ قدر جذبات پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ دستی کام کرنے کے لئے چونکہ بعض اصولوں کو مدِنظر رکھنا پڑتا ہے۔ اس سے بچوں کی توجہ سوسائٹی کے اصولوں پہ چلنے یا حکومت کا بعض اصولوں پر حکومت کرنے کے متعلق بڑی اچھی طرح لڑکوں کو سمجھایا جا سکتا ہے۔ آپ اسی کے تعلق سے گاؤں۔ علاقہ۔ ضلع یا صوبہ کی حکومت کا طریقہ بھی لڑکوں کو بتا سکتے ہیں۔

پس اگر دستی کام کو سکولوں میں مرکزی حیثیت دی جائے۔ اور اس کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے تو پرائمری سکول کا مکمل تعلیمی نصاب اس کے ذریعے سے بخوبی اور آسانی سے پڑھایا جا سکتا ہے۔ مشن سکول موگا (پنجاب) میں لڑکے پروجیکٹ میتھڈ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس میں جو لڑکوں کا روزانہ عملی کام پروجیکٹ کے سلسلہ میں ہوتا ہے اسی کے ساتھ تمام مضامین کا ربط پیدا کرکے مختلف مضامین کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں۔ اور طلباء زباندانی۔ حساب۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ سائنس۔ ڈرائنگ۔ مطالعہ قدرت وغیرہ مضامین اس کے ذریعے سے پڑھتے ہیں۔

جواہر پارے

۱۔ نگاہ کے بدل جانے سے ہر چیز کی نوعیت بدل جاتی ہے۔

۲۔ مہمان کو نہ دیکھ کہ وہ کون ہے اپنی بخشش پر نظر کر کہ وہ کس بات کا تقاضا کرتی ہے۔

۳۔ شکاری پرندے گایا نہیں کرتے۔

۴۔ بے ہمتوں کیلئے رحمت آسمان سے نہیں برستی البتہ باہمتوں کیلئے وہ زمین سے پھوٹتی ہے۔

(مرسلہ ابراہیم نورسا)

پرائمری سکول

(گذشتہ سے پیوستہ)

"سکول جاری کرنے کی غرض یہ ہے۔ کہ طلباء کو ان تجربات سے ایسی باقاعدگی سے اور ایسے ہوشمندانہ طریق پر روشناس کرایا جائے جس سے اُن کی اندرونی قوتیں بیدار ہو کر مہذب زندگی کے بنیادی اصُول کے مطابق عمل کرنے کے لئے جوش میں آ جائیں"۔

ہمارے نزدیک اِس مرحلہ پر یہ امر اشد ضروری ہے۔ کہ پرائمری جماعتوں میں تعلیم کی نسلی بخش ترقی کے پیشِ نظر اِس تعلیم کے اغراض و مقاصد کی ایک تشریح کیجائے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے ماتحت تعلیم کے بارہ میں کسی اچھی سکیم کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ ان کے علاوہ ایک اور اسی قدر اہم عنصر بھی قابلِ غور ہے۔ یعنی اُستادوں کی مُناسب اور موزوں تربیت۔ نصاب میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی اُس وقت تک خاطر خواہ نتائج پیدا نہیں کرے گی۔ جب تک کہ اُستادوں اور اُن کے کام کی نگرانی کرنے والے حکامِ معائنہ کا یہی طریقِ کار رہے گا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ نصاب کے مقابلہ میں اُستادوں اور حکامِ معائنہ کے رویہ میں تبدیلی پیدا کرنے کا مسئلہ نسبتاً زیادہ اہم ہے۔

چنانچہ اس غرض کے پیشِ نظر کہ پرائمری سکول کے کورس کی کامیاب تکمیل کو بجائے خود ایک مقصد اور ایک کامیاب۔ کامل اور بہمہ وجوہ مکمل مرحلہ قرار دیا جائے یہ ضروری ہے۔ کہ تعلیم کا مقصد یہ ہو۔ کہ طالب علم کی ذہنی۔ اخلاقی معاشرتی۔ فنی اور جمالیاتی دلچسپیوں میں متوازن ترقی عمل میں لائی جائے۔ سکول میں طالب علم کو حقیقی زندگی سے تعلق رکھنے والے مختلف مسلک پیش کئے جائیں۔ اور اُسے اس امر کے لئے کھلی آزادی دے دی جائے۔ کہ وہ اپنے لئے ان میں سے جو مسلک چاہے اختیار کرے۔ علاوہ ازیں تعلیم کا یہ مقصد ہونا چاہئے کہ

ہر وقت بچے کی شخصی نشوو ارتقا پر کڑی نگرانی عائد کی جائے۔ متذکرہ بالا امور کی بنا پر کمیٹی ہذا مندرجہ ذیل سفارش پیش کرتی ہے۔

کمیٹی کی رائے میں پرائمری جماعتوں کی تعلیم کے اہم ترین مقاصد یہ ہونے چاہئیں کہ:۔

(الف) لکھنے پڑھنے اور گنتی کے تین لازمی امور کے حصول کے لئے ذرائع اختیار کئے جائیں۔ تاکہ خواندگی حتی الامکان طلبار کے دماغوں میں مستقلاً گھر کر جائے۔

(ب) طالب علم کے لئے ایسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے مواقع بکثرت بہم پہنچائے جائیں۔ جن سے خود بخود اس کی قوتِ تحقیق بیدار ہو کر اس کی طبیعت کو مفید سرگرمیوں کی طرف مائل کر دے۔

اوّل:۔ جو کلچر کی نشوو نما کے لئے اسی قدر ممد ہوں جتنی کہ تحصیل فنون کے لئے میدان تیار کرنے میں اور جو طالب علم کی قوتِ مشاہدہ اس کے تخیل بندہ اظہارِ خیالات اور اس حسِ تخلیقی کو ترقی دیں جس کے ماتحت طالب علم اس قابل ہو جائے کہ وہ فنی اور جمالیاتی نقطۂ نظر سے مختلف اشیاء کے متعلق کوئی رائے قائم کر سکے۔

دوئم:۔ مفید اور سود مند دلچسپیوں یعنی پسندیدہ مشاغل اور تفریحوں کی حوصلہ افزائی کا باعث ہو سکے اور

سوئم:۔ جو بچوں کے دل میں ان کے قدرتی۔ معاشرتی اور اقتصادی ماحول متعلق مستقبل اور دیرپا دلچسپی پیدا کر دے اور ان کے تجربہ میں اضافہ کرے۔

چہارم:۔ طلبار میں معاشرتی بیداری اور احساسِ فرض پیدا کیا جائے۔ اور ان میں نیک عادات پیدا کرکے انہیں مدنیت اور صحیح شہریت کی اغراض کے پیشِ نظر تربیت دی جائے۔

پنجم ۔ اچھے اور نیک خصائل پیدا کرکے اور ذہنی اور اخلاقی تزکیۂ نفس کے لوازمات کے متعلق تلقین کرکے بچوں کی جسمانی ترقی اور نشو و نما کے لئے ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی جائے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کے سکولوں نیز دیہاتی اور قصباتی سکولوں کیلئے نصاب

پرائمری جماعتوں کی تعلیم کے مقاصد کی وضاحت کرنے کے بعد اس سوال پر غور کیا گیا۔ کہ ایسے سکولوں میں کیا کیا مضامین پڑھائے جانے چاہئیں۔ تاہم اصل معاملہ کے متعلق بحث کرنے سے قبل یہ سوال اٹھایا گیا کہ آیا:۔

(۱) لڑکوں اور لڑکیوں کے سکولوں اور

(۲) قصباتی اور دیہاتی سکولوں کے لئے ایک ہی قسم کا نصاب ہو یا ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ ہمارے صوبۂ پنجاب میں ایک عام احساس پایا جاتا ہے۔ اور اس احساس کے رکھنے والے بڑے بڑے فاضل اور مہذب اشخاص ہیں۔ ان اشخاص کی رائے ہے۔ کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے نصاب اور تعلیم بالکل مختلف ہونے چاہئیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے۔ کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے بالکل مختلف تعلیم درکار ہے۔ کیونکہ لڑکوں اور لڑکیوں کے رجحانات۔ دلچسپیوں اور مذاق میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک موجودہ نصاب لڑکیوں کے مقابلہ میں لڑکوں کے مذاق سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

یہ طرز تعلیم لڑکی کے دل میں گھریلو زندگی سے نفرت پیدا کر دیتی ہے اور آہستہ آہستہ انکا رہنا اجیرن بنا دیتی ہے۔ لیکن یہ خیال نہ صرف گمراہ کن ہے بلکہ تعلیم نسواں کے مفاد کے شدید منافی ہے۔ ہمارے اس نظریہ کی تصدیق مرکزی مشاورتی بورڈ برائے تعلیم نسواں کی رائے سے ہوتی ہے۔ کمیٹی مذکور

کی رپورٹ میں لکھا ہے ۔

"کمیٹی کی رائے ہے۔ کہ پرائمری مدارس برائے طلباء کے لئے عام نصاب مدارس برائے طالبات کے نصاب سے ہرگز مختلف نہیں ہونا چاہئے۔ اور نہ ہی اس نصاب کے پڑھانے کے طریقے مختلف ہونے چاہئیں۔ اِس لئے کمیٹی ہذا لڑکوں اور لڑکیوں کے جُدا گانہ سکولوں پر مشترکہ سکول کو ترجیح دیتی ہے۔ اور یہ ترجیح نہ صرف کفایت شعاری کی بنا پر بلکہ تعلیمی لحاظ سے بھی دی جا رہی ہے"۔

بورڈ آف ایجوکیشن کی مشاورتی کمیٹی نے بھی نہایت دلچسپ تنقید کی ہے جسے ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:۔

"ہم نے اِس ضمن میں کامل تحقیقات کی لیکن عملی طور پر ایک بھی دلیل یہ ثابت نہیں کرسکی کہ آیا لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین کوئی ایسے واضح اور مسلمہ اختلافات موجود ہیں۔ جن کی بنا پر کوئی تعلیمی پالیسی فی الفور اختیار کی جا سکے۔ ہمارے سامنے لڑکے اور لڑکیوں کے مابین ذہنی اختلافات کے بارہ میں کئی دلائل پیش کئے گئے۔ لیکن ہم نے ایک بھی اختلاف ایسا نہیں پایا۔ جسے قابلِ غور قرار دیا جاتا۔ ہر بار ہمارے گواہوں کی طرف سے ہمیں یہ یقین دلایا جاتا تھا۔ کہ بالکل ممکن ہے۔ کہ ایک لڑکا دوسری لڑکی سے مزاج یا طبیعت کے معاملہ میں اس قدر مختلف نہ ہو۔ جتنی کہ ایک لڑکی دوسری لڑکی سے اور ایک لڑکا دوسرے لڑکے سے مختلف ہو سکتا ہے۔ ہم نے تحقیقات کے دَوران میں یہ عجیب بات دیکھی۔ کہ اگر کوئی گواہ لڑکوں کی برتری بیان کرتا تھا۔ تو لڑکیوں کا حمایتی دوسرا گواہ اُس کی تردید کر دیتا تھا۔ حیرت ہے۔ کہ صدیوں سے مرد اور عورتیں باہم اس دُنیا میں موجود

ہیں۔ لیکن ابھی تک مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد ایک عقدہ لاینحل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ مرد مرد کے لئے اور عورت عورت کے لئے ایک پیچیدہ اور ناقابل فہم مسئلہ ہے۔ اگر کوئی تیسری جنس موجود ہوتی تو ٹھنڈے دل سے ان دونوں میں امتیاز کرتی۔ جوں جوں علم النفسیات ترقی کریگا اور جوں جوں اعداد و شمار پر مبنی تحقیقات اور معلومات میں اضافہ ہوتا جائیگا۔ کسی معقول اور صحیح نتیجے پر پہنچنا ممکن ہو جائیگا۔ لیکن اس اثنا میں یہی خردمندی ہے۔ کہ ان دونوں جنسوں میں نہ کوئی اختلاف روا رکھا جائے اور نہ کوئی یگانگت ملحوظ رکھی جائے بلکہ ان دونوں جنسوں کے لئے میدان کھلا چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ ہر دو جنس اس اختلاف اور یگانگت کا مسئلہ خود حل کرلیں۔ اس لئے اس مرحلہ پر لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جدا جدا نصاب مقرر کرنا نہایت ضرر رساں ثابت ہوگا"۔

اگرچہ کمیٹی ہذا کو کمیٹی برائے تعلیم نسواں کے مذکورہ بالا نظریے سے کامل اتفاق ہے۔ لیکن اس کی رائے میں یہ اشد ضروری ہے۔ کہ نصاب میں چند ایک لازمی تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں۔ مثلاً لڑکیوں کے لئے پرائمری درجے کی دو بالائی جماعتوں کے نصاب میں "خانہ داری" جیسے مضامین کا شامل کیا جانا نہایت لازمی ہے۔ اس لئے کمیٹی ہذا سفارش کرتی ہے۔ کہ پرائمری درجے کی پہلی تین جماعتوں تک لڑکوں اور لڑکیوں کا نصاب ایک ہی ہو۔ لیکن لڑکیوں کے سکولوں کی چوتھی اور پانچویں جماعتوں کے نصاب میں بعض ضروری تبدیلیاں کی جائیں۔ تاہم لڑکوں اور لڑکیوں کے سکولوں میں طریق ہائے تدریس کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔

بارہا یہ دلیل سنی گئی ہے۔ کہ چونکہ دیہاتی اور قصباتی لڑکوں کی ضروریات

ماحول اور نقطۂ نظر ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں قسم کے سکولوں میں نصاب میں اصولی اور بنیادی اختلاف ہونا چاہئے۔ لیکن ہماری رائے میں یہ نظریہ سیاسی اور معاشرتی نقطۂ نگاہ سے نہایت ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ اگر اس نظریہ کو جامہ عمل پہنایا گیا۔ تو خدشہ ہے۔ کہ دیہاتیوں اور شہریوں کے مابین اختلافات کی موجودہ خلیج زیادہ وسیع ہو جائیگی۔ چونکہ ہم دیہاتی اور شہری ایک ہی صوبہ کے باشندے ہیں۔ چونکہ دونوں کی حیثیت یکساں ہے۔ اور اُن کا مفاد مشترکہ ہے۔ اس لئے یہ کارروائی کچھ ایسی پسندیدہ نہ ہوگی۔ کہ ایسے بچوں کے دو طبقات کے مابین ایک امتیازی خط کھینچ دیا جائے۔ جنہیں اس تعلیم کے ذریعے نفرت کی بجائے ایک دوسرے سے محبت کرنی سکھائی جانی چاہئے۔

علاوہ ازیں تعلیم کا یہ ہرگز مقصد نہیں ہے۔ کہ تمام علم اور واقفیت کو مشہور و معروف حقائق اور عام ماحول تک محدود رکھا جائے۔ بلکہ اس سے یہ غرض ہے۔ کہ "طالب علم کا نظریہ بلند کیا جائے۔ اور اسے ماورائے ماحول اور غیر مانوس اشیاء میں دلچسپی لینے کے قابل بنایا جائے"۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اس مقصد کے حصول کے لئے جو جدوجہد کی جائے اسے طالب علم کے ماحول اور گردوپیش کے حالات سے پورا پورا تعلق اور مکمل مطابقت ہو۔ اگر یہ مقصد پیشِ نظر نہ ہو تو ہر دو قسم کے سکولوں میں نصاب اصولی اور بنیادی طور پر مختلف نہیں ہونا چاہئے۔ ہم دوبارہ کمیٹی برائے تعلیم نسواں کی اس رائے سے اظہار اتفاق کرتے ہیں جسے ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:۔

" بعض اوقات یہ دلیل پیش کی جاتی ہے۔ کہ دیہاتی پرائمری سکولوں کا وہی نصاب نہ ہو جو قصباتی سکولوں کے لئے مقرر ہے۔ طالب علم کی سرگرمیوں کو اس کے ماحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کی ضرورت کے

متعلق کمیٹی نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جیسا کسی سکول کا ماحول ہوگا۔ ویسا ہی اس کے مضامین کے "موضوعات" کے بارہ میں زور دیا جائیگا الغرض ایک قصباتی سکول کو صنعت وحرفت اور اسی قبیل کی دیگر سرگرمیوں کے بارہ میں زیادہ مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ اور دیہاتی سکول کھیتی باڑی۔ باغبانی اور اسی قسم کی دیگر سرگرمیوں کے لئے زیادہ مناسب ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں مختلف مضامین کا مسئلہ اتنا قابل غور نہیں ہے۔ جتنا کہ ان مضامین کے موزوں "موضوع" کی ضرورت کا سوال ہے"۔

ہم وُڈ اینڈ ایبٹ کے نظریات سے بھی کلّی اتفاق رکھتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

"دیہاتی اُستاد کا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ وُہ ہر طالب علم کے دل میں زراعتی کاموں کے متعلق دلچسپی پیدا کرے۔ حال ہی میں بورڈ آف ایجوکیشن نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ "یہ ایک نہایت مضرت رساں نظریہ ہے۔ کہ تعلیم کا یہ مقصد ہو۔ کہ طالب علم کے مستقبل کے متعلق کوئی واضح اور قطعی حد معیّن کی جائے۔ کیونکہ خدشہ ہے۔ کہ ایسی حد معیّن کرنے سے مختلف النوع ہی سہولتوں پر ناجائز قیود عائد ہو جائیں گی۔ اور اس طرح بچے کے ذاتی رُجحانات اور دلچسپیوں کی آزادانہ ترقی پر کڑی پابندیاں لگ جائیں گی"۔ لیکن اسی پمفلٹ میں کسی اور جگہ لکھا ہے "کہ ایسی تعلیم سے نہ تو تربیت اور نہ ہی افادی ضروریات پُوری کی جا سکتی ہیں۔ جو طلباء کے ماحول سے اپنے موضوعات اور تاثرات براہِ راست اخذ نہ کرتی ہو"۔ ہم نے ہندوستان میں جو بہترین سکول دیکھے ہیں اُن کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہاں انگریزی کی پڑھائی کے سوا باقی تمام تعلیمی سرگرمیاں طلباء کے ماحول نیز اُن قدرتی اور معاشرتی واقعات پر مبنی

ہوتی ہیں۔ جن سے یہ بچے کما حقہ واقف ہوتے ہیں۔ قیاساً دیہاتی سکول تعلیمی آلہ کار کے طور پر قصباتی سکولوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ متعدد قصباتی سکولوں میں اس مسئلہ نے نہایت شدید صورت حالات اختیار کر رکھی ہے۔ کہ ایسے طالب علم کے لئے کون سی موزوں سرگرمیاں بہم پہنچائی جائیں۔ جس نے اگرچہ پرائمری کی جماعت اول تو پاس کر لی ہے۔ لیکن ابھی اس قابل نہیں ہوا۔ کہ تیز اور نازک اوزار یا قیمتی اشیاء اس کے سپرد کی جائیں۔ لیکن دیہاتی سکولوں میں یہ مسئلہ نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے" نو سال سے لیکر چودہ سال کی عمر کے بچوں کے لئے کوئی ایسا درسی مشغلہ (پرائمری تعلیم کے سلسلہ میں زیادہ مناسب ہے۔ کہ لفظ "مضمون" کی بجائے لفظ "سرگرمی" استعمال کیا جائے) نہیں ہے۔ جو دیہاتی زندگی کی دلچسپیوں سے لبریز نہ ہو۔ حق تو یہ ہے۔ کہ قصباتی سکول کے مقابلہ میں دیہاتی رقبے کا ایک ایسا سکول جس کے ساتھ ایک خوشنما باغیچہ یا چھوٹا سا لہلہاتا کھیت ملحق ہو۔ قوت بخش کام۔ سادہ حساب۔ مطالعۂ قدرت۔ سائنس جغرافیہ اور دستکاری کے سے مفید مضامین میں دسترس حاصل کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع بہم پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر دیہاتی سکول میں کتابوں اور دوسرے ساز و سامان کی کثرت ہو۔ تو اس کا محل وقوع ایسے مضامین کی پڑھائی میں ہرگز سد راہ نہیں ہوتا۔ جن کا اس کے ماحول سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔ اور فی الواقعہ سکول کا یہ مقصد ہے۔ کہ اس سے طالب علم کی واقفیت کا دائرہ وسیع ہو۔ اور اس کے دل میں بادراء ماحول اور غیر مانوس اشیاء سے واقفیت حاصل کرنے کا مذاق پیدا ہو"

ہیڈو کمیٹی نے پرائمری سکول کے متعلق جو رپورٹ پیش کی تھی۔ اس میں محولہ بالا مسئلہ کے بارہ میں حسب ذیل رائے کا اظہار کیا ہوا ہے:-

ہم اس نظریہ کے قطعاً حامی نہیں۔ جسے اکثر اوقات بدیں الفاظ پیش کیا جاتا ہے کہ دیہاتی سکولوں کے لئے ایک خاص نصاب مقرر کیا جائے۔ لیکن ساتھ ہی ہمارے نزدیک یہ بھی غیر مناسب ہے۔ کہ ملک کے نظام تعلیم کو قصباتی سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ سکول کا یہ کام ہے۔ کہ وہ نیک انسان معرض وجود میں لائے نہ کہ شہری یا قصباتی کی تخصیص پیدا کر دے۔ یہاں یہ کہنا بھی غیر موزوں نہ ہوگا۔ کہ دیہات کے اکثر و بیشتر طلباء کو بڑے ہو کر شہروں میں بسنا اور کام کرنا پڑے گا۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ سکول کا نصاب طالبعلم کے ماحول سے ہر ممکن استفادہ کرے۔"

لہذا کمیٹی کی یہ رائے ہے۔ کہ دیہاتی اور قصباتی سکولوں کے نصاب میں کوئی بنیادی یا اصولی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن سکول کے محل وقوع کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مضامین کے موضوعات میں طریق ہائے تدریس کے ذریعے معمولی نوعیت کی سود مندانہ تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں۔

رپورٹ ہذا میں کسی اور جگہ یہ واضح کیا گیا ہے۔ کہ ہر تعلیمی سکیم کی کامیابی کا انحصار مندرجہ ذیل محاسن پر ہوتا ہے:۔

(۱) پڑھائی (۲) عمارت نیز (۳) حفظان صحت اور جسمانی بہبود کے سلسلہ میں پرائمری سکولوں کے نقائص اور خامیاں

(ا) تعلیم کے صاف اور واضح اغراض و مقاصد۔
(ب) بہترین نصاب اور
(ج) استادوں میں کام کرنے کی پوری پوری صلاحیت اور قابلیت۔

لیکن ہمارا اپنا یہ تجربہ ہے۔ کہ اس سلسلہ میں کئی ایک بیرونی خامیاں اور کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ جو مذکورہ بالا محاسن کے باوجود کامیابی کے راستہ پر رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک ذیل میں درج کی جاتی

ہیں:۔ (ا) استادوں کی ناکافی تعداد (ب) جماعت اوّل میں بچوں کے داخلے کی بلاتعین وقت اجازت (ج) سکولوں کی ناکافی اور تنگ عمارات نیز کھیل کود کے میدانوں کی کمی (د) والدین کی طرف سے بچوں کی جسمانی بہبود سے تغافل۔

(باقی آئندہ مضمون جاری ہے)

گلستان

(از قلم خوشحال چند پریم صاحب بی اے)

خدا تعالےٰ نے اک گلستاں بنایا
اِسے پھول اور پتیوں سے سجایا

زمیں نام اس باغ کا اُس نے رکھا
جسے ہر بشر نے ہے لذت سے چکھا

خدا تعالےٰ نے سخت پتھر بنائے
ندی اور نالے اُسی نے بہائے

پہاڑوں پہ تودے برف کے جمائے
ہر اک وادی وادی میں جنگل اُگائے

ہماری خوشی کے ہیں ساماں سارے
گلاب اور نرگس ندی کے کنارے

وہ قوس و قزح ٹمٹماتے ستارے
خدا ہی کی قدرت کے ہیں سب نظارے

اُسی نے دی قوت ہمیں سوچنے کی
بدی سے قدم کو ہمیں روکنے کی

ہمیں چاہئے بات کو پہلے تولیں
بُری ہو تو روکیں کھری ہو تو بولیں

ہو ظاہر جلال اُس کا اس زندگی سے
حمد سے ستائش سے اور بندگی سے

ناکامیاں

جو کہتے ہیں۔ کہ اس دُنیا میں بُرائی کیوں ہے۔ کمی کیوں ہے۔ روکاٹ کیوں ہے۔ وہ فی الحقیقت نیکی۔ فرمانی اور آسادی کے قدردان نہیں۔ وہ ان موتیوں کے لیئے ان کی پوری قیمت ادا کرنا نہیں چاہتے۔ جس قدر کہ ایک عطیہ شاندار ہوگا۔ اُسی قدر کٹھن وہ کوششیں ہونگی جو اُس کے حصول کے لیئے درکار ہیں۔

زندگی کی ناکامیاں فی الحقیقت ایسے انسانوں کی طلبگار ہیں۔ جو کامیابی کے اہل ہوں۔

(مرسلہ ابراہیم نور)

دورِ حاضرہ کا مُدرّس

(گذشتہ سے پیوستہ۔ قسط سوئم)

نوٹ:۔ پہلی قسط میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ زمانہ قدیم میں مدرس کی کس قدر تعظیم کی جاتی تھی۔ اور پھر یہ کہ مدرس کی پوزیشن اور وقار میں اس قدر کمی اور انحطاط کیوں واقع ہوگیا۔ دوسری قسط میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ مدرس کیا کرے اور کیسی تعلیم دے۔ کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرسکے۔ اب تیسری قسط میں یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ مدرس کا سکول میں طرزِ عمل اور اُس کا اپنے طالب علموں کے ساتھ رویہ کیسا ہو۔ کہ طالب علم اور مدرس میں باہمی مفاہمت ہوسکے اور خوشگوار تعلقات قائم ہو جائیں۔

(عبدالعزیز)

مدرس کو اپنے کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اُس کا سکول میں طرزِ عمل اور اُس کا اپنے طلباء سے رویہ ایسا ہو جس کی وجہ سے مُدرّس اور طالب علم دونوں میں تعلیمی مفاہمت ہو سکے اور خوشگوار تعلقات قائم ہو جائیں۔ اِس کے لئے مدرّس کو چاہئے۔ کہ وُہ مندرجہ ذیل امور کا خاص طور پر خیال رکھے۔ اور ان امور کو عملی جامہ پہنانے کی سر تا سر جدّو جہد کرے۔

(۱) سکول میں آنے سے پیشتر بچہ اپنی ابتدائی زندگی کے پانچ یا چھ سال گھر میں گذار چکا ہوتا ہے۔ اور وُہ ہر بات گھر کے ماحول کے مطابق سرانجام دینے کا عادی بن چکا ہوتا ہے۔ لیکن جب بچہ سکول میں قدم رکھتا ہے۔ اور اسکول کے ماحول کو گھر کے ماحول جیسا نہیں پاتا۔ تو اُس کا دل بیٹھ جاتا ہے۔ اور وُہ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کا انجام خوشگوار نہیں ہوتا۔ پس مدرس کے لئے لازم ہے۔ کہ وُہ بچے کے گھر کے ماحول کو سکول کے ماحول سے ٹکرانے نہ دے۔ بلکہ سکول کے ماحول کو گھر کے ماحول کے عین مطابق بنانے کی کوشش کرے۔ تاکہ بچے ہنسی خوشی سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئیں۔

(۲) بچوں میں تاثر پذیری اور تقلید کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ اِس لئے وُہ مدرّس کی ہر بات سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ اور اُس کے اعمال کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس مدرس جتنا عرصہ سکول میں رہے۔ اُس کی زندگی قابلِ تقلید ہو۔ اُس کی گفتگو شیریں اور دل محبت اور اخلاص سے بھرپور ہو۔ اُس کا لباس صاف اور سادہ ہو۔ اور اُس کا چہرہ بشاش مگر سنجیدہ ہو۔ اُس کے عزائم بلند اور مقصد بابرکت ہوں۔ اور اُس کے

روزمرہ کے برتاؤ سے اُس کی فراخدلی اور دوستی کا اظہار ہوتا ہو۔

(۳) اُستاد اپنی رہنمائی میں نتیجہ بخش سرگرمیوں اور حقیقی زندگی سے تعلق رکھنے والے اصلی مسائل اور مشاغل کے طویل سلسلہ کے ذریعے بچوں کی جسمانی۔ روحانی اور اخلاقی تربیت اور ترقی کا بندوبست کرے تاکہ بچے کا تعلق سکول کی محدود زندگی سے نکل کر بیرون مدرسہ دنیا کی ہر چلتی پھرتی شئے سے ہو۔ تاکہ بچے بڑے ہوکر ایسی ہستیاں بنیں۔ جن کے سامنے کوئی نہ کوئی عظیم الشان مقصد ہو۔

(۴) مدرس بچوں کو قدرت کے حقائق۔ اُس کے مناظر اور اشیائے گردوپیش سے ہوشمندانہ طریق پر روشناس کرائے تاکہ بچوں کی زندگیاں عمیق پائیں۔ اُن کے فہم و ادراک کی نشوونما ہو۔ اور اُن کی اندرونی قوائے بیدار ہو کر نشوونما حاصل کریں۔

(۵) مدرس بچوں کے اندر دقیق مطالعہ کا شوق پیدا کرے۔ تاکہ اُن کا تخیل اور ذخیرۂ خیالات بڑھے اور اُن کا جمالیاتی ذوق ترقی کرے۔ مدرس بچوں کے اندر گہرے مشاہدہ کا شوق پیدا کرے تاکہ وُہ ہر شئے کو حسین نگاہ سے دیکھیں۔ اور خداوند کی عظمت کا ایک غیر فانی جذبہ اُن کے دلوں میں پیدا ہو

(۶) مدرس بچوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کا موقع دے اور اُن کے سامنے کثرت سے مشاغل رکھے تاکہ بچے ہر وقت کام میں مصروف رہیں۔

آخر پر مدرس کے طریقۂ تعلیم کے متعلق چند ایک الفاظ کا یہاں لکھنا بے جا نہ ہوگا۔ یہ بات عام ظاہر ہے۔ کہ کامیابی سے پڑھانے کے لئے اُستاد کو قابلِ فہم اور عمدہ طریقوں کی ضرورت ہو۔ لڑکوں کی سیرت کی تربیت خود مضامین سے نہیں ہوتی بلکہ اُس طریقہ سے ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے وُہ

مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ احمقانہ اور ناقابل فہم تعلیم کند ذہن اور بے وقوف لڑکے پیدا کرتی ہے۔ جو اپنی قوت استدلال کو استعمال نہیں کر سکتے۔ پس مدرس پڑھاتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خاص طور پر خیال رکھے۔

(۱) **مدرس بچے کی ذات پر اعتماد کرے۔** اور اُس کو کام کرنے کا موقع دے۔ تاکہ طلباء اپنی ذاتی سعی سے کام لیکر تعلیم حاصل کریں۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے۔ کہ بچے کے ماں باپ اور اُس کا اُستاد سمجھتے ہیں۔ کہ فلاں کام بچوں کے لئے مشکل ہے۔ اور وُہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے بچوں کا وہی کام خود کر کے بچے کی مشکلات کو حل کر دیتے ہیں۔ بچے کو موقع نہیں ملتا۔ کہ وُہ اپنی مشکلات خود حل کرنا سیکھے۔ پس اس طرح رفتہ رفتہ بچہ دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے اور اُس کو اپنے اُوپر بھروسہ نہیں رہتا۔ مدرس یاد رکھے۔ کہ بچہ وُہ کچھ کر سکتا ہے۔ جو ہمارے وہم گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ پس ہم بچے کو کام کرنے کا موقع دیں۔ اور اُس کے لئے کام کرنے کی فضا پیدا کریں۔ وُہ خود بخود ہی بہت سے کام اپنی ذاتی سعی سے کر لیگا۔ ہاں اگر ضرورت پڑے تو مدرس بچے کی رہنمائی ضرور کرے۔

(۲) مدرس سزا کے خوف۔ انعام کے لالچ یا کسی خارجی دباؤ کے ماتحت طلباء سے کام نہ کرائے بلکہ بچہ کام کرنے کے لئے اپنی ذمہ داری محسوس کرنے اور اندرونی دلچسپی سے کام کرنا سیکھے۔ اس طرح بچہ ہر وقت بغیر کسی کا انتظار کئے کام میں لگا رہے گا۔ اور اُس میں احساسِ فرض کا مادہ پیدا ہوگا۔ اور وُہ ملک وملت کے لئے مفید اور کامیاب رُکن ثابت ہوگا۔

(۳) **مدرس بچوں کو کام کرنے کے ذریعے علم سکھائے۔** بچے فطرتاً کچھ نہ کچھ کرتے رہنا پسند کرتے ہیں۔ پس بچوں کو تعلیم ایسے مشاغل اور مسائل

کے ذریعے دی جائے۔ جو اُن کی اصل زندگی سے تعلق رکھتے ہوں۔ ایسے مشاغل اور مسائل میں جب بچہ عملی طور پر حصہ لیتا ہے۔ تو وہ اپنی آئندہ زندگی کے لئے بہتر طور پر تیار ہوتا ہے۔ یہ عملی تعلیم اُس کے دل و دماغ پر مفید اور کارآمد اثر کرتی ہے اور بچے کو عقلمند۔ دانا اور آزمودہ کار بناتی ہے۔

(۴) **مدرس تعلیم دیتے وقت طلباء کیساتھ برابر کا شریک ہو۔** مدرس طلباء میں سے ایک ہو کر طلباء کو تعلیم دے۔ اس طرح مدرس بچوں کی کمزوریوں سے بھی واقف ہو جائیگا۔ اور اُن کے مناسب حال اُن سے سلوک کر سکے گا۔ اس طرح بچے بھی مدرس کے ساتھ مانوس ہو جائیں گے۔ اور وہ اپنے تعلیمی پروگرام کو خوشگوار طور پر پورا کر سکے گا۔

(۵) **مدرس تعلیم کے لئے بچوں میں آمادگی اور یکسوئی پیدا کرے۔** کوئی کام بغیر آمادگی اور توجہ کے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک کسی کام کے کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ کوئی شخص بھی نہ تو اُس کو کریگا اور نہ ہی کرنے کے لئے طیار ہوگا۔ اور نہ ہی اُس کو کامیابی کے ساتھ ختم کر سکے گا۔ وہ ہر معمولی مشکل کے پیش آنے پر کام کو چھوڑ دینا چاہیگا۔ اور جلدی بددل ہو جائے گا۔ لیکن اگر لڑکے نے کسی کام کے کرنے کا پکا ارادہ کر لیا ہے۔ تو وہ مشکلات کا سامنا کرتا ہوا بھی اس کام کو کرے گا۔ اور بڑی تن دہی۔ جوش اور خوشی سے کام میں لگا رہے گا۔

(۶) **جہاں تک ممکن ہو کھیل کا عنصر تعلیم میں زیادہ ہو۔** بلکہ اگر ممکن ہو تو کھیل ہی کھیل میں بچے کو تعلیم دی جائے۔ کھیل بچے کا پیدائشی حق ہے اور وہ ہمیشہ کھیلنا چاہتا ہے۔ اگر اُس کو کھیل سے ہٹا کر تعلیم کی طرف لگائیں گے۔ تو وہ تعلیم کی طرف توجہ نہیں دے گا۔ بلکہ اُلٹا تعلیم سے اُس کو نفرت ہو جائے گی۔

اور ممکن ہے کہ وُہ پڑھنا چھوڑ دے۔ اس لئے تعلیم میں کھیل کو زیادہ حصہ دینا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو کھیل ہی کھیل میں تعلیم دی جائے۔

(۷) مُدرس بچے کی دلچسپیات کو ذریعۂ تعلیم بنائے:۔ بچہ وہی کام کرے گا جس میں اس کو دلچسپی ہوگی اور جس میں اس کو دلچسپی نہیں ہے اُس کو وُہ یا تو کریگا نہیں اور اگر کرے گا تو ادھورا اور بے دلی کے ساتھ کرے گا۔ چونکہ بچہ جسمانی حرکت کرنا تقلید کرنا۔ ہاتھوں سے کام کرنا۔ کھیلنا وغیرہ کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے تعلیم دیتے وقت بچے کی تمام دلچسپیات کو ذریعۂ تعلیم بنایا جائے۔

(۸) مدرس بچے کی عزت کرے:۔ اُس کو خوش رکھنے کی کوشش کرے اور اُس کے جائز مطالبات کو پورا کرنے سے کبھی گریز نہ کرے۔ مدرس دوران سبق اُس کے سوالات کا صبر و تحمل اور خندہ پیشانی سے جواب دے۔ کھیلنے میں آزادی دے۔ بچہ کل کو باپ بنے گا۔ اور ایک بڑے کنبے کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے گا۔

مجھے اُمید ہے۔ کہ مدرس اگر مندرجہ بالا اوصاف کا حامل ہوگا۔ تو اُس کے طالب علم کبھی بھی اُس سے ناخوش نہیں رہیں گے۔ اور وُہ ایسی تعلیم بچوں کو دے سکے گا جو اُن کی اپنی ضروریات اور ملک و قت کی ضروریات کو بطریق احسن پورا کرے۔ اور اُن کو نامور شہری بنانے میں مدد دے۔

کتابیں عقل کے خزانوں کی چابیاں ہیں۔
کتابیں خوشی کے محل میں داخل ہونے کے لئے کھڑکیاں ہیں۔
کتابیں آسمان کی طرف لے جانیوالی سیڑھیاں ہیں
کتابیں انسان کی حقیقی آشنا ہیں
لائبریری کی پرسکون فضا میں بیٹھکر ان کا مطالعہ کیجئے۔ (خوشی ایند پریم لائبریرین)

دیہات سدھار بذریعہ مسلسل پرچار

موسم گرما کیلئے بہترین شربت

ٹماٹر اور شہتوت کا پانی ملا کر بطور شربت گرمیوں میں استعمال کرنا چاہیئے۔

ٹماٹر کا عرق نکالنے کا طریقہ: ٹماٹروں کو اچھی طرح پانی سے صاف کر کے چاقو سے ہر پھل کا چھوٹی چھوٹی پھانکیں بناؤ۔ اب انہیں دیگچی میں ڈال کر ہلکی آنچ پر رکھ دو۔ آنچ اس قدر تیز نہ ہو کہ کھولاؤ کے درجہ تک پہنچ جائے۔ پھر ان کو نکال کر کسی شکنجے میں رکھیئے جس سے پھلوں کا رس نکالا جاتا ہے۔ اگر شکنجہ نہ مل سکے۔ تو صاف ململ کے کپڑے میں دبا کر رس نکالا جا سکتا ہے۔ پھوک پھلکا۔ پوست اور بیج علیحدہ ہو جائیں گے اور عرق صاف گلاس میں بھر جائیگا حسب ذائقہ نمک ملائیے یا (چینی ملائیے) پھر اسے ٹھنڈا کر کے پی لو۔ ٹماٹر بطور پھل کے نمک لگا کر کچی بھی کھایا جا سکتا ہے۔ مگر چھلکے کے ساتھ کھانا چاہئے۔ کیونکہ وٹامن (جسم کو قوت دینے والی چیز) چھلکے کے نیچے ہوتے ہیں۔ شہتوت کا رس بھی ململ کے کپڑے میں دبا کر نکالا جا سکتا ہے۔ وٹامن مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور وہ مندرجہ ذیل چیزوں میں پائے جاتے ہیں۔

وٹامن A: مچھلی کا تیل۔ دودھ کی بالائی۔ دودھ۔ ٹماٹر۔ کیلا۔ نارنگی۔

وٹامن B: ٹماٹر۔ سیب۔ قدرتی پھل ترکاریاں اور تمام غذائیں۔

وٹامن D: یہ وٹامن امراض پر قابو پانے کی قوت دیتے ہیں۔ انڈہ۔ دودھ ٹماٹر میں پائے جاتے ہیں۔

ٹماٹر کھانے کن لوگوں کے لئے مفید ہیں:-

(۱) جن کو بھوک نہ لگے - (۲) بچوں کے نمو پذیر جسم کے لئے - (۳) ریاح کھٹی ڈکاریں اور سوزشِ امعا کے لئے +

(خوشحالچند پریم)

دیہات سدھار بذریعہ مسلسل پرچار

گیت

زمیندار پیاریا آکھے وی لگ جایا کر
لڑ لڑ پیلی بنے توں نہ اپنی جان گنوایا کر
گاں نے دُودھ پلایا ہے - نالے بلد بنایا ہے - اُس تیرا ہل واہیا ہے
کُٹ کُٹ نہ کھل لاہیا کر
زمیندار پیاریا آکھے وی لگ جایا کر
رب بارش برساندا ہے - پھل اناج اگاندا ہے - اوہ سورج چمکاندا ہے
اُس دا شکر منایا کر
زمیندار پیاریا آکھے وی لگ جایا کر
دب دب کے توں واہی کر - نہ جھوٹی دیا گواہی کر - نہ بڈھا لدے جوائی کر
نہ دھیاں ویچ کے کھایا کر
زمیندار پیاریا آکھے وی لگ جایا کر
توں جیون[1] لے کے پڑھیا کر - نہ گھروالی نال لڑیا کر - نہ پھل کچہری وڑیا کر
تے سٹا کدی نہ لایا کر
زمیندار پیاریا آکھے وی لگ جایا کر

(از قلم خوشحالچند پریم بی اے)

[1] جیون اخبار جو بالغوں کے لئے گھرڑ ضلع انبالہ سے چھپتا ہے +

تعلیم جسمانی اور اس کی ضرورت (قسط دوم)

(Physical Education and its need)

تعلیم جسمانی کیا ہے؟ عام لوگوں کا خیال ہے کہ جسم کو بنانا اور اس کے
خاص اعضا کی نشوونما تعلیم جسمانی ہے۔ لیکن موجودہ تعلیم جدید اتنے محدود
خیال کی قائل نہیں بلکہ وہ اس کی تعریف اس طرح سے کرتی ہے۔

Physical education is the sum total of physical experiences that a child gets in the School or else where

"تعلیم جسمانی ان طبعی اور جسمانی تجربات کا مجموعہ ہے۔ جو بچہ سکول یا سکول
سے باہر سے حاصل کرتا ہے۔" ہم Education of the whole man
یعنی مکمل شخصیت کی تعلیم میں یقین رکھتے ہیں۔ اگر بچے کی تعلیم میں علمی پروگرام ہی ہو
تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس کی مکمل تعلیم ہے بلکہ یہ ایک حصہ ہے۔ بچے کی
جسمانی تعلیم میں اس کے اصولوں سے بھی واقفیت کرائی جائے۔ پس بچے کی تعلیم
اس وقت مکمل ہوتی ہے جب ہم علمی، جسمانی اور اخلاقی پروگرام اس کے لئے
مرتب کرتے ہیں جس طرح ایک درخت بغیر پتوں اور ٹہنیوں کے
نامکمل درخت ہے اسی طرح درسی تعلیم جسمانی تعلیم کے بغیر نامکمل ہے

تعلیم جسمانی میں کھیل کی اہمیت:۔ تعلیم جسمانی کے ماہرین کھیل کے
متعلق کئی ایک نظریے پیش کرتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک ذیل میں درج
کئے جاتے ہیں۔ بعض فلاسفروں کا خیال ہے۔ کہ کھیل انسان کی ......

(بچی ہُوئی طاقت) Surplus Energy کا نتیجہ ہے۔ کئی کہتے ہیں۔ کہ تفریح کی ضرورت سے نکلی ہے۔ اور بعض کا خیال ہے۔ کہ انسانی جبلت یا وراثت کا اثر ہے۔ لیکن جب ہم ان پر غور کرتے اور ان کی تشریح کرتے ہیں۔ تو یہ خیالات ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتے۔ تاہم مشاہدے سے ظاہر ہے۔ کہ یہ خیالات اس کو سمجھنے کے لئے مدد ہیں۔ اُستاد اس پر اتفاق کرتے ہیں۔ کہ کھیل بچے کے لئے جسمانی۔ دماغی اور اخلاقی نشو و نما کا ذریعہ ہے۔

تعلیم جسمانی کے مقاصد:۔ (Aims of physical Education)

(۱) کھیل جسمانی قابلیت (Efficiency) کو بڑھاتی ہے۔

(۲) انسانی ڈھانچہ کی درستی کرتی ہے۔

(۳) انسان کے اندرونی اعضا ٹھیک کام کرتے ہیں۔

(۴) بھروسہ۔ حوصلہ۔ فرمانبرداری۔ تیاری۔ جوابی عمل۔ دوسروں کی عزت اور اچھے کھلاڑی کی قابلیت پیدا کرتی ہے۔

بچے اور اُن کی سرگرمیاں :۔ بچے کے تعلیمی پروگرام کے لئے کھیل نہایت ضروری ہے۔ اس لئے ہم پر لازم ہے۔ کہ ہم بچوں کے کھیل کے اوقات معلوم کریں۔ ہم کو پتہ ہونا چاہئے۔ کہ کس عمر کے بچے کے لئے کس قسم کی جسمانی سرگرمیاں ہونی چاہئیں۔ اگر ہم بچے کی خصوصیات سے ناواقف ہیں تو خطرہ ہے۔ کہ ہم اُس کی تعلیم ٹھیک اور درست نہ کر سکیں۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں بچوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرکے اُن کی سرگرمیاں بتانا چاہتا ہوں۔

I سکول میں آنے سے پہلے :۔ (۵ سال کی عمر تک) اس سے پہلے کہ بچہ سکول جانا شروع کرے۔ اُس کا ہر منٹ کسی نہ کسی جسمانی سرگرمی میں

گزرتا ہے۔ یا دُوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وُہ ہر وقت کھیلتا رہتا ہے۔ اس سے ہمیں معلُوم ہوتا ہے۔ کہ بچے کی نشوو نُما کے لئے کھیل نہایت ضرُوری ہے۔ اگر بچہ ان ہی حرکات کو لگاتار کرتا رہے۔ تو ایک تندرست بچہ رہ سکتا ہے۔ یہ زمانہ تقلید کرنے کا زمانہ ہے۔ بچہ کھیلنے میں سرگرمی اور دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ تنظیمی کھیلیں اُس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ وُہ اکیلا کھیلنا ہی پسند کرتا ہے۔ بہت سے ایسے والدین صاحبان ہیں۔ جو اس بات کا خیال نہیں کرتے اور نہ وُہ اُستاد جو چھوٹے بچوں کے ذمہ دار ہیں۔

خیال رہے۔ کہ ہر قسم کا کنڈرگارٹن طریقۂ تعلیم جو کہ اس عُمر کے بچوں کے پڑھانے کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے۔ وُہ اِس اصُول پر مبنی ہے۔ اِس میں تقلید، تخیل اور انفرادیت خاص طور پر نمایاں ہوں۔ کنڈرگارٹن میں تنظیمی کھیلوں کو لانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس عُمر کے بچوں کے پروگرام میں ضبط کی نسبت دِلچسپی کا مدِّ نظر رکھنا ضرُوری ہے۔ لہذا زیادہ تر حرکات نقلی ہونی چاہئیں۔ کیونکہ اِس عُمر میں بچے فطرتاً نقل کرنا پسند کرتے ہیں۔ بہتر ہوگا۔ کہ تمام پروگرام ایک کہانی کی صُورت میں پیش کی جائیں۔

II ۶ سال سے ۱۱ سال تک بچوں میں رشک کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وُہ مقابلہ کی کھیلیں کھیلنا پسند کرتے ہیں۔ اِس وقت بچوں کی رہنمائی کے لئے صحیح رہنما کی ضرُورت ہے۔

اِس عُمر کی نمایاں اور مشہور کھیلیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

دائرے میں چھُونے کی کھیلیں جن میں بچوں کو انفرادی مُقابلہ کا

کافی موقعہ ملتا ہے۔ اور ساتھ جسمانی سرگرمی کے کئی مواقع ہوتے ہیں بمثال کے طور پر کسی کا تعاقب کرنا۔ بھاگتے ہوئے پلہ نہ پکڑوانا۔ اس قسم کی کھیلوں کو مختلف دفعوں پر بار بار کھیلنا۔

نشو و نما کا یہ وقت بچوں کی کھیل کی زندگی میں بہت نمایاں ہوتا ہے۔ کیونکہ اِن چار پانچ سالوں میں بچہ بہت جلدی جلدی جسمانی نشو و نما کی منازل میں سے گزرتا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے وُہ جنگلی اور وحشیانہ قسم کی کھیلوں گویا کسی چیز کے پھینکنے۔ ضرب لگانے۔ جنگ کرنے۔ مانے اور اس قسم کی ایسی کھیلیں جن کا مقصد تعاقب کرنا۔ پکڑنا وغیرہ ہو شرکت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور آخرکار گروہی زندگی جس میں بچہ پہلی دفعہ تعاون۔ شرکت اور مِل جُل کر کھیلنے والی کھیلوں میں حصّہ لیتا ہے۔

III ۱۲ سال سے اُوپر کے لڑکے مِل جُل کر کھیلنا پسند کرتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ اس عُمر کے بچے عموماً اپنی ساری دلچسپی فٹ بال۔ ہاکی۔ کرکٹ۔ والی بال اور باسکٹ بال وغیرہ کھیلوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ یہ وُہ زمانہ ہے۔ جب بچہ کھیل کے میدان کے قوانین جاننے کا اشتیاق ظاہر کرتا ہے۔ وُہ معلوم کرتا ہے۔ کہ اُس کے ساتھی بے رحم منصف ہیں۔ اور اُس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وُہ تمام طاقت اُن کو خوش کرنے میں لگا دے۔ وُہ اِس بات پر یقین کرتا ہے۔ کہ جو کچھ اُس کے لئے ٹھیک اور درست ہے وُہ دوسروں کے لئے بھی ایسا ہی ہے۔ اِس عُمر کے بچوں کے لئے تنظیمی کھیلیں ضروری ہیں۔ اور رہنما کو چاہئے کہ وُہ

تمام کھیلوں کے قوانین بھی بچوں کو بتا دے ۔ اور کھیلتے وقت اِس بات کا خاص خیال رکھتے ۔ کہ بچے قوانین کے ماتحت کھیلتے ہیں ۔ کہ نہیں ۔ اور جس جگہ بچے قوانین کو توڑنے کی کوشش کریں ۔ اُستاد کا فرض ہے ۔ کہ اُن کی رہنمائی کرے ۔ پس کھیل تعلیمی ادارہ میں خاص اہمیت رکھتی ہے ۔ اور اِس سے بھی زیادہ بچہ کی پرورش اور نشو و نما میں ۔

بچہ اِس سے جسمانی طور پر اپنے اعضا پر ضبط کرنا سیکھتا ہے کھیل میں تیار رہنا ۔ سوچنا اور جلد فیصلہ کرنا سیکھتا ہے ۔ لیکن سب سے اہم بات جو ہم سیکھتے ہیں وہ اخلاق ہے ۔ جس جگہ بے ایمانی ۔ خود غرضی ہے وہاں کھیل جاری نہیں رہ سکتی ۔ اچھی کھیل کے قوانین اچھے شہری پیدا کرتے ہیں ۔

اِس سے انکار نہیں کہ کھیل سے بڑا فائدہ جسمانی تندرستی ہے ۔ لیکن کھیل میں بلند ترین نقطہ یہ ہے ۔ کہ کھلاڑی اُن پٹھوں یا جسمانی اعضا سے ناواقف نہیں ہوتے جو کھیل میں نشو و نما حاصل کرتے ہیں ۔

مُدرسین کے فرائض :۔ کا فرضِ اولین ہے ۔ کہ وہ اُن معصوم ہستیوں کو جو اُن کے سپرد کی گئی ہیں ۔ جو ہمارے مُلک و ملت کے لئے مایۂ ناز ہیں ۔ جو ہندوستان کی دولت ہے ۔ اور جو کل کو نوجوان ہو کر مُلک کی باگ ڈور سنبھالیں گے ۔ دورانِ سکول میں اُن کی جسمانی صحت کے لئے ایسے ورزشی پروگرام تیار کریں کہ اُن کے ذریعے :۔

(۱) اُن کی قوّتِ مشاہدہ بڑھے۔
(۲) قوّتِ استدلالیہ۔ جسمانی اعضا۔ تعمیری اور تخلیقی کام۔ لطافتِ مذاق اور لطیف ترین جذبات کی ترقی ہو۔
(۳) محبّت۔ ہمدردی۔ دوسروں کا احترام کرنا۔ بچّے میں پیدا ہو جائے
(۴) حالات کے ماتحت کام کرنے کی مشق کر سکے۔
(۵) بچّہ مختلف قسم کے تجربات حاصل کر سکے۔ اور بُرے اثرات سے بچے۔
(۶) بچّے کو اپنے آپ پر قابو پانا آ جائے۔
(۷) سماجی اور اخلاقی تربیت حاصل کر سکے۔
(۸) دُوسروں کے حقوق پہچاننا اور اُن کے حقوق کی نگہداشت کرنا اور اپنے حقوق دُوسروں سے منوانا سیکھ جائیں۔
(۹) بچّہ آزادی کے مفہوم کو سمجھ جائے اور اپنی آئندہ زندگی کے لئے تیار ہو جائے۔
(۱۰) اشتراکِ عمل کا ثبوت دے سکے۔

(جے۔ ایس بخش)

اِبتدائی مدارس میں اختراعی مشاغل

فنِ اختراع میں قدرت سے امداد۔ کپڑوں پر پتوں کے نمونے بنانا

ماہ مئی کے موکا اخبار میں بتایا گیا تھا کہ دستکاری کی جماعت

میں درختوں کے پتے کس طرح استعمال کئے جا سکتے ہیں ۔ اب ہم اختراعی نمونہ جات کے لئے پتوں کا استعمال سیکھیں گے ۔ جن سکولوں میں قیمتاً لکڑی یا پتھر کے نمونہ جات مہیا نہیں ہو سکتے یا جن مستورات کو اپنے سینے پرونے اور پھول کاڑھنے کے لئے بازار سے نمونے کی کاپیاں خریدنا مشکل معلوم ہوتا ہے ۔ اُن کی سہولت کے لئے پتوں کا مفید استعمال پیش کیا جاتا ہے ۔

دیہات کی نوجوان لڑکیوں اور ماؤں کو چاہئے کہ وہ نیچے دی ہوئی ہدایات کے مطابق پتوں کا مفید استعمال کر کے کپڑوں پر بیل بوٹے بنائیں ۔ اور پیسوں کی بچت کریں ۔ سینے پرونے کے کام میں پتوں کے نمونہ جات استعمال کرنے کے مختلف طریقے حسب ذیل ہیں :-

(۱) ساڑھی یا پلنگ پوش کے حاشیہ پر کشیدہ کاڑھنا ۔
(۲) کپڑے کے ٹکڑے جوڑنے کے کام کے لئے نمونہ بنانا ۔
(۳) رنگدار ٹھپہ لگانے یا گلکاری کا کام کرنے کے لئے نمونہ بنانا
(۴) سائے دار زرد وزی کا کام ۔
(۵) کراس سٹیچ (Cross Stitch) کے نمونہ جات

نمونہ بنانے کا طریقہ

کسی پتے کا ڈیزائن کپڑے پر بنانے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اس پتے کو کپڑے پر مضبوطی سے تھام کر اس کے چاروں طرف پنسل سے لکیر کھینچ دو ۔ پتے کے رگ و ریشے بنانے مطلوب

ہوں تو پتے کا سبز سبز حصہ کاٹ کر نکال دو۔ ڈنڈی سے دُم کو ملاتی ہوئی موٹی رگ اور اس کے دو طرف نکلے ہوئے ریشوں کو رہنے دو۔ اگر پتہ تھوڑا سا سوکھا ہوا ہو۔ تو مندرجہ بالا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ سوکھے ہوئے پتے ہیں سے پنسل کا سرمہ گذار گذار کر کپڑے پر نشانات لگائے جا سکتے ہیں۔ بعض اوقات نمونے کے لئے صرف پتے کے بیرونی خاکے کی ضرورت ہوتی ہے ساڑھی کے حاشیے پر بار بار پتہ رکھکر لکیریں کھینچنی پڑتی ہیں۔ پھر ان نمونوں پر رنگدار دھاگے سے کام کرنا پڑتا ہے۔ مختلف شکل کے پتوں سے مختلف نمونے تیار کئے جا سکتے ہیں۔ ایک معمولی پتے کی مدد سے ٹسر کی چاندر کے چاروں طرف حاشیہ لگانے سے ساڑھی بنائی جا سکتی ہے۔ جو کہ بازاری ساڑھی سے کئی گنا سستی ہوگی۔ نیز بچے کا کرتہ اور ٹوپی بھی سجائی جا سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا کام ہے جو طالبات کو گھر پر کرنے کے لئے دیا جا سکتا ہے۔ لڑکیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور انہیں اپنی اپنی والدہ یا کسی اور ہنرمند عورت سے مدد لینے کی اجازت دی جائے۔

لڑکی کا والد اور بھائی اس کام میں اس طرح مدد دے سکتے ہیں۔ کہ جب وہ باہر کھیتوں میں کام کرنے جائیں تو اچھے اچھے خوبصورت پتے تلاش کر کے لائیں۔ جماعت میں کام سکھانے کے لئے معمولی اور سستی ساڑھی استعمال کی جائے۔ اگر کشیدے کا کام کرنا ہو۔ تو مختلف رنگوں کے ردی دھاگے کسی دیہاتی جولاہے سے بہت کم قیمت پر خریدے جا سکتے ہیں۔ اگر Applique

کے کام کی ضرورت ہے۔ تو کسی دیہاتی درزی سے کپڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مفت یا معمولی قیمت پر لئے جائیں۔

I حاشیہ دار کشیدے کا طریقہ

پلیٹ نمبر I میں دکھایا گیا ہے۔ کہ ساڑھی کے حاشیہ پر کشیدہ کرنے کے لئے معمولی پتے کو کس طرح نمونے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کشیدہ تین طرح کا ہو سکتا ہے۔ (۱) سادہ سیٹچ۔ (۲) Button hole Stitch (۳) موٹے دھاگے سے بڑا سیٹچ۔

II پتّوں کے نمونے بنا کر رنگدار کپڑے کے ٹکڑے سینا

پلیٹ نمبر II میں رنگدار کپڑوں کے ٹکڑے پتوں کے نمونے پر ساڑھی کے حاشیہ پر لگانے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس صورت میں سادہ یا Button hole سیٹچ استعمال کئے جائیں۔ اگر ایک ساڑھی بعض جگہوں سے گھس کر پھٹ گئی ہو۔ لیکن بعض حصّے مضبوط ہوں تو اسے کاٹ لی جائے اور کسی دوسری ساڑھی کو درست کرنے یا آراستہ کرنے میں استعمال کی جائے۔ نئی ساڑھی پر پرانے کپڑے کے ٹکڑے نہ لگائے جائیں۔ جو ساڑھی چند ایک دفعہ دھل چکی ہو۔ اس پر پرانے ٹکڑے لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

III رنگدار ٹھپّے اور کشیدے کا کام

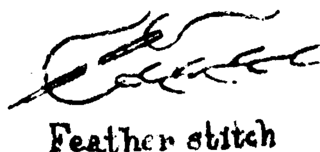
اگر دستکاری کی کلاس میں چوبی ٹھپّوں سے کپڑے پر آرائش کرنا سکھایا گیا ہے

Details of Designs and Stitches

I. Outline stitch — or couching stitch
Border feather stitch



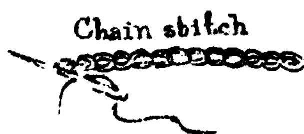
Applique



Feather stitch

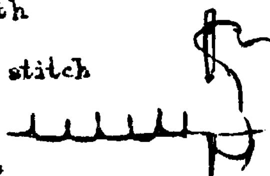
II.

Chain stitch

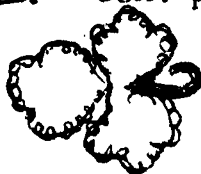




Cloth attached with chain or button-hole stitch



III. Color print with Embroidery outline



Chain stitch outline

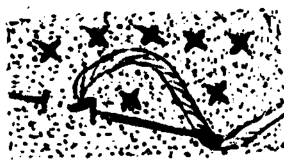
IV. Shaded



Long and short stitch

V. Cross stitch

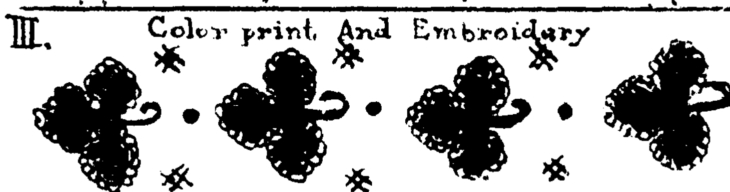
method of filling in squares



Outline Embroidery design











توگھر پرکشیدے کا کام کیا جائے۔ تو مختلف رنگ طیار کر کے ٹھپے لگائے جائیں۔ یہ ٹھپے پتوں کے نمونے کے ہوں رنگدار ٹھپوں کے متعلق ایک مضمون کسی اور اشاعت میں درج کیا جائیگا۔

پلیٹ نمبر III میں دکھایا گیا ہے۔ کہ رنگدار ٹھپوں کے لئے کس قسم کے خوبصورت سٹچ لگائے جاتے ہیں۔

IV سائے دار کشیدے کا کام

پلیٹ نمبر IV۔ اِس شکل میں دکھایا گیا ہے۔ کہ پتوں کے نمونوں پر زیادہ خوبصورت اور مشکل کشیدہ کس طرح کیا جاتا ہے۔ اِس کے تعلق میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

سبز دھاگے کے دو Shades استعمال کئے جائیں۔ ایک طرف ہلکے رنگ کا دھاگہ کنارے کے نزدیک استعمال کرو۔ اور دُوسری طرف گہرے رنگ کا دھاگا کنارے پر استعمال کرو۔ جب ہلکے رنگ کا دھاگہ کنارے پر استعمال کیا جائے۔ تو گہرے رنگ کا دھاگہ پتے کے ریشوں کے نزدیک لگایا جائے۔ اور جب گہرے رنگ کا دھاگا کنارے پر استعمال کیا جائے تو ہلکے رنگ کا دھاگا ریشوں کے نزدیک لگایا جائے۔ دی ہُوئی ڈرائنگ کے مطابق لمبے اور چھوٹے سٹچ استعمال کرو۔

V کراس سٹچ کا کشیدہ

سلائی کی جماعتوں میں کراس سٹچ کا کام زیادہ تر سکھایا جاتا ہے۔ شکل میں دکھایا گیا ہے۔ کہ نمونے حاصل کرنے کے لئے قدرت سے کس طرح مدد

لی جا سکتی ہے۔ اِس نمونے کو گراف پیپر (خانہ دار کاغذ) پر اُتارا جائے تاکہ کراس سٹیچ سے دھاگے لگائے جا سکیں۔

اگرچہ مندرجہ بالا آرائش کے طریقے بہت سے سکولوں کی سلائی کی جماعتوں کو معلوم ہوتے ہیں۔ تاہم بعض سکول ایسے ہیں۔ جہاں بچوں میں اختراعی مشاغل کا احساس بالکل نہیں پایا جاتا۔ اور وہ قدرت سے نمونے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ قدرت سے نمونے حاصل کرنے سے بچے خُدا کی کاریگری کی تعریف کرنا سیکھیں گے۔ بچوں کو دیکھکر اُن کے والدین بھی بہت سی باتیں سیکھ جائیں گے ◆

(اد۔ ای۔ نکلسن)

اُٹھتی جوانی میں موت

یہ خبر بڑے رنج والم کے ساتھ سُنی جائیگی۔ کہ منشی طالب علی پابند قریشی صاحب ایڈیٹر "اخبار تعلیم لاہور" کے صاحبزادے عزیز محمد مختار۔ بی اے عین عالم شباب میں اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دے گئے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے حامل اور بوڑھے باپ کی تمام اُمیدوں کے مرکز تھے۔ اُن کی بے وقت موت سے ہر ایک کو دلی صدمہ پہنچا ہے۔ اور قارئین مرکا اخبار منشی صاحب موصوف کے رنج و غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہماری دُعا ہے۔ کہ خداوند کریم مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگاں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(ادارہ)

موگا اخبار

برائے مدرسین

دیہات سدھار بذریعہ مسلسل تعلیم

جلد ۲۱ | اگست ۱۹۴۱ء | نمبر ۵

مدیر :- مسٹر کے - ایچ ٹامسن - ایم - اے

مدیر معاون :- ریورنڈ - ایس - کے - رائے

مدیران اعزازی :- مسٹر محمد دین ثاقب بی - اے
میاں عبدالعزیز بی - اے - بی - ٹی

مترجم :- خوشحال چند پریم بی - اے - ڈپلومہ لائبریری سائنس

سب سے بڑی خدمت جو ہم دوسروں کی کر سکتے ہیں وہ یہ ہے - کہ ہم انہیں اپنی مدد آپ کرنا سکھائیں -

(ہوریس مین)

اڈیٹوریل

کیا میں اُستاد کا پیشہ اختیار کروں ؟

بعض اوقات ہمارے دلوں میں مندرجہ ذیل سوال پیدا ہوتا ہے ۔

کیا ہم نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اُستاد کا پیشہ اختیار کرنے کی ہدایت اور تلقین کریں ؟

یقیناً ہمیں ہدایت کرنی چاہیئے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس مقدس اور ذمہ داری کے پیشہ کو ضرور اختیار کریں ۔ بشرطیکہ اُن میں قدرتی طور پر اُستاد بننے کی صلاحیت اور رُجحان موجود ہو اور اُن کا حقیقی اور دلی مدعا بچوں کو بہترین تعلیم دیکر کامیاب نسل تیار کرنا ہو ۔

کسی خاص مقام پر رہتے ہوئے اور ایک خاص وقت پر مندرجہ بالا اہم سوال محض تنخواہ اور اقتصادی حالات کو مدنظر رکھکر حل نہیں کیا جا سکتا ۔ اُستاد کا پیشہ اختیار کرنے سے پہلے صرف روزگار ، اور روپے پیسے کمانے اور سہولت و عزت کی زندگی بسر کرنے کا خیال ہی دل میں نہیں ہونا چاہیئے ۔ بلکہ اس پیشے کو اختیار کرتے وقت بہت سی اور ضروری باتوں کو سوچنا پڑتا ہے ۔ اگر آپ میں اُستاد اور لیڈر بننے کی قابلیت ہی نہیں ۔ اگر آپ جماعت میں ضبط قائم کرنے کے قابل نہیں ۔ اگر آپ اپنی زندگی میں اچھا اور قابلِ تقلید نمونہ بچوں کے سامنے پیش نہیں کر سکتے ۔ اگر آپ میں حقہ نوشی ، شراب نوشی ، جوا بازی ، آوارہ گردی اور جھوٹ و فریب جیسی گندی عادتیں ہیں ۔ تو آپ اُستاد ہرگز ہرگز نہیں بن سکتے

جس پیشے اور کام میں اندرونی دلچسپی اور دلی رجحان نہ ہو اس پیشے کو محض تنخواہ اور عزت کے لالچ میں اختیار کر لینا آپ کی زندگی کے لئے بوجھ ہوگا۔ نیز آپ کے شاگردوں کو بھی آپ کی زندگی اور تعلیم سے بہت کم فائدہ پہنچے گا۔

اگر استادوں کی محنت اور تعلیم سے قوم اور ملک زیادہ تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ ہو جائے تو بے شک استاد کے پیشے کی زیادہ قدر اور عزت ہوگی۔ استادوں کا وجود پبلک اور قوم کے لئے باعث فخر اور مسرت ہوگا۔ اگر تہذیب بگڑ گئی اور نوجوانوں میں حسد، بغض، تعصب، لڑائی جھگڑے اور چوری کی عادتیں گھر کر گئیں۔ تو ان کو سدھارنے کے لئے بہت سے ایسے استادوں کی ضرورت پڑے گی۔ جو کہ ارادے کے پکے، چال چلن کے صاف اور قوم کے بہی خواہ ہونگے۔ تاہم ہر حالت میں یہ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ تعلیمی محکمہ میں ایسے نوجوان نہ گھسنے پائیں۔ جو کہ اس پیشے کو پیسے کے لالچ، عزت کے خیال اور آرام دہ زندگی بسر کرنے کے ارادے سے اختیار کریں ہمیں اس پیشے میں ایسے نوجوان مرد و زن بھرتی کرنے چاہئیں جو کہ وعدے کے پکے اور اخلاق کے کھرے ہوں اور جو مضبوط اور مفید لیڈر بننے میں سب سے بڑی خوشی حاصل کریں۔ تعلیم دینے کا پیشہ از خود ہی ایک بڑی بھاری مہم اور بلاہٹ ہے۔ ذیل میں وہ خوبیاں اور عاداتِ حسنہ درج کی جاتی ہیں۔ جن میں استاد ہر روز ترقی کر سکتا ہے اور بچوں کو سکھا سکتا ہے:۔

(۱) ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

(۲) نیک دلی اور مہربانی کی خوبیاں پیدا کرنا۔

(۳) سچائی سے محبت کرنا اور طور و اطوار میں راستباز رہنا

(۴) اپنے دلی خیالات کو بذریعہ تقریر دوسروں پر ظاہر کرنا اور دوسروں کی باتیں صبر و استقلال

سے سننا۔

(۵) خاندانی زندگی (گھریلو زندگی) کی خوشی حاصل کرنا۔

(۶) دوسروں سے دوستانہ سلوک کرنے اور نیک۔ خوش اخلاق دوست حاصل کرنے کی خوشی۔ (۷) قدرت کی صنعت اور خوبصورتی کو سراہنا مثلاً درخت۔ پرندے۔ پھول۔ آسمان۔ بادل۔ ستارے اور موسموں کی تبدیلی۔

(۸) اچھی اچھی کتابیں اور رسالہ جات پڑھنے کی خوشی اور اپنی شخصی لائبریری بنانا۔

(۹) مفید اور عوام کی بہتری کے لئے کام کرنے کی خوشی۔ استاد کے پیشے میں مکمل مہارت اور واقفیت حاصل کرنے کی خوشی۔

(۱۰) ذمہ داری اور فرض کا احساس جو کہ ہر ایک شخص کو بنی نوع انسان کی تمام اچھی خوبیاں حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور وہ ہر روز اپنے کریکٹر کو بلند تر دکھانے کی خواہش کرتا ہے

ہم جو کہ استاد ہیں اور محکمہ تعلیم میں راہنما اور لیڈر تصور کئے جاتے ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم نوجوانوں کے ساتھ اس موضوع پر مزید بات چیت کریں۔ ہر ایک بچے کی خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ پڑھے لکھے۔ عمر میں بڑھے اور اپنی زندگی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے۔ ہمارا کام اُن کی راہنمائی کرنا ہے ✦

(کے۔ ایچ۔ ٹامسن)

بُنیادی حساب کے آزمائشی اور مشقی کارڈ

(از قلم ڈاکٹر جے سی۔ مینری)

حساب کے مضمون میں طلباء کے کمزور اور پیچھے رہنے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے۔ کہ انہیں جمع۔ تفریق۔ ضرب اور تقسیم کے بُنیادی اور ضروری جوڑوں پر عبور حاصل نہیں ہوتا۔ اور ان چاروں قاعدوں کے جوڑوں پر عبور حاصل نہ کر سکنے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے۔ کہ ان جوڑوں کے جوابات حاصل کرنے میں اتنی مشق نہیں کی گئی کہ جوابات بغیر ذہنی عمل کے حاصل ہو سکیں۔ یہ بات مشاہدے میں آ چکی ہے۔ کہ حساب کے جس قاعدے کو شروع کئے ہوئے کئی ہفتے بلکہ مہینے گزر چکے ہوں۔ اور اُس قاعدے کے سوالات سمجھانے اور ان کی مشق کرنے میں ایک سہ ماہی صرف کر دی گئی ہو۔ اگر اس عرصہ کے بعد بھی اُستاد اپنے طلباء کو اسی قاعدہ کا سوال لکھوائے۔ تو اُس کی طرف سے کھلی اجازت ہوتی ہے۔ کہ طلباء اپنی رفتار پر آہستہ آہستہ سوال نکالیں اور اپنی مرضی کے مطابق جتنا وقت چاہیں صرف کر دیں۔

جب بچوں کو تقسیم کا قاعدہ شروع کرایا جاتا ہے۔ تو انہیں یہ کام مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اُس وقت انہیں اجازت دی جا سکتی ہے۔ کہ وُہ آہستہ آہستہ اپنی رفتار پر سوالات حل کریں۔ لیکن جب تقسیم کا قاعدہ سمجھاتے سمجھاتے کئی ہفتے اور مہینے صرف کر دئے گئے ہوں۔ اور تقسیم کے سوالات میں کافی مشق کرائی گئی ہو۔ تب مقررہ وقت کے اندر اندر سوال نکالنے کی عادت نہ ڈالنا طلباء کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ طلباء سے گنتی کے

سوالات کرواتے وقت ایک خاص رفتار اور وقت کو مدِ نظر رکھنے پر زور دینا چاہئیے۔ اِس طرح اُن میں مندرجہ ذیل عادات اور خوبیاں پیدا ہونگی (۱) توجہگی دل۔ (۲) وقت کی قدر (۳) پریشان خیالات کا ایک جگہ مرکوز ہونا۔ (۴) اُن تمام حرکات اور باتوں کو دُور کرنا جو کہ سوال کے جواب حاصل کرنے میں روکاوٹ کا باعث ہوتی ہیں۔

اِس طریقے سے ہم طلباء کی ریاضی کی قابلیت بڑھا سکتے ہیں۔

ہندوستانی سکولوں میں عام طور پر مغربی ممالک کے سکولوں کی بہ نسبت حساب کے مضمون پر زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حساب پڑھانے کے طریقے ناقص ہیں۔ اور حساب کی گھنٹی میں بہت سا وقت غیر ضروری باتوں پر ضائع کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ عام رواج ہے۔ کہ اُستاد جماعت کو کوئی سوال لکھواتا ہے۔ بعض طلباء آہستہ آہستہ لکھتے ہیں۔ لہذا اُستاد کو بھی آہستہ آہستہ بولنا پڑتا ہے۔ ایک دفعہ لکھوا کر اُستاد اِسی سوال کو دو بارہ دُہراتا ہے۔ تاکہ اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو۔ تو طلباء اپنے سوال کی رقم درست کرلیں۔ اِس طرح پانچ منٹ گزر جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔ پھر وُہ فرداً فرداً ہر ایک لڑکے کا سوال دیکھتا ہے یا اُس کی کاپی دُرست کرتا ہے۔ اس طرح ایک وقت پر صرف ایک لڑکا ہی اُستاد کے پاس ہوتا ہے۔ اور استاد کی توجہ ایک لڑکے پر ہی ہوتی ہے۔ وُہ اِتنی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ اپنی کرسی سے اُٹھ کر تختۂ سیاہ پر وُہ سوال حل کر دے۔ تاکہ طلباء اپنی جگہوں پر بیٹھے بیٹھے اپنی سلیٹوں پر سوال کو دُرست کرلیں۔ حساب کی گھنٹی کا صرف پانچواں یا دسواں حصہ ہی

سوالات حل کرنے میں صرف کیا جاتا ہے۔ جب کہ باقی ماندہ وقت رقم لکھوانے سلیٹیں اکٹھی کرنے رسٹ ست طلباء کو ساتھ ملانے اور پھر ایک ایک سلیٹ کو دیکھنے میں صرف کیا جاتا ہے۔

اُستاد صاحبان کی رہنمائی کے لئے اِبتدائی حساب کے آزمائشی اور مشقی کارڈوں کے نمونے درج کئے جاتے ہیں جنہیں اُستاد اپنی جماعت کے لئے خود بھی تیار کر سکتا ہے۔ ان کی مدد سے بچے جمع اور تفریق کے قاعدوں پر عبور حاصل کر سکتے ہیں۔

اِن کارڈوں کے علاوہ مندرجہ ذیل سامان کی ضرورت ہو گی:۔

۹ مربع فٹ گتّا۔ لئی قینچیاں۔ تیز چاقو۔

ان کارڈوں کو جماعت میں استعمال کرنے کے لئے موکا اخبار میں چھپے ہوئے ۴۸ صفحے احتیاط کے ساتھ کاٹ لو۔ جو کہ ورق کے ایک طرف چھاپے گئے ہیں۔ سب اوراق کو چاروں اطراف سے کانٹ چھانٹ کر ہموار کر لو۔ ہر ایک ورق کو گتّے کے ٹکڑے پر چسپاں کر دو۔ یہ اوراق گتّے کے دونوں اطراف اس طرح لئی سے لگاؤ کہ جوابات والی جگہ کی لکیریں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ جوابات لکھنے کی ½ جگہ کو تیز چاقو سے کاٹ کر خالی کر دو۔ چونکہ جوابات کی یہ جگہیں دونوں اطراف بالکل ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہیں۔ اس لئے ایک طرف کی لائنوں پر چاقو پھیرنے سے دوسری طرف کی لائنیں بھی کٹ جائیں گی۔ اگر گتّے کی بچت نہ کرنی ہو تو یہ اوراق گتّے کے ایک طرف ہی چپکاؤ۔ جب بچے کو مشق کے لئے ایک کارڈ دیا جاتا ہے یا آزمائش کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔ تو وُہ اسے اپنی سلیٹ پر رکھ لے یا کاغذ کے تختے پر۔ سلیٹ کے اُوپر کارڈ کا نمبر لکھے۔ پھر ہر ایک جوڑ کے نیچے

خالی جگہ پر جواب بھر دے۔ پھر اسی کارڈ کو دوسرے لڑکے کو دے۔ اُستاد
پہلے سے ہی اس کارڈ کو حل کر کے جوابات کی ایک نقل اپنے پاس رکھے۔ اور
جُوں جُوں آزمائشی کارڈ لڑکوں میں گھومتا جائے۔ اُستاد جلدی جلدی اُن کے جوابات
درست کرتا جائے۔ اگر جماعت کے لڑکوں کی تعداد تھوڑی ہو تو اُستاد ہر ایک کارڈ
کی بہت سی کاپیاں بنالے۔ تاکہ ہر ایک لڑکے کو ایک ایک کارڈ تقسیم کیا جا سکے۔ اِس
طرح وقت کی بچت ہو سکتی ہے۔

اگر یہ کام نہ ہو سکے۔ تو جس جماعت نے چند مہینوں تک حساب نکالا ہو۔
اُس جماعت سے ایک ہی وقت پر تمام کارڈ حل کروائے جائیں۔ پہلے جماعت کو اسے
۱۰ تک آسان آسان جوڑ اور میل سمجھا کر جمع اور تفریق کے آسان جوڑ حل کروائے جائیں
پھر نمبر ۱ سے نمبر ۲ تک جوڑوں کے تمام کارڈ ایک وقت پر حل کروائے جا سکتے ہیں جب
ایک لڑکا ایک کارڈ حل کرے۔ تو وُہ اِسے اپنے ساتھ والے لڑکے کو دیدے اور دوسرا
کارڈ اُستاد سے لے لے۔ اس طریقے سے کارڈوں کے ایک سیٹ سے اٹھارہ
بچوں کو مشغول رکھا جا سکتا ہے۔ کارڈوں کے دو سیٹ ہوں۔ تو ۳۶
لڑکوں کی جماعت کو مشغول کیا جا سکتا ہے

(نوٹ) ۱۔ اگلی اشاعت میں باقی ماندہ ۲۸ صفحے درج کیے جائینگے۔
اُن میں بھی جمع اور تفریق کے جوڑ ہونگے۔

شکریہ ۱۔ ہم ریورنڈ ای۔ ڈبلیو۔ منزل کے تہ دل سے مشکور ہیں جنہوں
نے ہمیں اجازت دی۔ کہ اُن کے بنائے ہوئے ہندی کارڈوں کو استعمال کر کے
یہ اردو کارڈ تیار کئے جائیں۔

(نوٹ) اگر اُستاد جماعت کیلئے اس قسم کے کارڈ بنانا چاہے۔ تو خیال رکھے کہ جوابات لکھنے
والی جگہ کی چوڑائی نصف اِنچ ہو۔

۱ ۵ ۵ ۲ ۱ ۱ ۲

۸+ ۵+ ۱+ ۱+ ۲+ ۵+ ۲+

۲ ۱ ۵ ۳ ۱ ۲ ۸

۲+ ۸+ ۱+ ۲+ ۱+ ۳+ ۱+

۱ ۱ ۴ ۲ ۵ ۲ ۱

۲+ ۸+ ۴+ ۳+ ۵+ ۱+ ۵+

۵ ۱ ۱ ۱ ۵ ۳ ۸

۱+ ۲+ ۱+ ۸+ ۵+ ۲+ ۲+

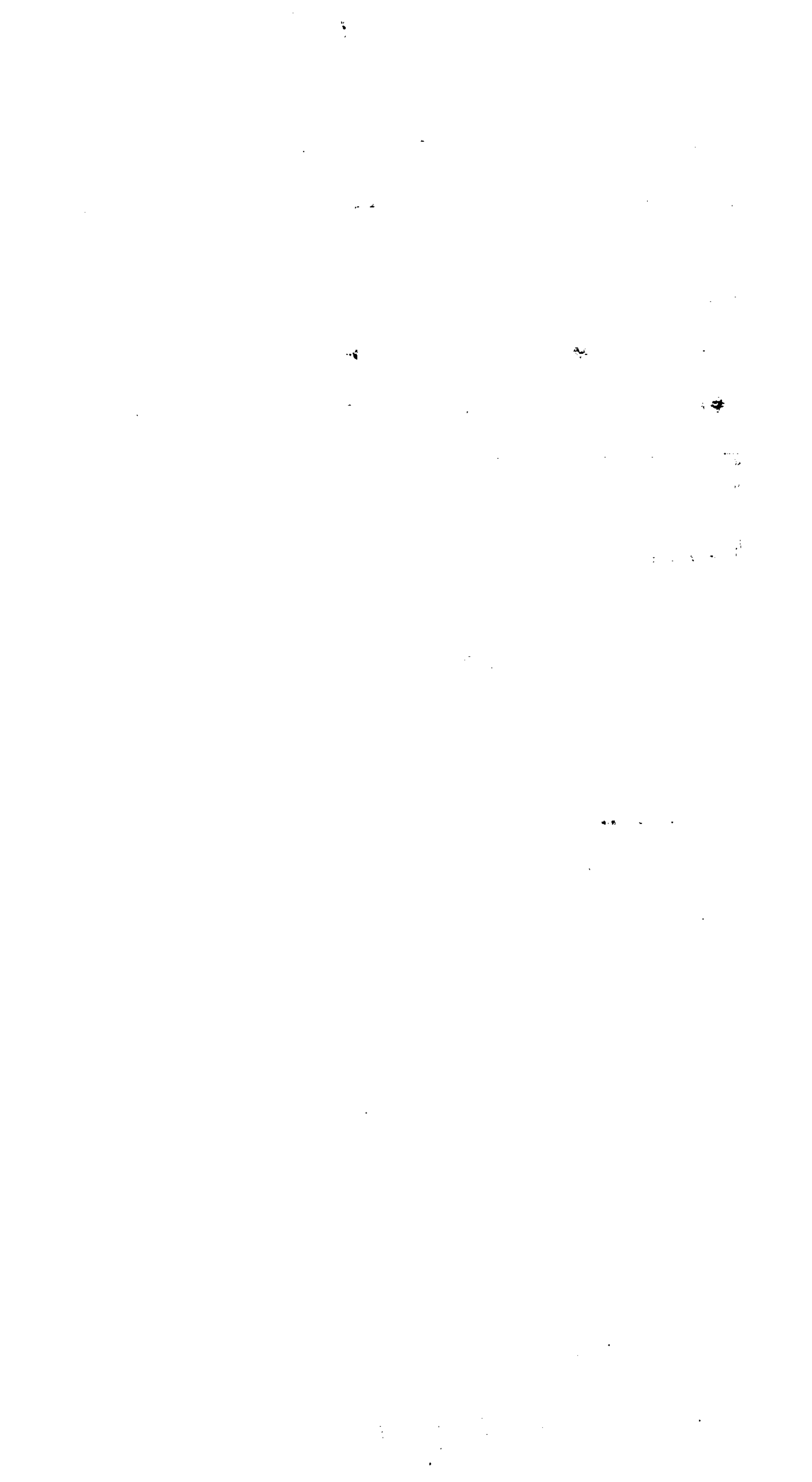
۳ ۱ ۳ ۴ ۲ ۸ ۳

۲+ ۸+ ۲+ ۴+ ۳+ ۱+ ۲+

نئے سوالات:-

۱ ۳ ۲ ۸ ۱ ۵ ۲ ۱ ۴ ۵ ۱ ۲

۱ ۲ ۳ ۱ ۸ ۵ ۱ ۲ ۴ ۱ ۵ ۲



۳	۲	۱	۵	۲	۱	۴
+۳	+۲	+۴	+۱	+۴	+۸	+۱

۲	۴	۵	۶	۳	۱	۴
+۱	+۲	+۵	+۱	+۲	+۹	+۴

۰	۳	۰	۱	۱	۴	۱
+۱	+۳	+۳	+۴	+۰	+۱	+۹

۳	۲	۳	۴	۹	۴	۵
+۰	+۴	۳	+۲	+۱	+۴	+۱

۰	۰	۹	۱	۲	۱	۳
+۱	+۳	+۱	+۸	+۴	+۹	+۲

نئے سوالات:-

۳	۱	۴	۲	۴	۱	۹	۰	۱	۳	۰
۳	۲	۱	۴	۲	۹	۱	۱	۰	۰	۳

٢ ٥ ٥ ٦ ٣ ٣ ٨

-١ -٤ -١ -٣ -٢ -١ -٤

٥ ٤ ٥ ٦ ٤ ٥ ٥

-٣ -٢ -١ -٣ -٢ -٣ -٢

٢ ٨ ٣ ٣ ٥ ٢ ٥

-١ -٤ -١ -٢ -٤ -١ -٢

٥ ٤ ٣ ٨ ٣ ٦ ٥

-٣ -٢ -١ -٤ -٢ -٣ -٤

٦ ٥ ٥ ٤ ٣ ٨ ٦

-٣ -٤ -٢ -٢ -٢ -٤ -٣

نئے سوالات :-

٤ ٥ ٥ ٢ ٥ ٥ ٦ ٣ ٣ ٨

-٢ -٣ -٢ -١ -٤ -١ -٣ -٢ -١ -٤

۹   ۳   ۱   ۳   ۷   ۸   ۶

۸-   ۲-   ۰-   ۱-   ۵-   ۴-   ۱-

۲   ۱۰   ۵   ۰   ۵   ۹   ۶

۱-   ۵-   ۴-   ۰-   ۱-   ۱-   ۳-

۱   ۹   ۰   ۲   ۵   ۵   ۳

۰-   ۱-   ۰-   ۲-   ۰-   ۲-   ۰-

۶   ۳   ۱۰   ۵   ۶   ۷   ۹

۵-   -   ۵-   -   ۱-   ۵-   ۱-

۵   ۹   ۳   ۶   ۱۰   ۹   ۰

۰-   ۱-   ۰-   ۱-   ۵-   ۸-   ۰-

نئے سوالات :-

۵   ۳   ۱۰   ۰   ۹   ۹   ۱   ۶   ۷

۰-   ۰-   ۵-   ۰-   ۱-   ۸-   ۰-   ۵-   ۱-

۲	۶	۹	۵	۰	۴	۳
+۴	−۳	+۱	−۴	+۱	−۲	+۲

۶	۳	۶	۵	۱۰	۶	۱۰
−۳	+۵	−۴	+۳	−۱	+۱	−۹

۱	۹	۶	۱۰	۵	۹	۱۰
+۶	−۱	−۲	−۹	+۵	+۱	−۱

۵	۹	۲	۰	۶	۱	۶
+۳	−۸	+۵	−۰	+۱	+۶	−۴

۵	۱	۸	۱۰	۵	۱۰	۱
−۴	۸	−۴	−۹	+۳	−۱	+۶

نئے سوالات :-

۶	۶	۱۰	۱۰	۵	۳	۶	۱
−۲	−۴	−۱	−۹	۳	۵	۱	۶

۱۰	۷	۲	۴	۹	۳	۴
-۵	-۱	+۴	+۵	-۸	+۰	+۴

۵	۶	۴	۱۰	۷	۷	۶
+۴	-۴	+۰	-۹	+۱	-۱	-۵

۱	۷	۶	۴	۰	۱	۷
+۷	-۶	-۰	+۵	+۴	+۶	-۱

۶	۵	۳	۵	۱۰	۴	۷
-۰	+۴	+۳	+۳	-۱	+۵	+۶

۰	۹	۶	۵	۷	۳	۷
-۰	-۱	-۱	-۴	-۱	+۵	+۱

نئے سوالات:-

۷	۷	۶	۴	۵	۴	۷	۱
-۱	-۶	-۰	۵	۴	۰	۱	۷

۶	۵	۷	۷	۴	۱	۷
−۰	+۲	+۶	+۳	+۰	−۱	+۱

۱۰	۷	۷	۵	۲	۳	۷
−۳	−۱	−۵	−۴	−۲	−۳	−۲

۴	۳	۰	۲	۵	۱۰	۱۰
+۵	+۷	+۴	+۵	−۵	−۷	−۳

۲	۷	۵	۵	۱	۳	۴
+۵	+۳	−۵	+۵	−۱	+۷	−۴

۵	۲	۳	۱۰	۱	۳	۱۰
+۲	−۲	+۷	−۷	+۷	−۳	+۳

نئے سوالات:-

۵	۲	۷	۳	۷	۷	۱۰	۱۰	۲	۱	۲	۳	۴	۵
۲	۵	۳	۷	−۲	−۵	−۳	−۷	۲	−۱	−۲	۳	−۴	۵

۵	۴	۱	۱	۲	۴	۳
+۱	+۴	+۲	+۸	+۳	+۲	+۳

۹	۱	۱	۳	۱	۲	۸
-۱	+۰	+۴	+۰	+۹	+۲	-۴

۳	۶	۵	۵	۹	۵	۱۰
-۱	-۳	-۴	-۲	-۸	-۳	-۵

۴	۱۰	۳	۷	۵	۲	۳
-۴	-۳	-۳	-۳	-۵	+۵	+۷

۷	۲	۵	۴	۱۰	۳	۱۰
-۵	-۲	+۲	-۴	-۹	+۵	-۱

دہرانا (Review)

۷	۸	۲	۸	۱۰	۱۰	۵
+۲	-۳	+۵	-۵	-۳	-۴	+۲

۱۰	۱۰	۴	۷	۸	۲	۶
-۶	-۷	+۶	-۵	+۰	-۲	+۴

۴	۸	۱۰	۶	۸	۵	۸
-۴	-۰	-۴	-۴	-۵	+۳	-۳

۱۰	۰	۶	۸	۱۰	۶	۴
-۹	+۸	+۴	-۰	-۶	-۳	+۶

۱۰	۸	۸	۱۰	۸	۶	۸
-۴	-۵	+۰	-۶	-۳	+۴	-۰

تے سوالات:-

۸	۸	۱۰	۱۰	۴	۶	۸	۸
-۳	-۵	-۴	-۶	۶	۴	۰	-۰

۱۰	۷	۰	۹	۶	۲	۱۰
۴ -	۲ +	۸ +	۲ -	۴	۷ +	۶ -

۳	۸	۴	۸	۱	۱	۹
۱ +	۵ -	۱ -	۰ -	۳ +	۳ -	۷ -

۴	۳	۶	۲	۷	۴	۴
۵ +	۱ +	۰ -	۰ +	۶ -	۳ -	۶ +

۵	۱۰	۹	۳	۴	۴	۷
۰ +	۵ -	۲ -	۵ +	۰ +	۱ -	۲ +

۶	۵	۴	۹	۷	۱	۴
۵ +	۳ -	۱ -	۷ -	۲ +	۳ +	۳ -

نئے سوالات:-

۴	۴	۳	۱	۹	۹	۷	۲
۳ -	۱ -	۱	۳	۷ -	۲ -	۲	۷

۹	۳	۴	۹	۹	۶	۲
-۲	+۶	+۲	-۳	-۴	+۵	+۴

۹	۴	۲	۳	۱۰	۴	۸
-۹	-۱	+ ۲	-۱	-۲	-۳	+۲

۱۰	۴	۱۰	۹	۷	۶	۲
-۸	-۳	-۶	-۳	+۹	+۳	+۸

۱۰	۸	۵	۸	۱۰	۹	۳
-۲	-۵	+۴	+۲	-۸	-۶	۶

۹	۶	۱۰	۴	۱۰	۳	۹
-۳	+۳	-۲	+۱	-۸	-۰	-۶

سوالات :-

۵	۶	۱۱	۱۱	۳	۹	۱۲	۱۲
۶	۵	...	-۶	۹	۳	-۳	-۹

۶	۴	۹	۷	۳	۳	۸
-۳	+۳	-۶	-۲	+۶	+۴	+۲

۸	۶	۱۰	۱	۶	۲	۶
+۲	+۲	-۸	-۳	+۲	+۸	+۳

۴	۷	۹	۳	۸	۱۰	۷
-۱	-۳	-۲	+۷	-۶	-۲	-۴

۷	۷	۶	۸	۴	۴	۲
+۱	-۴	-۰	+۲	+۳	+۶	+۶

۷	۱۰	۱۰	۷	۶	۳	۸
+۴	-۶	-۴	-۳	+۲	+۴	-۶

نئے سوالات :-

۸	۸	۶	۲	۷	۷	۴	۳
-۶	-۲	۲	۶	-۴	-۳	۳	۴

−۴ = ۶   +۳ = ۸   +۳ = ۹   −۱ = ۲   +۴ = ۱۰   +۵ = ۱۰   −۲ = ۸

+۳ = ۶   −۱ = ۴   +۵ = ۹   −۶ = ۴   +۶ = ۱۰   +۷ = ۹   −۰ = ۰

−۶ = ۳   +۶ = ۹   +۱ = ۴   −۴ = ۲   +۷ = ۸   −۲ = ۱   +۴ = ۸

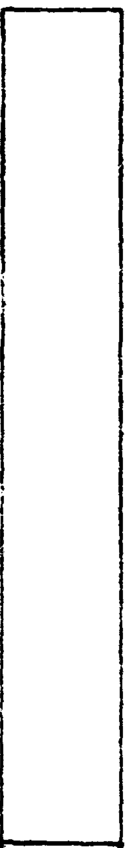
−۵ = ۵   −۸ = ۱   −۰ = ۱   −۴ = ۴   −۲ = ۳   −۹ = ۱   −۰ = ۶

+۶ = ۸   +۳ = ۷   −۴ = ۳   −۲ = ۸   −۳ = ۵   +۷ = ۹   −۶ = ۱

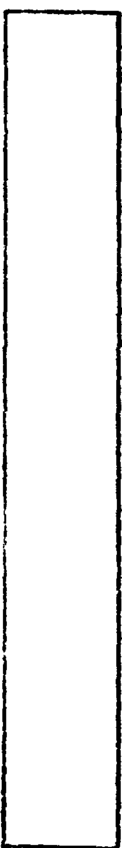
جمع اور تفریق کے آسان جوڑ۔ دونوں رقوم کا مجموعہ یا فرق دیا ہوا ہے۔ ایک رقم پر کرنی ہو گی +



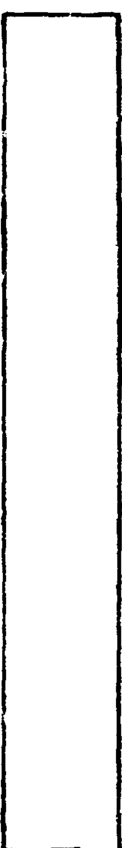
− ۳ = ۳
+ ۵ = ۱
+ ۹ = ۱۰
− ۴ = ۶
− ۸ = ۴
۶ − = ۳
۷ − = ۱



+ ۴ = ۹
+ ۵ = ۸
+ ۶ = ۷
− ۸ = ۵
+ ۶ = ۱۰
− ۱۰ = ۶
+ ۱ = ۸



− ۸ = ۶
+ ۶ = ۸
− ۷ = ۴
+ ۳ = ۷
− ۸ = ۲
− ۹ = ۶
+ ۷ = ۷



+ ۵ = ۹
۱۰ = ۵
+ ۵ = ۸
+ ۵ = ۱۰
− ۹ = ۶
− ۱۰ = ۶
− ۴ = ۳



جمع اور تفریق کے آسان جوڑ۔

۳۶ ۱۳ ۵۴ ۸۱ ۳۳

۶۳ ۳۱ ۴۵ ۱۱ ۲۲



۸۷ ۲۴ ۳۰ ۹۱ ۳۴

۲۱ ۴۴ ۵۰ ۱۸ ۲۴



۲۵ ۲۸ ۳۶ ۵۴ ۴۸

۳۳ ۵۱ ۶۲ ۲۴ ۳۰



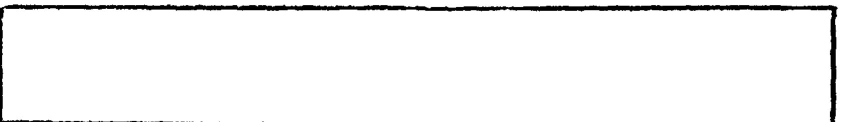
۳۵ ۲۳ ۱۸ ۲۱ ۱۰

۴۲ ۲۳ ۲۱ ۱۰ ۳۶ ۱۰



۷۴ ۲۲ ۴۸ ۵۱ ۱۶

۱۴ ۸۶ ۲۱ ۲۳ ۵ ۱۳



اکائی اور دہائی کی آسان رقوم کی جمع

۲	۴	۵	۲	۱	۲	۴
۳	۱	۲	۱	۷	۲	۱
۱	۵	۲	۳	۲	۴	۳

۸	۱	۲	۲	۲	۵	۳
۸	۵	۲	۲	۵	۲	۰
۱	۳	۱	۲	۲	۲	۳

۳	۵	۳	۴	۱	۴	۱
۳	۴	۲	۲	۷	۲	۲
۳	۱	۱	۴	۲	۱	۱

۲	۳	۴	۴	۵	۱	۳
۴	۳	[illegible]	۳	۱	۷	۲
۲	۴	۴	۱	۳	۲	۱

۳	۱	۲	۳	۲	۱	۴
۴	۸	۳	۲	۳	۴	۱
۲	۱	۲	۴	۳	۴	۵

اکائی کے تین اعداد کی جمع

۳۳	۶۶	۵۵	۸۳	۵۴
۱۱-	۳۳-	۴۴-	۴۱-	۴۲-

۵۰	۹۳	۶۹	۶۶	۴۳
۱۰-	۸۰-	۵۸-	۲۴-	۰۱-

۸۸	۹۹	۴۴	۸۹	۸۴
۳۵-	۲۶-	۱۳-	۳۷-	۵۳-

۹۷	۹۷	۷۸	۸۷	۹۸
۳۵-	۶۲-	۳۲-	۶۴-	۰۰-

۶۵	۶۹	۴۳	۲۵	۵۵
۴۰-	۱۸-	۴۱-	۲۴-	۵۰-

بلا حاصل جوڑوں کی تفریق ۔

۳	۴۵	۵۴	۸۹	۶
۲	۵۴	۴۴	۳۸	۲
۱				۲

۸	۲۳	۵	۳	۵۲
۰	۷۶		۲	۵۲
۱		۴	۴	

۲۶	۷۸	۴	۹۹	۹۳
-۰۵	-۷۲	۰	-۵۲	-۱۵
		۵		

۱۰۴	۱۰۹	۱۰۶	۶۵	۶۴
-۸۲	-۲۳	-۴۵	۱۳	۲۳

۴۸	۲۳	۲۳	۴۲	۹۶
۶۰	۱۱	۲۲	۱۰	-۹۵
	۱۱	۱۱	۳۰	

تین اعداد کی ملی جُلی جمع اور باحاصل آسان رقوم کی تفریق

۸ ۶ ۷ ۷ ۸ ۱۲ ۳

-۳ ۶ -۴ ۷ -۶ -۶ ۴

۱۴ ۸ ۷ ۴ ۹ ۶ ۱۶

-۷ ۸ -۳ -۳ ۹ ۲ -۸

۳ ۱۸ ۹ ۱۴ ۱۰ ۱۲ ۱۰

۶ -۹ -۳ -۷ -۲ -۶ -۸

۱۸ ۶ ۷ ۶ ۹ ۲ ۱۶

-۹ ۳ ۷ ۶ ۹ -۷ -۸

۱۴ ۶ ۵ ۱۲ ۷ ۱۸ ۸

۷ ۶ ۳ -۶ ۷ -۹ ۸

نئے سوالات:-

۶ ۷ ۱۲ ۱۴ ۹ ۸ ۱۸ ۱۶

۶ ۷ -۶ -۷ ۹ ۸ -۹ -۸

٩	٣	١٤	١١	٧	٧	١٢
٩	٩	- ٧	- ٣	٧	٢	- ٦

٨	٦	١٣	١١	١٨	١٣	١٦
٤	٦	- ٤	- ٩	- ٩	- ٨	- ٩

٤	٨	١١	٨	٩	٧	٤
٨	٨	- ٩	- ٦	٣	- ٤	٨

٢	١٣	٤	٨	١٠	١٢	٣
٦	- ٤	٣	٤	- ٨	- ٨	٩

٦	٨	١١	١١	١٣	٢	١
- ٤	٤	- ٢	- ٩	- ٤	٩	- ٠

نئے سوالات:۔

٢	٩	١١	١١	٤	٨	١٣	١٣
٩	٢	- ٢	- ٩	٨	٤	- ٤	- ٨

۱۲ ۶ ۱۱ ۴ ۲ ۱۱ ۱۲

-۸ ۵ -۵ ۸ ۹ -۶ -۴

۳ ۹ ۵ ۱۱ ۹ ۱۱ ۱۲

۹ ۲ ۶ -۲ ۳ -۹ -۳

۸ ۱۲ ۷ ۹ ۱۲ ۱۱ ۹

۴ -۹ ۷ ۳ -۶ -۶ ۹

۳ ۱۸ ۱۱ ۱۴ ۱۲ ۶ ۵

۹ -۹ -۶ -۷ -۳ ۵ -۶

۱۶ ۹ ۱۲ ۶ ۴ ۴ ۸

-۸ -۶ -۹ ۴ ۸ ۴ -۴

نئے سوالات :-

۵ ۵ ۱۱ ۱۱ ۳ ۹ ۱۲ ۱۲

۶ -۶ -۵ -۶ -۹ ۳ -۳ -۹

۹	۴	۱۱	۱۵	۶	۱۵	۱۲
۳	۷	-۵	-۶	۵	-۹	-۹

۱۱	۷	۳	۵	۶	۱۱	۹
-۴	۴	۹	۶	۹	-۶	۶

۱۲	۱۱	۸	۴	۶	۱۱	۱۲
-۳	-۷	۴	۷	۶	-۷	-۶

۶	۱۵	۷	۹	۱۵	۲	۱۸
۹	-۹	۴	۶	-۶	۹	-۹

۱۱	۱۰	۶	۱۵	۱۱	۱۵	۴
-۷	-۲	۹	۹	-۴	-۶	۵

نئے سوالات :-

۴	۷	۱۱	۱۱	۶	۹	۱۵	۱۵
۷	۴	-۴	-۷	۹	۶	-۶	-۹

۱۱	۸	۶	۱۱	۷	۵	۱۵
۷ −	۳	۹ −	۳ −	۴	۷	۶ −

۷	۱۱	۱۲	۳	۹	۴	۱۳
۵	۴ −	۵ −	۸	۶	۷	۷ −

۱۵	۱۱	۸	۶	۱۱	۵	۱۱
۹ −	۸ −	۳	۵	۵ −	۷	۳ −

۱۲	۹	۱۲	۱۲	۱۱	۳	۷
۵ −	۳	۹ −	۷ −	۶ −	۸	۵

۱۱	۱۶	۴	۱۱	۱۲	۱۱	۱۲
۲ −	۸ −	۳	۸ −	۵ −	۳ −	۷ −

نئے سوالات :-

۳	۸	۱۱	۱۱	۵	۷	۱۲	۱۲
۸	۳	۳ −	۸ −	۷	۵	۵ −	۷ −

۵	۹	۱۲	۱۷	۱۱	۸	۷
۷	۸	-۵	-۸	-۳	۹	۵

۱۳	۳	۱۱	۱۳	۸	۱۲	۱۷
-۷	۸	-۸	-۶	۳	-۷	-۹

۱۵	۶	۱۳	۱۷	۷	۱۳	۱۲
-۹	۹	-۶	-۸	۴	-۷	-۵

۷	۸	۱۱	۱۳	۹	۱۷	۱۱
۶	۹	-۴	-۷	۸	-۹	-۷

۱۳	۱۷	۷	۱۳	۱۷	۶	۱۲
-۶	-۸	۷	-۷	-۹	۷	-۹

نئے سوالات :-

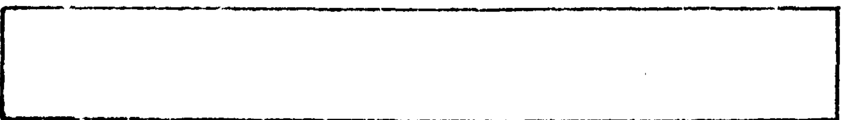
۱۳	۱۳	۷	۶	۱۷	۱۷	۹	۸
-۷	-۶	۶	۷	-۹	-۸	۸	۹











مشکل میل:- (COMBINATION)

(COMBINATION) زیادہ مشکل میل۔

۶۷ ۹۱ ۸۵ ۶۴ ۶۲
۶۲ ۹۰ ۸۳ ۹۵ ۵۵

۶۲ ۸۸ ۷۱ ۷۲ ۹۷
۶۴ ۴۱ ۷۰ ۴۳ ۶۲

۵۰ ۴۰ ۲۳ ۵۴ ۸۰
۶۰ ۷۴ ۹۴ ۷۵ ۳۲

۷۲ ۸۴ ۴۳ ۹۶ ۹۰
۵۷ ۹۳ ۶۵ ۹۲ ۸۷

۶۳ ۸۵ ۸۲ ۷۳ ۷۰
۷۶ ۲۳ ۸۶ ۷۳ ۳۰

بغیر حاصل کے اکائی اور دہائی کے جوڑوں کی جمع ۔

۱۲۶	۱۴۴	۱۸۹	۱۶۷	۹۷
۶۴ -	۷۳ -	۹۸ -	۹۳ -	۷۲ -

۱۷۸	۱۱۱	۱۲۷	۱۱۹	۱۱۰
۸۴ -	۸۰ -	۵۵ -	۶۱ -	۹۰ -

۱۳۵	۱۷۰	۱۱۷	۱۴۶	۱۲۹
۶۵ -	۹۰ -	۷۶ -	۷۳ -	۸۲ -

۶۳	۱۳۵	۸۷	۱۰۸	۲۰
۹۰ +	۴۳ +	۴۲ +	۸۲ -	۴
				۹۱

۲۱	۱۱۳	۱۸۰	۵۱	۶۳
۵۴	۸۰ -	۹۰ -	۳۴	۶۳ -
۴۰			۳۳	

بغیر حاصل کے آسان جوڑ باقی کے میل جن میں سینکڑے اور دہائی کے ہندسوں کو ایک میل مان کر جوڑنا یا گھٹانا ہے۔ جیسے ۱۳۵ کے ۱۳ میں سے ۶ گھٹانا۔

سویابین سے دودھ تیار کرنا

پہلا طریقہ۔ (۱) حسب ضرورت زرد رنگ کا سویابین لیکر اسے ۸ گھنٹوں تک پانی میں بھیگا رہنے دو۔ جب چھلکا خوب نرم ہو جائے تو پانی گرا کر چھلکے اتار دو۔ اب اِن میں تازہ پانی ۱ : ۸ (سویابین : پانی) کی نسبت سے ملا دو۔

(۲) پانی ملے ہوئے سویابین کو چکی میں ڈال کر پیسو۔ پانی اور سویابین دونوں ہی چکی میں ڈالتے جاؤ۔ چکی اِس قسم کی ہو۔ کہ پسا ہوا مرکب ایک بڑے برتن میں گرتا جائے۔

(۳) اب ایک چھلنی میں ململ کا سفید کپڑا رکھکر اُس میں سے پسے ہوئے مرکب کو چھان لو۔ جو کچھ کپڑے اور چھلنی میں رہ جائے اُسے سنبھال کر رکھو۔ یہ بڑی عمر کے لڑکوں لڑکیوں کو کھلایا جا سکتا ہے۔

(۴) چھنی ہوئی پتلی چیز کو آگ پر رکھکر اُبالو۔ لگاتار ہلاتے جاؤ۔ آدھے گھنٹے تک اُبالنے سے استعمال کے قابل ہو جائے گی۔ یہ دودھ ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل طریقے سے اُن بچوں کو پلایا جا سکتا ہے جنہیں اپنی ماؤں کا دودھ نصیب نہیں ہوتا۔

۱۰۰۰ سویابین دودھ میں مندرجہ ذیل اشیاء ملاؤ۔

۳ گرام	Calcium Lactate
۱ "	Soda chloride (نمک)
۳۰ "	Starch (نشاستہ)
۶۰ "	Sugar (شکر)

سٹارچ کو سویابین دودھ میں ڈال کر پکا لیا جائے۔ جب دودھ بالکل ٹھنڈا ہو جائے تب Lactic acid Bacillus اس میں ڈال دو۔ اگر گرم گرم دودھ میں ڈالو گے تو یہ دہی بن جائے گا۔

دوسرا طریقہ:۔ یہ طریقہ پہلے طریقے سے تھوڑا سا مختلف ہے۔ یہاں ثابت سویابین بھگونے کی بجائے سویابین کو توڑ کر بھگو یا جائے جب خوب نرم ہو جائیں تو پانی گرایا نہ جائے۔ بلکہ اس میں سویابین کے وزن کا ۶½ گنا گرم پانی ملا دو۔ اور چکی میں پیس ڈالو۔ یاد رہے۔ کہ ٹوٹے ہوئے سویابین کو بھگونے سے پیشتر اس کا وزن کرنا ضروری ہے۔

تیسرا طریقہ:۔ سویابین کو اچھی طرح سے دھو کر کھلے پانی میں تمام رات بھیگا رہنے دو۔ صبح کو پانی گرا دو۔ اب چھلکے اتار کر سویابین کو خوب باریک پیس لو۔ اس کے پیسنے کے لئے کونڈی ڈنڈا یا سل استعمال کی جا سکتی ہے۔ پسا ہوا سویابین گندھے ہوئے آٹے کی مانند ہوگا۔ اسے ایک کھدر کے کپڑے کے بیگ میں ڈال دو۔ اگر بیگ میں ایک پونڈ (آدھ سیر) وزنی پسا ہوا سویابین ڈالا ہو تو اسے ۳ پاؤ گرم پانی میں رکھکر ہاتھ سے مسلو۔ پانچ دس منٹ ہاتھوں سے مسلنے کے بعد بیگ کو اچھی طرح سے نچوڑ دو۔ سویابین کا سارا ست گرم پانی میں نکل جائیگا۔ اس دودھ کو ہلکی آنچ پر ۳۰ منٹ تک گرم کرو۔ وقتاً فوقتاً ہلاتے جاؤ۔ اس میں ذائقے کے مطابق نمک اور چینی ڈال دو اور ٹھنڈا ہونے دو۔

چوتھا طریقہ:۔ سویابین کو آگ پر بھونو اور اسے ذرا سا کوٹ کر چھلکے اتار دو۔ پھر چکی میں میدے کی طرح باریک پیس لو۔

اب ذیل میں دی ہوئی اشیاء سامنے لکھی ہوئی مقدار کے مطابق مہیا کرو۔

سویابین کا آٹا	۶۴٫۰۰
چینی	۱۴٫۰۰
جَو	۹٫۰۰
Corn Starch	۷٫۰۰
Calcium Lactate	۴٫۶۵
نمک	۱٫۳۵
	۱۰۰٫۰۰

سویابین دودھ میں گائے کے دودھ کی بہ نسبت ½ گنا کیلسیم ہوتا ہے۔ چربی کم ہوتی ہے اور گائے کے دودھ جیسی مٹھاس بھی نہیں ہوتی۔ سویابین دودھ میں بہت سی سبزیوں کے مقابلے میں زیادہ اچھے پروٹین پائے جاتے ہیں۔ تاہم گائے بھینس اور بکری کے دودھ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس دودھ میں بہت تھوڑا وٹامن A پایا جاتا ہے۔ گائے اور ماں کے دودھ میں زیادہ وٹامن A پایا جاتا ہے۔

سویابین دودھ بچوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہو چکا ہے جس بچے کو یہ مصنوعی دودھ دیا جائے اُسے مچھلی کا تیل (Cod Liver Oil) اور وٹامن C والی خوراک بھی ساتھ ساتھ دی جائے۔ اگر انڈے مل سکیں تو انڈوں کی زردی دی جائے۔ اچھی صحت والے بچے کو انڈوں کی زردی کھلائی جائے تو اُسے مچھلی کے تیل کی خاص ضرورت نہیں رہتی۔

بچوں کو سویابین دودھ اتنا ہی پلایا جائے جتنا کہ گائے کا دودھ پلانا چاہئے تھا۔ اگر حد سے زیادہ پلانے کی کوشش کرو گے تو دست لگنے کا اندیشہ ہے۔

دیہاتی مدارس کے طلباء کے لئے چند کھیلیں

اِس مضمون میں بچوں کے لئے چند دلچسپ اور آسان کھیلوں کا ذکر کیا جائیگا - یہ کھیلیں میں نے موگا شن سکول میں کامیابی کے ساتھ تجربہ کرکے دیکھ لی ہیں ۔ عملی اور شخصی تجربہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں ۔ کہ اگر بچوں کو آزادانہ طور پر اور قدرتی طور پر اپنے جسمانی مشاغل کے اظہار کرنے میں روکا جائے تو اِس کا یہ مطلب ہے ۔ کہ ہم اُن کی شخصیتوں کی ترقی میں روکاوٹ ڈال رہے ہیں ۔ نیز اُن کی اندرونی صلاحیت اور خوبیوں کو تباہ کر رہے ہیں ۔

کھیل نمبر ا ۔ اِنک وا

کسی جماعت کے تمام بچے یہ کھیل کھیل سکتے ہیں ۔ گراؤنڈ کی چوڑائی کی طرف سب بچے قطار میں کھڑے ہو جائیں ۔ ایک کھلاڑی کو چن کر اُسے گراؤنڈ کے مرکز میں کھڑا کر دیا جائے ۔ اور قطار میں کھڑے ہوئے طلباء کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو ۔ جب مرکز میں کھڑا ہوا کھلاڑی "اِنک وا" اونچی آواز سے پکارے تو قطار کے تمام بچے گراؤنڈ کو دوڑ کر عبور کر کے گراؤنڈ کی دوسری طرف پہنچنے کی کوشش کریں ۔ مرکز میں کھڑا ہوا کھلاڑی دوڑتے ہوئے لڑکوں کو پکڑنے اور اُن کی پیٹھ پر تین دفعہ تھپکی لگانے کی کوشش کرے جب تک وہ ایک یا ایک سے زیادہ بچوں کو تھپکی نہ دیگا وہ گراؤنڈ کی دوسری طرف نہیں جا سکتا ۔ اگر وہ ایک کو پکڑ کر اُس کی پیٹھ پر تھپکی دیدے تو یہ پکڑا ہوا لڑکا دوسرے لڑکوں کو پکڑنے میں کھلاڑی کی مدد کرے گا کھلاڑی

کو چاہئے کہ وہ گراؤنڈ کی حدود سے باہر دوڑ کر نہ جائیں۔ ورنہ وہ پکڑے ہوئے لڑکوں میں شمار کئے جائیں گے۔

کھیل نمبر۲۔ حیدر آباد بال

جماعت کے جتنے لڑکے بھی ہوں وہ سب اس کھیل میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس کھیل کے لئے کوئی کھلی جگہ منتخب کر لی جائے۔ جو ہموار اور صاف ستھری ہو۔ جماعت کے لڑکوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے۔ گراؤنڈ کی چوڑائی کی تمام لائن کو گول شمار کیا جائے۔ ہر طرف چار یا آٹھ لڑکے گول کیپر بنا دئے جائیں۔ انہیں ایک ایک فٹ کے فاصلے پر چوڑائی کی لائن پر کھڑا کر دیا جائے۔ اب ٹاس (Toss) کیا جائے۔ جو پارٹی ٹاس جیت جائے وہی فٹ بال کو لیکر کھیل شروع کرے۔ اس کھیل میں صرف ایک ہاتھ ہی استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ دونوں ہاتھ یا پاؤں یا سر استعمال کرنے والا کھلاڑی فاؤل سمجھا جائے گا۔ دوسرا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے رکھنا چاہئے۔ فٹ بال کو پاؤں سے کک نہ لگاؤ اور نہ ہی ہاتھ میں پکڑو۔ اور نہ ہی مکہ مارو۔ صرف ہاتھ کی کھلی ہتھیلی سے گیند کو تھوڑا تھوڑا اُبھار کر ایک طرف سے دوسری طرف لے جانا چاہئے۔ یاد رہے۔ کہ گیند ۲ فٹ سے اونچا نہ اُبھارا جائے۔ چوڑائی کی لائنوں پر کھڑے ہوئے چار یا آٹھ گول کیپر اپنے دونوں ہاتھ استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر ایک پارٹی فٹ بال کو چوڑائی کی لائن سے پرے لے جانے میں کامیاب ہو جائے۔ تو سمجھو۔ کہ مخالف پارٹی کو ایک گول ہو گیا۔ فٹ بال کو اپنے ساتھی کے پاس پھینکنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے مگر

فٹ بال گراؤنڈ کی حدود سے باہر چلا جائے۔ تو فٹ بال کھیل کے قانون کے مطابق آؤٹ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی کھلاڑی فٹ بال کو مکا مارے۔ ہونٹ سے زیادہ اچھالے۔ دونوں ہاتھوں سے مارے یا پاؤں سے کک لگائے۔ تو وہ فاؤل سمجھا جائے گا۔ اس وقت مخالف پارٹی کا کوئی کھلاڑی فٹ بال کو پکڑ کر از سر نو کھیل شروع کرے۔ جیسا کہ فٹ بال میں مخالف پارٹی کا کھلاڑی کک لگاتا ہے۔

کھیل نمبر۲۔ پرچھاواں چھو (Shadow Tag)

یہ کھیل صرف اس وقت کھیلی جا سکتی ہے۔ جبکہ دھوپ ہو۔ ایک کھلاڑی کو باری دینے کے لئے چنا جاتا ہے۔ باری والا لڑکا باقی کھلاڑیوں کے پرچھائیں کو اپنے پاؤں سے چھونے کی کوشش کرتا ہے۔ کھلاڑی ادھر ادھر دوڑتے ہیں تاکہ ان کا پرچھاواں باری والے لڑکے کے نزدیک نہ آ سکے۔ اگر باری والا لڑکا کسی کھلاڑی کے پرچھاویں پر پاؤں رکھدے۔ تو اس کی باری آجاتی ہے۔ پھر وہ دوسرے ساتھیوں کے پیچھے دوڑ کر ان کے پرچھائیں کو پاؤں سے چھونے کی کوشش کرتا ہے۔ کھیل کے میدان کی حدود مقرر کردی جائیں تاکہ کھلاڑی ان حدود کے اندر اندر رہیں۔

کھیل نمبر۳۔ گڈ بارننگ

جماعت میں سے ایک لڑکا باری دینے کے لئے چنا جاتا ہے۔ باقی کھلاڑی دائرہ

بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ باری والا لڑکا دائرے کے گرداگرد دوڑتا ہے۔ اور اس دوڑ کے دوران میں جلدی سے کسی کھلاڑی کی پیٹھ کو چھو دیتا ہے۔ جس کی پیٹھ کو چھوا گیا ہو۔ وہ بھی دائرے کے گرداگرد دوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن باری والے لڑکے کے مخالف طرف دوڑتا ہے۔ جب وہ آمنے سامنے آکر ملتے ہیں۔ تو باری والا لڑکا اُس سے ہاتھ ملا کر "گڈ مارننگ" کہتا ہے۔ اور اُس کا حال پوچھتا ہے۔ دوسرا کھلاڑی نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیتا ہے۔ پھر دونوں ہاتھ چھڑا کر دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو کھلاڑی دائرے کی خالی جگہ پر پہلے پہنچ جائے جیت جاتا ہے۔ جو پیچھے پہنچے۔ اُس کی باری آجاتی ہے۔ یہ ضروری ہے۔ کہ دونوں کھلاڑی جب ایک دوسرے سے ملیں تو بالکل کھڑے ہو جائیں اور جب تک گفتگو ہوتی رہے۔ وہ ہاتھ ملائے رکھیں۔ اگر کوئی کھلاڑی اِن قوانین پر عمل نہ کرے گا تو اُس کی باری آجائے گی۔ خواہ وہ خالی جگہ پر پہلے کیوں نہ پہنچ جائے۔

(جے۔ایس بخش)

"پنجاب کے اقتصادی مسائل"

صوبائی بورڈ کی طرف سے انعامی مضمون

اِقتصادی مسائل میں تحقیق کرنے والے اصحاب کی حوصلہ افزائی کے لیے پنجاب اقتصادی بورڈ کی طرف سے اُن صاحبان کو انعامات دیئے جائیں گے۔ جو کہ مندرجہ ذیل موضوع پر مدلل اور پُر از معلومات

مضمون لکھکر بھیجیں گے۔

"پنجاب کے اقتصادی مسائل مشکلات اور اُن کا حل"

یہ انعامی مضامین دو حصوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔

(۱) ایسے مضامین جن میں مضمون نگار اپنے شخصی تجربات اور دائرہ اقتصادیات میں اپنی تحقیق کے نتائج درج کرینگے۔

(۲) ایسے مضامین جن کا مواد شائع شُدہ کتابوں۔ گورنمنٹ رپورٹوں اور اقتصادی بورڈ کی تصنیفات پر مبنی ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں ایسے مضمون جو کہ مندرجہ بالا کتابوں اور رپورٹوں کا مطالعہ کرکے لکھے جائیں گے۔ مقابلے میں حصّہ لینے والے ہر دو قسم کے مضمون لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ یہ مضمون پہلے کسی اخبار یا رسالے یا رپورٹ میں شائع نہ ہو چکے ہوں۔

جو مضمون نگار انعام حاصل کریں گے۔ بورڈ کو اختیار ہوگا۔ کہ اُن کے مضامین کتابی صورت میں یا اپنی رپورٹ میں شائع کردیں۔

پہلی قسم کا مضمون فُل سکیپ کاغذ کے ۲۰ صفحوں سے زیادہ نہ ہو۔ دوسری قسم کا مضمون دس صفحوں سے زیادہ نہ ہو۔ اگر پہلی قسم کا مضمون زیادہ دلچسپ اور مُفید ہوگا۔ تو اِس کے صفحے بھی بڑھائے جا سکتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے مضامین پر اس کو ترجیح بھی دی جائے گی۔

مضامین پہنچنے کی آخری تاریخ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۴۱ء ہے۔ انعامات مندرجہ ذیل ہونگے:۔

	مضمون قسم اوّل	مضمون قسم دوئم
پہلا انعام	۵۰ روپے	۳۰ روپے
دوسرا انعام	۲۵ روپے	۱۵ روپے
تیسرا انعام	۱۵ روپے	۱۰ روپے
منظور شدہ مضامین	۵ روپے	۵ روپے

اِس مقابلے میں پنجاب کے باشندوں کے علاوہ دیگر صوبوں اور ملکوں کے اصحاب بھی حصّہ لے سکتے ہیں۔ مضامین مندرجہ ذیل پتے پر بھیجیں :-

جناب سیکرٹری صاحب پنجاب اقتصادی بورڈ
نمبر ۱۴ لٹن روڈ لاہور

موہنی اور موہن

یہ دلچسپ کتاب موگا اردو ریڈرز کے سلسلہ میں جماعت دوئم کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہ دو ننھے بچوں موہن اور موہنی کی مزیدار کہانی ہے۔ اِس کتاب میں موہن اور موہنی کی گھر کی زندگی سکول کی زندگی۔ اور گاؤں کی زندگی کا دلچسپ پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری جماعت کے بچوں کے لئے یہ سیکنڈ ریڈر ہے جو کہ اُس ذخیرہ الفاظ سے تیار کی گئی ہے۔ جو کہ بچوں نے موگا اردو ریڈرز میں سے پڑھ لئے ہیں۔ رفتہ رفتہ ذخیرہ الفاظ بڑھتا جاتا ہے۔

پہلی ریڈر کے ساتھ جو سپلیمنٹری (امدادی) کتب بچوں نے ابھی تک نہ پڑھی ہوں وہ اس سیکنڈ ریڈر کے ہمراہ پڑھائی جا سکتی ہیں۔ امید ہے کہ اگلے سال مزید امدادی کتب شائع کی جائیں گی۔

اس کتاب کے ۴۸ صفحے ہیں۔ کہانی کو تصاویر کے ذریعے دیدہ زیب بنایا گیا ہے۔ قیمت فی جلد آٹھ آنے۔ جس طرح کہ دیگر موگا ریڈرز کو بغیر نفع کے فروخت کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح اس کتاب کی قیمت لگاتے وقت نفع کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ جلدی آرڈر دے کر منگوائیں۔ مندرجہ ذیل پتہ پر آرڈر بھیجیں۔

کے ایچ ٹامسن ایم اے
سپرنٹنڈنٹ محکمہ اشاعت
ٹریننگ سکول فار ویلیج ٹیچرز موگا ضلع فیروز پور (پنجاب)



موگا اخبار

برائے مدرسین

دیہات سدھار بذریعہ مسلسل تعلیم

نمبر ۶	ستمبر ۱۹۴۱ء	جلد ۲۱

مدیر :- مسٹر کے. ایچ. ٹامسن ایم. اے

مدیر معاون :- ریورنڈ ایس کے. رائے

مدیرانِ اعزازی :- مسٹر محمد دین ثاقب بی. اے
میاں عبدالعزیز بی. اے. بی. ٹی

مترجم :- خوشحالچند پریم بی. اے. ڈپلومہ ان لائبریری سائنس



"ہماری سیاسی محافظت کے لئے تعلیم ہی ایک واحد مضبوط قلعہ ہے۔ تعلیم کی کشتی سے باہر طغیانی اور سیلاب کے سوا کچھ بھی نہیں۔"

(ہورسین مین)

ایڈیٹوریل

تعطیلات موسم گرما کے بعد

ناظرین کرام موگا اخبار! آپ سب گرمی کی چھٹیاں بخیریت گزار کر واپس اپنے اپنے سکول میں آ گئے ہونگے۔ آپ کا واپس آنا مبارک ہو۔ ہم تہ دل سے آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے آپ کے از سر نو کام شروع کرنے پر برکت اور خدا کی رحمت کے لئے دعا کرتے ہیں۔ امید واثق ہے کہ ان رخصتوں میں آپنے گھر کی اچھی سے اچھی خوراک کھا کر اور کافی آرام کر کے دماغی جسمانی اور روحانی طور پر ترقی کر لی ہو گی۔ اور اب آپ اپنے آئندہ تعلیمی پروگرام کو زیادہ خوش اسلوبی اور شوق سے نبھا سکیں گے جنہوں نے ابھی ابھی ٹریننگ حاصل کر کے سکول کا کام شروع کیا ہے۔ خدا کرے کہ آپ کو اس کام میں پوری پوری تسلی اور خوشی حاصل ہو۔ جن اصحاب کو اس محکمہ میں کام کرتے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ خدا کرے کہ آپ اپنے نوجوان طلباء کے درمیان رہ کر نئی خوشی۔ نیا ایمان اور ارادے کی مضبوطی حاصل کریں تعلیم کے اٹل اور ٹھوس اصول و حقائق نہایت سادہ اور آسان ہیں آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ:۔

(۱) تعلیم میں ترقی حاصل کرنے کے لئے استاد اور راہنما کی ضرورت ہے۔

(۲) استاد کا کام طالب علم کی دلی آرزو اور ارادے کو ابھارنا اور تقویت دینا ہے۔

(۳) استاد کا کام طالب علم میں ذمہ واری کا احساس پیدا کرنا ہے۔ اور اس کی اندرونی قوتوں اور صلاحیتوں کو جگانا اور خوشی کی زندگی بسر کرنا سکھانا ہے۔

(۴) اُستاد کا کام طلباء کو اس حقیقت سے واقف کرانا ہے۔ کہ تمام بنی نوع انسان برادرانہ رشتے کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔

(۵) استاد کا کام طلباء کو یہ سکھانا ہے۔ کہ اس دنیا میں کسی قانون اور ضبط کے ماتحت زندگی گزارنے میں حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

اگر استاد بنی نوع انسان کی بہبودی اور نیک چال چلن کی مثال اپنی زندگی میں طلباء کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہو سکے تو میرے خیال میں یہ سب سے مفید اور موثر تعلیم ہو گی۔

زمانہ حاضرہ میں جبکہ قوموں کے درمیان نئے نظام کے لئے جنگ وجدل کا میدان گرم ہے۔ اور ہر ملک میں سرعت سے انقلاب برپا ہو رہا ہے ہمارے سکولوں پر ذمہ داری کا بوجھ زیادہ بڑھ رہا ہے۔ اُستاد کا کام موجودہ بچوں کو اُن کے بزرگوں اور آباؤ اجداد کے نقشِ قدم سے ہٹا کر ایک ایسی تعلیم دینا ہے۔ جس کا نتیجہ جنگ اور فساد نہ ہو۔ ایسی تعلیم جس سے اُن میں برادرانہ اُلفت بڑھے مذہبی، ملکی اور قومی تعصب دُور ہو جائے۔ اُستاد کو معلوم ہے۔ کہ اس جنگ کے بعد ایک نئی دُنیا ہو گی۔ نئی نسل اور نئی تہذیب ہو گی جس قسم کی موجودہ تعلیم ہو گی اُسی قسم کی آئندہ نسل ہو گی۔

اب جب کہ آپ رخصتوں کے بعد از سرِ نو سکول کا کام شروع کرنے لگے ہیں آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی زندگی کے پروگرام کی پڑتال کریں۔

اُمید ہے۔ کہ مندرجہ ذیل آٹھ باتیں ۴۲-۱۹۴۱ء کے لئے آپ کے لئے بہترین پروگرام مرتب کریں گی۔

(۱) میں جسمانی، دماغی اور روحانی طور پر اپنے آپ کو درست اور پاک صاف رکھوں گا۔

(۲) میں اپنے روزمرہ کے پروگرام کو اچھی طرح بناؤں گا۔ اور خوشی خوشی اس پر عمل کروں گا۔

(۳) میں نئے نئے تجربات کرونگا اور اس بات کا خیال رکھونگا۔ کہ سکول کو موجدوں اور نئی نئی اختراعیں کرنے والوں کی ضرورت ہے نہ کہ باپ دادوں کی دی ہوئیں مشینیں کو چلانے والوں کی۔

(۴) میں روزمرہ کے تعلیمی کام میں اپنے طلباء کو ایسی صلاح اور نصیحت دونگا اور اس طرح اُن کی رہنمائی کرونگا۔ کہ اُن کے اندر خوبصورت اور قیمتی اشیاء کی قدر کا احساس پیدا ہوگا۔

(۵) میں اَن پڑھ بالغوں کی تعلیم کا انتظام کروں گا۔ اور نوجوان لڑکوں و لڑکیوں کو کامیاب اور مفید شہری بنانے کی کوشش کرونگا۔

(۶) تعلیمی پیشہ کو ترقی دینے کے لئے کوئی کامیاب قدم اُٹھاؤں گا۔

(۷) بعض ہندوستانی ماہران تعلیم کی سوانح عمریاں پڑھونگا۔ اگر ہو سکا تو اُن سے ملنے اور اُن کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کی کوشش کرونگا۔ مثلاً ٹیگور۔ جواہر لال۔ اقبال۔ گاندھی وغیرہ۔

(۸) میں اس گاؤں کو جہاں میں پڑھانے کا کام کرتا ہوں۔ سدھارنے کی کوشش کرونگا۔ اُس گاؤں کے اقتصادی اور تعلیمی حالات کو بہتر بناؤں گا۔ گاؤں میں صحت و صفائی کا پرچار کرونگا۔ اور اِسے نمونے کا گاؤں بناؤں گا۔

(ایک ایچ ٹی امس)

میرا تجربہ

(از خوشحالچند پریم)

(۱) گناہ ایک پھسلنی گھاٹی ہے۔ ایک دفعہ پھسلنے سے اِنسان پھسلتا ہی جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ گراوٹ کے عمیق غار میں نہیں گر جاتا۔

(۲) راہِ راست بَرو گرچہ دُور است۔

تعلیم جسمانی اور اس کی ضرورت

تعلیم جسمانی میں مختلف سسٹم:۔ تعلیم جسمانی کی دنیا میں مختلف سسٹم پائے جاتے ہیں جو کہ اپنے اپنے ملک کے نام پر مشہور ہیں۔ اور اس ملک کے باشندے کسی حد تک اس سسٹم کے غلام بن گئے ہیں۔ اور اس بات کے خواہاں ہیں۔ کہ وہ دوسرے ممالک اور اقوام میں بھی اس خاص سسٹم کی تبلیغ کریں۔ کسی ملک یا قوم کا سسٹم کسی نہ کسی بات میں دوسرے ملک کے سسٹم سے بہتر ہے۔ اور بعض ایک باتوں میں اس سے پیچھے ہے۔ اس لئے دورِ حاضرہ کے استادوں کو کسی خاص سسٹم کا غلام نہیں بننا چاہئے۔ بلکہ بچے کی نفسیات کو مدِنظر رکھکر ایسا پروگرام مرتب کرنا چاہئے۔ جو اس کے لئے خوشی اور راحت کا سبب ہو۔

ہم تعلیم جسمانی کو اس زمانے سے لیں گے۔ جس زمانے سے اس کو زوال آنا شروع ہوا تھا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ یونانی لوگ تعلیم جسمانی کی حقیقت کو سمجھتے تھے اور اسی کے ذریعے وہ مکمل شخصیت کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن بعد از اں اس کو زوال آنا شروع ہوا اور لوگوں نے اعلےٰ نصب العین کو چھوڑ دیا جس کا جھنڈا اہلِ یونان نے بلند کیا تھا۔

تعلیم جسمانی رومی زمانہ میں:۔ رومی ماں کا فرض بچوں کی تربیت کرنا تھا۔ یونانی ماں کی نسبت اس کو زیادہ آزادی اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اہلِ روم کا ابتداسے ہی خیال تھا۔ کہ روم کسی نہ کسی دن ساری دنیا پر حکومت کریگا۔ اس لئے ہر ایک خاندان کا پہلا فرض قوم کی خدمت کرنا تھا۔ اس خیال کو مدِنظر رکھکر رومی لوگ اپنے بچوں کی پرورش کرتے تھے۔ اس زمانہ میں کوئی

سکول نہیں تھا۔ بلکہ گھر ہی تعلیم کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ گھر میں ہی بچوں کو جسمانی اور اخلاقی تعلیم دی جاتی تھی۔ ہر ایک گھر اس کام کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا تھا۔ والدین بچوں میں قومی فخر۔ تابعداری۔ ایمانداری حوصلہ۔ حب الوطنی۔ دیوتاؤں اور آباؤ اجداد کے لئے عزت کا عنصر پیدا کرنا اپنا فرض اولیں سمجھتے تھے۔

شروع شروع میں رومی بچہ بھی زمانہ حاضرہ کے بچہ کی طرح ہر قسم کے کھلونے سے کھیلتا تھا۔ رومی جوان شاہ زور تھے اور ہر ایک کے لئے تربیت جسمانی اشد لازمی خیال کی جاتی تھی۔ باپ جس کا پیشہ عموماً سپاہی ہوتا تھا اپنے بیٹے کی تربیت کا ذمہ دار خیال کیا جاتا تھا۔ تعلیم جسمانی کا مقصد لڑکے میں طاقت۔ حوصلہ۔ برداشت۔ پھرتیلا پن بذریعہ تلوار۔ ڈھال۔ نیزے اور شہسواری پیدا کرنا تھا۔

جمناسٹک کی حقیقت رومی لوگ یونانی نقطۂ نگاہ کے مطابق نہ سمجھ سکے۔ رومی زمانہ میں کھیل ایک پیشہ کی شکل اختیار کر گئی۔ اور اس کو خاص اہمیت دی جانے لگی کھیلیں جوشیلی سخت اور حیوانی کھیلی جانے لگیں۔ جو کہ عموماً Normal آدمی کی طاقت سے کہیں بڑھکر تھیں۔ وہ عام طور پر بڑے بڑے اکھاڑے لگایا کرتے تھے۔ اور جہاں پر کھلاڑی کو آخیری دم تک مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ شیروں کے ساتھ آدمیوں کی کشتی کرائی جاتی تھی۔ اور بڑے بڑے لوگ گیلریوں میں بیٹھے بیٹھے تالیاں بجایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں تربیت جسمانی صرف تالیاں بجانے تک ہی محدود تھی۔ روپیہ اور نقدی انعام میں دی جاتی تھی۔ جس کی وجہ سے کھیلوں کے ذریعہ رشوت اور دیگر خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ کھیلوں میں تعلیمی عنصر مٹ گیا۔ اور اخلاقی قدر و قیمت ختم ہو

گئی۔ اس کے بعد کی تاریخ تاریک نظر آتی ہے۔

سویڈش سسٹم:۔ حب الوطنی کا مادہ جس نے بعد میں جرمنی میں مسٹر جوہن کو جرمن سسٹم جاری کرنے پر آمادہ کیا۔ سویڈن میں مسٹر ہنرک لنگ صاحب کو اپنا سسٹم جاری کرنے پر مجبور کیا۔

۱۸۰۷ء میں فرانسیسی فوجوں نے جنوبی بالٹک کی سرزمین پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۰۸ء میں روسیوں نے فن لینڈ پر دھاوا بول دیا۔ جو کہ سویڈن کا ایک حصہ تھا۔ اسی زمانہ میں Danes نے جنوبی سویڈن کے صوبجات پر چڑھائی کر دی۔ ان باتوں نے لنگ صاحب کے دل میں سویڈن کی فوج کو تربیت یافتہ اور طاقتور بنانے کی زبردست خواہش پیدا کر دی۔ تاکہ قومی صورت میں وہ متحد ہو کر اس قابل ہو جائیں۔ کہ باہر کے حملہ آوروں کو بخوبی روک سکیں۔ لنگ صاحب نے اپنے پروگرام کو تین حصوں میں منقسم کیا۔

(۱) میڈیکل جمناسٹک (۲) فوجی جمناسٹک۔ (۳) تعلیمی جمناسٹک۔

سویڈش سسٹم میں مندرجہ ذیل اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

(۱) ہر ایک کھلاڑی کی عمر کے مطابق اس کے لئے کھیل منتخب کئے جائیں۔

(۲) زیادہ تر زور "فزیالوجی" یعنی جسم کے اعضا کے مختلف کاموں کے متعلق سیکھنے پر دینا چاہئے۔ بچے خود بخود نشوونما حاصل کرینگے۔

(۳) جسمانی سرگرمیاں ایک دم شروع نہیں کرنی چاہئیں اور نہ ہی یک دم بند کی جائیں بلکہ آہستہ آہستہ شروع کی جائیں۔ اور آہستہ آہستہ ختم کی جائیں

(۴) جسم کی درستی پر زیادہ زور ہونا چاہئے۔

(۵) جمناسٹک بذریعہ "حکم" ہونی چاہئے۔

(۶) آسان کھیلوں کو شروع کر کے رفتہ رفتہ مشکل اور پیچیدہ کھیلوں کی طرف

بڑھنا چاہیئے۔

جرمنی سسٹم:۔ ۱۸۱۵ء میں عام لوگوں کا خیال تھا۔ کہ قوم کو تندرست اور طاقتور ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ نپولین کے مقابلے پر کھڑی ہوسکے۔ جاہن نے اس بات سے فائدہ اٹھا کر اس کام کو کرنا شروع کر دیا۔ نپولین کی واٹرلو کی شکست کے بعد جرمنی کے باشندوں نے گورنمنٹ اور سیاست میں زیادہ حصہ لینا شروع کر دیا۔ جاہن کو انقلاب پسند سمجھ کر جولائی ۱۸۱۹ء میں قید کر لیا گیا۔ اور مئی ۱۸۲۰ء میں اس کو رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ ۱۸۴۰ء تک پولیس کی زیرِ نگرانی رہا۔ وہ قوم پرست تھا اور اپنی قوم کو مضبوط دیکھنا چاہتا تھا۔ اُس کا خیال تھا۔ کہ قوم کے بچے۔ جوان۔ مرد اور مستورات سب جسمانی طور پر تندرست ہوں۔ وہ کھیل کی سماجی زندگی کو تعلیمی اور دماغی زندگی پر ترجیح دیتا تھا۔ ملک میں خاندانوں کی علیحدہ علیحدہ کلبیں بنی ہوئی تھیں۔ جہانکہ وہ سب گھروالے جا کر جسمانی ورزش کیا کرتے تھے۔ جاہن کا خیال تھا۔ کہ کھیل کود کو شخصیت پر ترجیح دینی چاہیئے۔

جنگِ عظیم کے خاتمہ پر جرمنی کے سسٹم میں بڑی تبدیلی واقع ہوئی۔ تعلیم جسمانی کو فوجی تربیت میں تبدیل کر دیا گیا۔ اتھلیٹکس اور کھیلوں کو زیادہ رواج دیا جانے لگا۔ اب کلبوں کی بجائے جرمنی میں مختلف مقامات پر سپورٹس ہال پائے جاتے تھے۔

مسٹر گوتھس موتھس (Gothus Mulhos) (۱۷۵۹ - ۱۸۳۹)

تعلیم جسمانی کے ایک تجربہ کار اُستاد تھے۔ اُنہوں نے تعلیم جسمانی پر کئی ایک کتابیں بھی لکھیں۔ اُن کی قابلِ قدر خدمات کی بنا پر اُن کی شخصیت کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ آپ جرمن جمناسٹک کے دادا کے نام سے مشہور ہیں۔ جب موسم

اجازت دیتا تھا۔ تو آپ بچوں کو باہر کھلے میدان میں لے جا کر ورزش کرایا کرتے تھے
اُن کے پروگرام میں مندرجہ ذیل مشاغل شامل تھے:۔
رسوں اور سیڑھیوں پر چڑھنا۔ تیرنا۔ محدود مشقیں۔ ان کے علاوہ مختلف قسم کی نقلیں اور مذاحیہ ڈرامے بھی شامل تھے۔ پروگرام کو دلچسپ بنانے کے لئے تیرنا ایک اہم مشغلہ خیال کیا جاتا تھا۔ گوتھس موتھس اپنے کام کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا کرتا تھا۔ اور تمام طلباء کا انفرادی ریکارڈ رکھتا تھا۔ اُس کی عادت تھی۔ کہ وہ ہر ایک بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ یونانیوں کے بعد کسی بھی شخص نے اس تعلیم کی گہرائی اور اہمیت کو نہیں پایا تھا۔ مسٹر سپیس (Mr. Spaess) بھی تعلیم جسمانی کے ماہر ہو گزرے ہیں۔ وہ سکول کی زندگی میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ اُس نے مختلف قسم کی جسمانی سرگرمیاں مختلف عمر کے گروہوں کے لئے تجویز کیں۔ اُس نے کوشش کی کہ کم سے کم جگہ میں زیادہ سے زیادہ بچوں اور لڑکوں کو کھڑا کر کے ڈرل کروائی جائے۔ اُس نے سکول جمناسٹک کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔ اُس کا خیال تھا۔ کہ ہر ایک سکول کا بچہ سکول کے وقت میں کم از کم ایک گھنٹہ ہر روز کھیلے۔

جرمنی کے چند ایک اصول:۔ (۱) پٹھوں کی نشوونما ہونی لازمی ہے۔
(۲) طلباء کی مرضی کے مطابق کھیلیں اور مشقیں ہونی چاہئیں۔
(۳) محدود طریقہ تعلیم نہیں ہونا چاہئے۔
(۴) سکول میں ہر ایک طالب علم کو صحت کے لحاظ سے Normal تصور کیا جائے۔ سکول کو ہسپتال کا کام نہیں کرنا چاہئے۔ جو بچے صحت در اور تندرست ہوں۔ صرف انہی کو ہی سکول میں داخل کیا جائے۔

موجودہ تعلیم جسمانی

(۱) تعلیم جسمانی اُن چند جسمانی سرگرمیوں کا مجموعہ ہے۔ جو انتخاب میں اعلےٰ قسم اور عملی طور پر فائدہ مند ہوں۔

(۲) تعلیم جسمانی آدمی کی وُہ مکمل شخصیت کی تعلیم ہے۔ جو بذریعہ جسمانی مشاغل کی جائے اِس میں جسم۔ دماغ اور رُوح کی برابر نشو و نما ہونی لازمی ہے۔

(۳) تعلیم جسمانی اُن چند تجربات کا مجموعہ ہے۔ جو ہم سکول یا سکول سے باہر حاصل کرتے ہیں۔

موجودہ تعلیم جسمانی کا نصب العین ملک کے لئے اعلےٰ شہری پیدا کرنا ہے۔ اس لئے جماعت کے ہر ایک لڑکے کے لئے تعلیم جسمانی لازمی ہونی چاہئے حقیقی شہری وُہ ہے جو لیڈر اور شاگرد بن سکے۔ جو شاگرد نہیں بن سکتا وُہ ہرگز ہرگز اچھا راہنما یا لیڈر نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے اعلےٰ شہری اور لیڈر پیدا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال کرنا لازمی ہے۔

I. لیڈر شپ:۔ جس طرح جماعت کے کمرے میں اُستاد کے بغیر بچے کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح کھیل کے میدان میں راہنما کا ہونا لازمی اور ضروری ہے اور راہنما خاصکر بنی نوع انسان میں دلچسپی رکھتا ہو۔

II ماحول:۔ ماحول کا بچوں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اس واسطے اُستادوں کو چاہئے۔ کہ بچوں کے لئے ایسا ماحول پیدا کریں۔ کہ وُہ اپنی شخصیت کو صحیح معنوں میں بنا سکیں۔ ممکن ہے۔ کہ بچہ جو اچھے خاندان اور شریف والدین کا بیٹا ہو۔ ماحول کے سبب بُری عادات کا شکار ہو جائے۔

III مشاغل:۔ بچوں کے لئے مشاغل اور کھیلیں اُن کی عمر۔ قوم۔ موسم

ملک اور جنس کو مدِنظر رکھکر انتخاب کی جائیں۔

IV سہولیات:۔ بچے۔ لڑکے اور لڑکیاں بعض اوقات کھیل میں کیوں حصّہ نہیں لیتیں؟ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ کھیل کی جگہ اُن کے لئے باعثِ کشش نہیں ہوتی۔ کھیل کا میدان صاف ستھرا اور ہموار اور کھلی ہوا میں نہیں ہوتا۔ کھیل کا پورا سامان نہیں ہوتا۔ اور اچھے لیڈر موجود نہیں ہوتے۔ اس لئے لڑکے اور لڑکیاں کھیل میں شریک ہونا پسند نہیں کرتیں اور کھیل کے میدان میں داخل ہونے سے گھبراتی ہیں۔

V۔ دلچسپیات:۔ اُستاد کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ بچوں کی نفسیات اور اُن کے رجحانات کو مدِنظر رکھکر اُن کے لئے مشاغل اور کھیلوں کا پروگرام مرتب کرے۔ اگر اُستاد اپنی مرضی کے مطابق چلے گا۔ تو بچے کبھی بھی اُن کھیلوں کو پسند نہیں کرینگے اور نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تمام لڑکے اور لڑکیاں کھیل کے میدان میں غیر حاضر ہونگے۔

VI۔ ضروریات:۔ اُستاد کے لئے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ بچوں کو کس قسم کی کھیلیں درکار ہیں۔ اُن کی ضرورت کے مطابق انتخاب ہونا چاہیئے۔ بعض دفعہ ہم غیر ممالک کی کھیلوں پر زور دیتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے کھیلیں ایسی ہوں جو بچہ سکول کے باہر بھی جا کر آسانی سے اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل سکے۔ مختلف قسم کے بچوں کے لئے مختلف قسم کی ورزشوں اور کھیلوں کی ضرورت ہے۔ بعض بچوں کے جسم کے اعضا کی مناسبت ٹھیک نہیں ہوتی۔ انہیں خاص قسم کی ورزش کرانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ جسمانی نقص دُور ہو جائے۔

VII آزادانہ کھیل:۔ بچے کا زیادہ تر وقت کھیل میں گزرنا چاہیئے۔ اُستاد کا فرض ہے۔ کہ وہ اُس کی راہنمائی کرے۔ اور ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائے کیونکہ

اگر اُستاد ذرا غافل ہو جائے تو خطرہ ہے کہ بچہ اپنی جان کا نقصان کر بیٹھے یا جسم کو چوٹ لگا بیٹھے۔

VIII جسمانی نقائص کی درستی:۔ سال میں کم از کم دو دفعہ بچوں کا جسمانی اور ڈاکٹری معائنہ کرانا چاہئے۔ اور جو نقائص اور خامیاں نظر آئیں اُن کو درست کرنے کی کوشش کرنا اُستاد کا فرضِ اوّلیں ہے۔ کیونکہ موجودہ تعلیم کا نصب العین انسان کی مکمل شخصیت کی تربیت کرنا ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے۔ تو تعلیم جدید کے اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں ہمیں دیگر سائنسوں کے اصولوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ تعلیم جسمانی کے ساتھ اِن سائنسوں مثلاً فزیالوجی۔ اناٹومی۔ علم النفس اور سوشالوجی کا گہرا تعلق ہے۔ اِن سائنسوں کی تشریح آپ ماہ جولائی کے پرچہ میں پڑھ چکے ہونگے۔

نوٹ:۔ اگلے پرچے میں "ہندوستان کے مختلف طریقہ ہائے تعلیم جسمانی" (Different systems of physical education in India) کے متعلق بحث کی جائیگی۔ (جے۔ ایس بخشی فزیکل ڈائرکٹر)

حساب کے آزمائشی اور مشقی کارڈ (حصہ دوم)

(از ڈاکٹر جے۔ سی۔ مینری)

ہم ناظرین موگا جرنل کی خدمت میں ڈاکٹر مینری صاحب کے تیار کردہ "حساب کے آزمائشی اور مشقی کارڈوں" کا دوسرا حصہ پیش کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

یہ تمام کارڈ اردو ہندسوں میں موٹے گتوں پر نہایت خوبصورتی سے چھاپے گئے ہیں اگر کسی اُستاد نے اپنی جماعت میں استعمال کرنے ہوں تو مندرجہ ذیل پتے پر خط و کتابت کرکے منگا لئے جائیں۔

پتہ:۔ دفتر ٹریننگ سکول فار ویلج ٹیچرز موگا۔ ضلع فیروز پور (پنجاب)

۱۷	۱۴	۸	۷	۱۷	۱۴	۷
-۸	-۵	۹	۸	-۹	-۹	۶

۱۵	۹	۶	۹	۱۵	۱۳	۸
-۷	۵	۷	۸	-۸	-۶	۷

۱۷	۵	۸	۱۵	۱۱	۷	۱۲
-۸	۹	۳	-۷	-۲	۸	۵

۹	۱۴	۸	۱۱	۶	۱۴	۱۵
۵	-۹	۷	-۷	۹	-۵	-۸

۷	۵	۱۴	۱۵	۸	۱۴	۱۵
۸	۹	-۹	-۷	-۴	-۷	-۸

نئے سوالات:-

۹	۵	۱۴	۱۴	۷	۸	۱۵	۱۵
۵	۹	-۵	-۹	۸	۷	-۷	-۸

۱۴	۶	۵	۱۲	۱۴	۱۳	۸
-۵	۸	۹	-۴	-۹	-۹	۷

۱۴	۹	۱۳	۷	۸	۱۵	۱۴
-۶	۵	-۹	۸	۶	-۷	-۸

۱۴	۱۵	۹	۶	۶	۱۷	۱۳
-۶	-۸	۴	۷	۸	-۸	-۴

۸	۴	۱۳	۱۳	۱۷	۸	۱۲
۹	۹	-۷	-۹	-۹	۶	-۵

۱۳	۱۴	۹	۱۳	۱۴	۹	۱۳
-۶	-۸	۴	-۹	-۶	۹	-۴

نئے سوالات:-

۴	۹	۱۳	۱۳	۶	۸	۱۴	۱۴
۹	۴	-۴	-۹	۵	۶	-۶	-۸

۱۴	۷	۸	۱۶	۹	۹	۱۳
-۰	۹	۶	-۷	۴	۷	-۹

۵	۴	۱۳	۱۳	۸	۱۴	۱۳
۸	۹	-۲	-۸	۵	-۶	-۵

۱۶	۷	۵	۱۵	۱۶	۹	۷
-۹	۹	۸	-۷	-۹	۵	۹

۸	۱۵	۱۴	۹	۱۳	۱۶	۸
۷	-۸	-۵	۷	-۵	-۷	۳

۱۲	۱۲	۱۶	۹	۱۳	۹	۱۶
-۶	-۸	-۹	۶	-۵	۸	-۷

نئے سوالات:-

۷	۷	۱۶	۱۶	۵	۸	۱۳	۱۳
۹	-۳	-۷	-۹	۸	۵	-۵	-۸

۹	۹	۸	۱۴	۱۶	۱۳	۷
۷	۴	۶	-۸	-۷	-۴	-۹

۱۳	۱۳	۵	۱۳	۸	۱۴	۱۶
-۹	-۸	۸	-۵	۵	-۶	-۹

۳	۰	۱	۳	۲	۲	۲
۲	۱	۱	۰	۱	-۱	۲

۵	۱	۹	۲	۴	۴	۳
۱	۸	۱	۴	۱	-۲	-۱

۳	۱۰	۵	۱۰	۷	۵	۷
-۳	-۳	-۵	-۷	-۵	۲	۳

بچوں کی مشکلات کی جانچ کرنے کے لئے جوڑ۔

۹۴ ۷۳ ۸۵ ۷۲ ۹۳
۵۵ ۸۴ ۶۳ ۹۰ ۴۶

۹۶ ۵۰ ۸۱ ۶۷ ۴۳
۷۳ ۹۷ ۷۸ ۸۱ ۹۲

۵۳ ۷۴ ۴۰ ۸۲ ۴
۲ ۴ ۲۳ ۲ ۳۱
۸۳ ۳۱ ۷۹ ۵۳ ۷۴

۹۱ ۸۰ ۹۷ ۶۳ ۳۳
۶۳ ۵ ۸۳ ۳۳
۲ ۷۰ ۴۲ ۱ ۳۳

۹۳ ۸۲ ۸۱ ۹۳ ۹۰
۴۰ ۴۲ ۲۷ ۳۲ ۴۰
۵۶ ۴۲ ۴۱ ۲۳ ۳۹

اکائی اور دہائی کے تین عددوں کی بِلا حاصل جمع

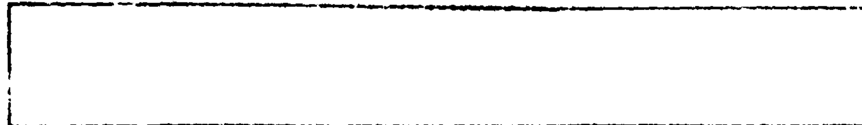
۱۳۲	۱۴۷	۱۴۰	۱۶۹	۱۶۷
− ۴۲	− ۹۲	− ۷۰	− ۹۶	− ۷۳



۱۳۸	۱۶۵	۱۷۹	۱۹۵	۱۵۰
− ۹۷	− ۷۴	− ۹۹	− ۸۸	− ۸۰



۱۵۸	۱۴۵	۱۰۰	۱۴۳	۱۶۵
− ۸۲	− ۶۲	− ۵۰	− ۸۳	− ۹۴



۱۳۹	۱۲۴	۸۶	۴۹	۹۳
− ۴۷	− ۵۳	۳۰	۵۰	۴۴
		۳۳	۴۰	۲



۲۱	۲۳	۱۸۵	۹۳	۸۱
۶۳	۲۳	− ۹۳	۳۳	۳۷
۵۱	۲۳		۲۳	۲۱
۴۲	۲۳			



بلا حاصل کی آسان جمع اور تفریق۔ دہائی اور سینکڑے کے ہندسوں کو اکٹھا سمجھ کر جمع کرنا یا گھٹانا ہے۔ جیسے ۱۸۵ کے ۱۸ میں سے ۹ گھٹاؤ۔ ۱۵۰ کے ۱۵ میں سے ۸ گھٹاؤ۔

۱ ۴ ۱ ۵ ۱ ۲ ۱

۵ ۴ ۲ ۵ ۸ ۳ ۴

۳ ۴ ۱ ۱ ۸ ۰ ۳

۳ ۲ ۹ ۰ -۴ ۳ -۲

۶ ۵ ۵ ۶ ۴ ۵ ۶

-۳ -۱ -۴ ۱ -۲ ۳ -۱

۵ ۶ ۱ ۹ ۰ ۹ ۱۰

-۲ -۵ -۰ -۸ -۰ -۱ -۵

۳ ۶ ۵ ۶ ۳ ۱۰ ۵

-۰ -۲ -۰ -۴ ۵ -۹ -۳

بچوں کی مشکلات کی جانچ کے لئے آسان جمع تفریق ۔

۱ ۱۰ ۷ ۵ ۷ ۶ ۷

۶ -۱ -۶ ۴ ۱ -۰ -۲

۷ ۴ ۴ ۱ ۸ ۲ ۱۰

۱ ۰ ۵ ۷ -۳ ۷ -۲

۹ ۱۰ ۸ ۷ ۱ ۴ ۹

-۲ -۴ -۵ ۲ ۳ ۶ ۳

۸ ۴ ۳ ۶ ۴ ۸ ۷

۰ -۱ ۱ ۴ -۳ ۰ -۳

۳ ۴ ۱۰ ۸ ۲ ۷ ۹

۶ ۳ -۸ -۶ ۶ -۴ -۶

بچوں کی مشکلات کی جانچ کے لئے آسان جمع تفریق ۔

٦	٩	١٢	٩	٨	١٨	١٦
٦	٢	- ٦	٩	٤	- ٩	- ٨

٢	١٤	١١	٤	١١	٨	١٢
٩	- ٧	- ٢	٨	- ٩	٨	- ٤

١٢	٧	٦	٤	١١	٩	١١
- ٨	٧	٥	٧	- ٥	٣	- ٧

٧	٥	١١	٩	١١	٣	١٢
٤	٦	- ٤	٦	- ٦	٩	- ٣

١٥	٦	١٢	١٥	٣	١١	١٢
- ٦	٩	- ٩	- ٩	١	- ٣	- ٥

بچوں کی مشکلات کی جانچ کے لئے مشکل جمع تفریق ۔

۸	۱۷	۱۱	۷	۱۲	۹	۱۱
۹	- ۸	- ۸	۶	- ۷	۸	۳

☐

۷	۱۳	۶	۱۷	۱۲	۱۷	۵
۵	- ۷	- ۷	- ۹	- ۶	- ۸	۷

☐

۶	۱۴	۷	۱۵	۴	۱۳	۶
۵	- ۵	۸	- ۷	۹	- ۴	۸

☐

۱۶	۷	۱۶	۱۲	۸	۵	۱۴
- ۶	۹	- ۷	- ۵	۵	۹	- ۹

☐

۸	۱۵	۱۳	۱۴	۱۷	۹	۱۳
۷	- ۸	- ۹	- ۸	- ۹	۷	- ۸

☐

"مشکل جمع تفریق کی جانچ کے لئے آزمائشی جوڑ۔

۷ + ۳ =	۹ + ۶ =	۱۱ + ۷ =	۱۲ + ۵ =	۱۳ + ۶ =	۱۸ + ۱ =	۱۴ + ۵ =
۲۴ + ۳ =	۲۲ + ۷ =	۲۴ + ۵ =	۲۱ + ۸ =	۲۰ + ۹ =	۳۲ + ۶ =	۳۱ + ۵ =
۴۴ + ۵	۴۶ + ۳ =	۴۴ + ۴ =	۸۰ + ۸ =	۵۳ + ۶ =	۵۴ + ۳ =	۶۷ + ۲ =
۹۴ + ۳ =	۹۲ + ۷ =	۶۰ + ۶ =	۷۲ + ۵ =	۸۴ + ۱ =	۵۰ + ۷ =	۲۴ + ۲ =
۴۱ + ۸ =	۴۰ + ۰ =	۴۲ + ۷ =	۶۱ + ۴ =	۱۰ + ۷ =	۸ + ۳ =	۳۷ + ۲ =

اکائی اور دہائی کے دو عددوں کی بلا حاصل جمع۔

۵ ۱ ۴ ۳ ۷ ۱ ۳
۵ ۴ ۸ ۴ ۷ ۷ ۹
۷ ۹ ۳ ۶ ۵ ۴ ۵

۱ ۲ ۰ ۴ ۶ ۳ ۱
۳ ۵ ۸ ۸ ۷ ۸ ۹
۷ ۹ ۶ ۳ ۶ ۵ ۹

۲ ۷ ۸ ۴ ۶ ۸ ۲
۸ ۴ ۵ ۳ ۴ ۶ ۹
۸ ۹ ۵ ۹ ۸ ۴ ۴

۳ ۶ ۴ ۵ ۵ ۶ ۸
۷ ۵ ۸ ۴ ۲ ۶ ۱
۹ ۸ ۷ ۶ ۱۲ ۷ ۹

۰ ۰ ۹ ۱ ۳ ۶ ۶
۴ ۶ ۸ ۵ ۹ ۴ ۵
۷ ۳ ۲ ۷ ۵ ۹ ۷

اکائی کے تین عددوں کی جمع ۔

۹ - ۷ =	۱۹ - ۷ =	۲۹ - ۷ =	۳۹ - ۷ =	۴۹ - ۷ =	۵۹ - ۷ =	۹۹ - ۷ =
۲۳ - ۲ =	۳۵ - ۴ =	۳۹ - ۵ =	۴۸ - ۶ =	۵۲ - ۰ =	۶۵ - ۵ =	۷۸ - ۸ =
۹۸ - ۶ =	۱۴ - ۳ =	۷۷ - ۵ =	۷۷ - ۴ =	۱۶ - ۳ =	۴۹ - ۲ =	۵۸ - ۱ =
۳۹ - ۱ =	۳۵ - ۵ =	۴۷ - ۷ =	۲۰ - ۰ =	۴۵ - ۴ =	۱۶ - ۶ =	۵۸ - ۵ =
۲۶ - ۵ =	۲۷ - ۱ =	۳۸ - ۶ =	۴۹ - ۱ =	۳۴ - ۴ =	۱۷ - ۶ =	۲۸ - ۲ =

بلا ہاتھ لئے دہائی کے عددوں میں سے اکائی کے عددوں کو گھٹانا ۔

۱۴ - ۷ =	۱۷ - ۹ =	۳۲ - ۹ =	۴۲ - ۵ =	۳۴ + ۴ =	
۲۴ - ۷ =	۲۷ - ۹ =	۲۱ - ۷ =	۴۵ - ۹ =	۶ +	= ۱۵
۳۴ - ۷ =	۱۰ - ۵ =	۴۱ - ۶ =	۲۶ - ۷ =	۱۷ -	= ۹
۵۴ - ۷ =	۲۰ - ۵ =	۵۳ - ۷ =	۳۷ - ۸ =	۷ +	= ۱۹
۸۴ - ۷ =	۹۲ - ۶ =	۸۵ - ۸ =	۲۰ - ۶ =	۸ +	= ۱۹
۴۴ - ۷ =	۷۵ - ۸ =	۹۰ - ۲ =	۲۳ - ۴ =	۱۱ -	= ۸
۹۴ - ۷ =	۲۸ - ۸ =	۳۳ - ۸ =	۵۰ - ۶ =	۹ +	= ۱۷

۱۶ + ۲ =
۱۷ + ۳ =
۱۷ + ۹ =
۲۶ + ۸ =
۳۲ + ۶ =
۳۲ + ۹ =
۳۷ + ۷ =

۱۹ + ۴ =
۸۵ + ۹ =
۱۴ + ۷ =
۵۹ + ۲ =
۲۷ + ۳ =
۳۲ + ۸ =
۱۰ + ۹ =

۲۸ + ۳ =
۱۳ + ۹ =
۷۷ + ۶ =
۱۸ + ۸ =
۴۶ + ۶ =
۲۴ + ۹ =
۲۵ + ۵ =

۳۹ + ۷ =
۸۴ + ۶ =
۲۷ + ۵ =
۳۳ + ۷ =
۳۳ + ۹ =
۳۴ + ۷ =
۳۸ + ۴ =

۴۶ + ۴ =
۴ + ۴۶ =
۲۷ + ۶ =
۶ + ۲۶ =
۵۳ + ۸ =
۸ + ۵۳ =
۹ + ۱۶ =

اکائی اور دہائی کے عددوں کی جمع جس کی اکائی میں حاصل ہو۔

۵۳ ۶۶ ۲۲ ۹۵ ۵۸

۸۲ ۳۳ ۸۰ ۱۰ ۸۱

۲۸ ۷۳ ۴۳ ۱۷ ۱۲

۵۲ ۴۷ ۴۸ ۵۰ ۲۹

۵ ۸۷ ۷۹ ۳۴ ۶۳

۶۵ ۹ ۸ ۴۸ ۱۹

۷۸ ۲۹ ۴۹ ۵۲ ۷۵

۴۵ ۶۵ ۱۴ ۱۸ ۱۹

۵۵ ۴۷ ۱۰۴ ۱۰۲ ۶۹

۵۶ ۷ ۶۷ ۴۹ ۱۴

دو عددوں کی جمع جس کے اکائی کے جوڑیں حاصل ہو۔

۹۱	۴۶	۹۴	۴۹	۷۸
۷۸	۸۸	۶۹	۵۶	۳۵

۸	۵۳	۵۵	۹۱	۳۸
۹۶	۸۵	۵۵	۶۹	۸۶

۶۶	۴۱	۱۸	۹۶	۲۶
۳۴	۷۰	۸۳	۷۴	۷۹

۴۸	۷۱	۶۲	۲۷	۶۰
۶۲	۵	۱۲	۹	۲۹
۱۱	۴۰	۲۹	۸۰	۴۲

۵۷۸	۴۶	۳۶۹	۷۷۴	۱۳۶
۳۴۴	۸۸۳	۸	۱۸۵	۲۷۰

دہائی اور سینکڑے کے عددوں کی جمع

۲۲	۸۰	۳۳	۷۲	۸۵
−۹	−۱	−۴	−۵	−۷

۳۸	۵۰	۶۳	۳۰	۲۱
−۹	−۵	−۷	−۳	−۶

۹۲	۴۱	۵۰	۷۵	۶۴
−۲۴	−۱۸	−۲۵	−۲۶	−۳۶

۱۰۰	۱۰۹	۲۱۹	۵۰	۹۱
−۲۰	−۱۸	−۲۷	−۲۸	−۴۳

۵۰	۷۶	۸۴	۹۶	۴۰۱
−۱۶	−۶۹	−۷۷	−۸۷	−۷۰

ایسی تفریق جس میں اکائی کے ہندسے کو دہائی کے ہندسے مدد لینے کی ضرورت ہے۔

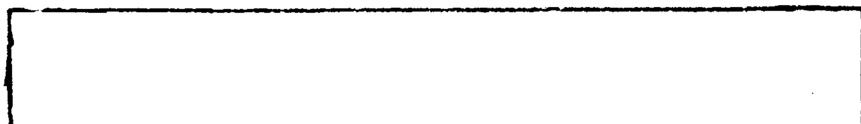
۷	۸	۳	۹	۱	۷	۷
۴	۹	۸	۲	۸	۸	۳
۴	۵	۶	۸	۹	۵	۴
۶	۹	۸	۷	۷	۶	۷

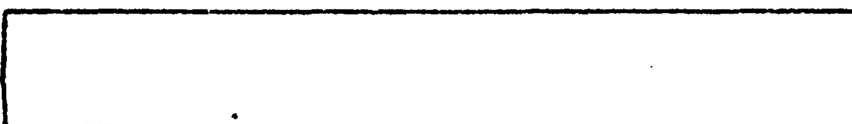


۷	۱	۴	۳	۵	۴	۲
۶	۵	۷	۹	۲	۱	۳
۹	۶	۹	۲	۵	۷	۴
۲	۹	۶	۵	۶	۳	۵



۷	۵	۳	۹	۷	۳	۸
۵	۹	۹	۲	۶	۶	۴
۸	۴	۳	۹	۴	۷	۱
۴	۸	۳	۵	۳	۸	۶





۹	۵	۸	۸	۷	۸	۲
۷	۷	۶	۷	۸	۵	۳
۸	۴	۶	۴	۵	۶	۸
۱	۳	۷	۴	۳	۶	۳



اکائی کے چار عددوں کی جمع ۔

۹	۶	۸	۲	۶	۵
۱	۸	۴	۹	۰	۴
۶	۳	۶	۴	۳	۸
۴	۹	۲	۶	۷	۲
۷	۰	۵	۲	۳	۷

۹	۴	۷	۹	۳	۷
۱	۸	۳	۱	۲	۳
۰	۵	۶	۰	۷	۴
۵	۲	۲	۵	۶	۵
۸	۸	۸	۴	۹	۶

۵	۶	۹	۷	۹	۷
۵	۰	۱	۳	۲	۸
۵	۹	۵	۳	۸	۲
۳	۰	۸	۶	۴	۱
۶	۸	۲	۷	۳	۳

۸۳	۱۵	۴۳	۷۳	۴۳
۵۸	۸۲	۸۴	۴۱	۴۳
۷۴	۸۹	۲۵	۵۵	۴۳
۲۱	۷۳	۱۶	۲۵	۴۳

اکائی کے پانچ عددوں کی جمع - اور دہائی کے چار عددوں کی جمع با حاصل -

۴۰ -۲۵	۸۶ ۴۶	۷۲ -۵۴	۴۷ -۲۸	۲۶ ۳۵



۳ ۷۱ ۴۰ ۱۶	۴۷ ۲۳ ۶۱	۲۳۳ ۴۶۷	۴۶۷ -۳۸۸	۱۰۰ -۲۵



۸۱۲ -۱۵۹	۵۷۸ ۶۷۵ ۱۲	۱۶۹ ۴۶۰ ۲۵۱	۹۰۷ ۷۳۷	۷۳۵ -۷۰۸



۹۹۹ ۱۱۱	۲۵۱ ۹۰۷ ۳۹۸	۱۹۱ ۶۴۸ ۹۵۵	۴۱ ۸۴ ۸۰۴	۸۲ ۶۱ ۴۰ ۶



۶۹ ۴۳ ۲۶ ۷۷	۸۵۰ -۲۹۴	۶۵۴ -۳۸۷	۱۰ ۷۶ ۹ ۷	۶۵۰ -۱۶۳



جمع اور تفریق کے مشکل سوالات ۔

۵۲ + ۷۵۰ + ۳۴۹ + ۵

۱۶۰۰ − ۵۵۰

۳۵۳ − ۶۹

۵۵۷ − ۱۶۸

۸۶۵۲ − ۳۲۷۹

۷۶۶۴ − ۱۷۵۱

۸۶۶۵ − ۲۳۲۹

۵۰۶ + ۱۵۲ + ۶۴۰ + ۸۱۰

۴۸ + ۵۰۴ + ۲۶۲ + ۲۰۲

۳۵۹ + ۲۳۰ + ۳۰۷ + ۱۷۱

۴۸۶ + ۳۲۵ + ۱۵ + ۲۰۰

۹۵۶ + ۲۸۴ + ۳۵۱

۷۳۴ − ۶۶

۳۳۱۰ − ۷۹

۵۷۳۲ − ۴۹۰۰

۲۲۰ + ۱۸۲ + ۳۱۷ + ۱۴۰

۲۷۳ + ۱۶۲ + ۴۲۴ + ۵۴۲

۱۵۹ + ۲ + ۹۵۰ + ۱

۶۳۵۱ − ۲۷۰۶

۶۵۴۰ − ۵۹۱۷

جمع اور تفریق کے مشکل سوالات۔

۴۸۵	۵۳۶	۴۵۵	۳۷۵	۶۹۱
۳۲۷	۱۴۸	۳۲۸	۲۴۷	۱۲۴
۲۰۹	۳۴۶	۲۸۷	۸۴۸	۶۲۸

۲۸۴	۳۷۵	۲۴۳	۷۵	۶۷۷
۵۴۸	۷۹۷	۳۷۹	۵۹۸	۵۵۶
۵۹۸	۳۶۹	۴۹۹	۳۶۸	۸۹

۸۵۸	۴۹۷	۱۸۹	۳۷۵	۵۲۲
۴۸۶	۲۶۷	۴۵۶	۱۸۹	۴۰۹
۸۷۸	۳۷۷	۷۸۹	۷۹۸	۳۲۸

۹۸۸	۵۶۶	۷۲۱	۲۴۲	۳۱۰
۵۸۸	۹۶۶	۴۹۵	۹۲۰	۴۲۰
۷۹۷	۴۹۹	۳۹۰	۹۰۹	۳۹۴

۵۶	۵۲۰	۷۳۵	۳۸۰	۵۴۶
۷۸۴	۵۸۲	۸۹۸	۲۲۸	۳۱۶
۵۰۱	۱۴۵	۱۷۱	۳۰۹	۲۰۳

ایک سے زیادہ حاصل والے جمع کے سوالات

۹۸۶۴
۲۴۷۳
۷۰۵۵
۶۶۱

۴
۹۲۹۳
۱۴۸۹
۹۵۵۲

۲۳۹
۳۶۹۸
۱۴۴۴
۶۴

۴۳۶۸۸
۲۴۷۳۹ −

۸۰۶۰۲
۷۰۷۸۳ −

۵۰۲۰۲
۴۰۹۹۶ −

۴۵۴۵
۵۴۵۵
۷۶۷۶
۸۳۸۳

۵۶۶۹
۱۰۷۶
۱۹۴۸۵
۳۷۱

۸۲۸۷۵۹
۳۱۰۳۲۰
۴۷۷۱۳۶

۷۸۳۴۵
۴۸۲۰۷
۷۵۷۸۹
۲۴۸۰

۹۲۵۲۷۶
۴۸۰۷۶۷ −

۵۳۹۹۴
۶۴۳۱۲
۱۹۵۴۲
۱۷۱۳

جمع اور تفریق کے مشکل سوالات

۳۸۲۶	۸	۳۸
۴۲۶	۳۲۹	۵۲۸۰
۶۴۵۵۹	۶۳	۶
۹۷۷۱۷	۴۰۵۲	۷۵۸۵۲
	۱۸۰۷۱	۳۴۶



۹۸۲۵۳۳	۸۰۰۰۳	۴۳۷۲۶
۹۵۳۷۳۵ —	۴۷۱۷ —	۲۶۹۳۷ —



۴۴	۳۳۶۳	۵	۴۷۳۱۷
۸۸	۴۶۰۰	۷	۵۱۴۶۲
۹۹	۳۴۰۰	۹۴	۳۳۳۳
۷۷	۱۷۹۸	۷	۲۴۶۱۵
۶۰	۱۲	۴۲	۲۶۴۸



۴۲	۴۲۰۰	۲۲۵۷۵	۲۷
۵۰۰۰۰	۲۹۱۴	۴۴۶۵۵	۴۷
۹۱	۵۸۰۹	۳۸۷	۵۶
۸۷	۴۷۰۲	۷۰۴	۸۸
۴۱۶	۵۱۴۲۳	۹۹۶۱۰	۷۹





۷۲	۲۹	۷۸	۳۷	۴	۴
۱۵	۶۰	۵۱	۸۲	۳	۷
				۰	۵
				۶	۹

۳۵	۸	۳۴۶	۳۵۷	۷۸	۶۵
۹	۷۸	۲۰۳	۲۴۲	۱۵	۲۵

۹۴	۸۷۰	۱۴	۳۴	۲۰۱	۳۷۶
۲۷	۵۸	۹	۱۱	۴۳۹	۵۹۲
		۶	۶	۶۸۲	۳۶۷
		۸	۱۵		

۴۷	۳۷۱۲۶	۱۹۰۰۵	۷۹۱۶۴۳
۲۳	۶۱۳۷۳	۴۹۱۷۰۳	۴۸۹۱۰۷
۵۲	۷۷۴۲۷	۳۲۸۴۶۹	۵۲۳۴۵۶
۶۶	۵۸۹۳	۹۲۳۷۰۸	۱۰۹
۴۹	۲۸		۹۱۶۲۸۰

جمع کے مشکل سوالات کی مشق ۔

۲۸	۳۹	۸۵	۹۸	۱۵۳	۳۶۴
- ۶	- ۳	- ۴۳	- ۵۶	- ۲۲	- ۲۳

۵۱	۶۳	۷۲	۵۶	۴۴۳	۳۲۴
- ۹	- ۵	- ۴۷	- ۳۷	- ۹	- ۱۸

۸۳۲	۳۴۱	۳۰۲	۵۰۰	۴۰۰۳
- ۷۴۳	- ۱۷۵	- ۸۹	- ۳۴۷	- ۱۳۹۶

۷۵۴۶	۵۶۳۵	۸۲۴۲۳۱	۳۳۵۳۸۲
- ۶۸۷۸	- ۲۹۴۵	- ۷۹۷۶۸۳	- ۲۴۸۳۸۵

تفریق کے مشکل سوالات کی مشق۔

ابتدائی مدارس میں اختراعی مشاغل

دستکاری کیلئے قدرت سے امداد:۔ پتوں، گھاس اور سرکنڈے کی چٹائیاں اور ٹوکریاں بنانے کے طریقے۔

گذشتہ مضمون میں دستکاری کے لئے گھاس اور پتوں کے استعمال پر ہدایات دی گئی تھیں۔ دستکاری کی گھنٹی میں ٹوکریاں اور چٹائیاں بنانے کے مختلف ٹانکے اور جوڑ ہیں۔ نیز گھاس کو رنگنے اور ایسے دستکاری کی کلاس کے لئے ایک دلچسپ پروجیکٹ بنانے کے بھی مختلف طریقے ہیں۔

عام ہدایات:۔ ٹانکوں اور جوڑوں کے ذریعے پتوں اور گھاس کی چٹائیاں اور ٹوکریاں بنانے کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات ملاحظہ ہوں:۔

(۱) ٹوکریاں یا چٹائیاں سینے کے لئے تیز نوکوں والی سوئیوں کی بہ نسبت کُندھی نوک والی سوئیاں زیادہ اچھی ہوتی ہیں۔

(۲) ٹوکریاں اور چٹائیاں بناتے وقت گھاس کی جو تہیں یا مُٹھے استعمال کئے جائیں اُن کی چوڑائی شروع سے لے کر آخر تک ایک جیسی ہو۔ جب درمیان میں زائد پتے یا گھاس لگانی پڑے تو ایک ایک کرکے لگائے جائیں تاکہ گھنڈی کی موٹائی آخر تک برابر رہے۔

(۳) اگر ٹوکریاں یا چٹائیاں بنانے میں جھاڑو بنانے والے تنکے یا گیہوں اور مکی کے خشک ٹانڈے استعمال کرنے ہوں تو اِن تنکوں یا ٹانڈوں کو پانی میں بھگو کر رکھا جائے۔

(۴) ٹوکری کی بنیاد کیلئے یا ٹوکری کے شروع کرتے وقت تھوڑی سی گھاس یا پتے

استعمال کئے جائیں۔ سینے کے لئے پتلی یا موٹی رسی استعمال کرو۔ یہ زیادہ ضروری ہے۔ کہ قدرت کا سامان استعمال کیا جائے۔ سینے کے لئے سن کی رسی ضرور استعمال کی جائے۔ اس مقصد کے لئے ناریل کے چھلکوں کی رسی سب سے مضبوط ہوگی۔

(۵) رنگدار گھاس اور پتوں سے ٹوکریاں بنانے میں سبزیات کا رنگ جو عام طور پر بازار سے مہیا ہو سکتا ہے استعمال کیا جائے۔

ٹوکریاں اور چٹائیاں بنانے کے لئے سامان کو رنگ دینا

(۱) مختلف چیزوں کو رنگنے کے دیہاتی طریقوں سے واقفیت حاصل کی جائے۔ مثلاً جس چیز کو پیلا رنگ دینا ہو اسے پیلے رنگ کی کڑاہی میں ڈال دو اور کڑاہی میں پیاز کے بہت سے چھلکے ڈال دو۔ ان چھلکوں کے ہمراہ رنگ کو جتنا جوش دو گے اتنا ہی اس چیز پر زیادہ گاڑھا رنگ ہوتا جائیگا حتیٰ کہ زرد سے گہرا براؤن رنگ ہو سکتا ہے جتنے زیادہ پیاز کے چھلکے ہونگے اور جتنے زیادہ عرصہ رنگنے والی چیز گرم پانی میں رہے گی اتنا ہی گاڑھا رنگ ہوتا جائیگا۔

(۲) جس چیز کو رنگ دینا مطلوب ہو اُسے گرم پانی میں ڈالنے سے پیشتر ایک گھنٹہ تک ٹھنڈے پانی میں بھیگا رہنے دو۔ (۳) رنگنے والی چیز کو لگاتار جوش دینے کی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ اسے ایک دفعہ درجۂ جوش تک پہنچا کر پھر دھیمی آگ پر گرم پانی میں رہنے دیا جائے۔

(۴) رنگنے والی چیز کو رنگ والی کڑاہی میں ڈالنے سے پیشتر دو گیلن پانی اور چار آونس پھٹکڑی کے مرکب میں دو گھنٹوں تک بھیگی رہنے دیں۔ پھر اسے اچھی طرح سے نچوڑ کر رنگ میں ڈال دیں۔ (۵) مختلف درختوں کی چھال۔ جڑی بوٹیاں اور سبزیاں استعمال کرکے تجربہ کیا جائے۔ کہ قدرت کی امداد سے بہترین رنگ کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

چٹائیاں اور ٹوکریاں بنانے کے لئے مختلف ٹانکے اور جوڑ

آسان گھنڈی ٹانکا:۔ ٹوکری کے مرکز کے لئے ایک بٹن کی شکل جیسی گھنڈی بناؤ۔ جس کے متعلق گذشتہ مضمون میں بتایا جا چکا ہے۔ گھنڈی دار ٹانکا بنانے کے لئے سوئی کو اگلی

طرف سے ڈال کر بٹن جیسی گھنڈی کی آخری قطار کے نیچے سے گزارو۔ جیسا کہ سلائی میں کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوہرے ٹانکے لگاؤ۔ گذشتہ قطار کے سرے کو ہر ایک ٹانکے کے وقت پکڑلو۔ گذشتہ قطار کے ٹانکے سے اگلی قطار کا ٹانکا بائیں طرف لگانا چاہئے۔ اگر ٹانکے ہموار لگائے جائیں تو ٹانکوں کے درمیان تھوڑا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ جو کہ دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔

گانٹھ ٹانکا

یہ ٹانکا ہوبہو Lazy stitch کی مانند ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ گھنڈی بناتے وقت تیلیوں یا سرکنڈے کو اپنی طرف گھمانا زیادہ اچھا اور آسان ہے۔ جس ٹانکے نے دونوں قطاروں کو اکٹھا باندھ دیا ہے اس ٹانکے کے بائیں طرف نئی اور پرانی قطاروں کے درمیان سوئی رکھی جائے۔ سوئی اس ٹانکے کے اوپر سے ہو کر دہنی طرف جاتی ہے اور دونوں قطاروں کے بیچ میں سے ہو کر دہنی طرف سے ہوتی ہوئی اوپر جاتی ہے۔ پھر کلاس سیٹچ کی پچھلی طرف سے ہو کر اوپر کی قطار کے اوپر سے گذاری جاتی ہے۔

Lazy stitch یا آٹھ ٹانکوں کا طریقہ بھی اسی طرح کا ہے۔

جوڑیا ٹانکا بنانے کا طریقہ: گیہوں کی تیلیوں یا سرکنڈے جس سے ٹوکری بنانی مطلوب ہو۔ آپ موٹے ناکے والی سوئی میں پرو کر سے مرکزی بٹن کے درمیان میں اوپر کی طرف سے گزارو۔ پھر بیرونی قطار کے اوپر سے لاؤ۔ پھر بٹن اور بیرونی قطار کے درمیان میں سے واپس لے جاؤ۔ اس دفعہ سوئی بٹن کے مرکز میں سے اوپر آئیگی۔ یہ عمل کرتے جاؤ حتّٰی کہ تم وہاں پہنچ جاؤ۔ جہاں سے شروع کیا تھا۔ پھر بٹن میں سے گزار کر سوئی اوپر نہ لاؤ۔ بلکہ دونوں قطاروں کا درمیانی ٹانکا لے کر تمام قطاروں کے گرداگرد مندرجہ بالا عمل کرتے رہو۔

HOPI STITCH

جب بٹن بن کر تیار ہو جاتا ہے تب بُننے والا سُوئی کو بٹن کے گرد سے لاکر اُس چنے کے اُوپر کے سرے کے بیچ میں سے گزارتا ہے جس کو بٹن پر لپیٹا ہوا ہوتا ہے۔ پھر وہ کو کھینچ کر کس دیا جاتا ہے۔ پھر سرکنڈے یا تیلیوں کو اردگرد لپیٹ کر بٹن کے سرے سے گزار کر کس دیا جاتا ہے۔ یہ عمل جاری رہتا ہے۔ حتّٰی کہ چٹائی مکمل ہو جاتی ہے

WEST AFRICAN STITCH

یہ طریقہ زیادہ پیچیدہ ہے۔ لیکن زیادہ خوبصورت چٹائی یا ٹوکری بنتی ہے۔

بنانے کا طریقہ:۔ بٹن کی سامنے کی طرف سے پیچھے کی طرف سُوئی گزار کر کھینچ لو پھر آگے سے لیکر پیچھے تک تیلیوں کو گرداگرد باندھ دو۔ پھر سوئی کو اُسی سوراخ میں ڈالو۔ اور ایک ہی جگہ دو ٹانکے بناؤ اور اس شکل (V) کا ٹانکا بناؤ۔ اس طرح اگر پہلی قطار کے ٹانکے کے دائیں طرف اگلی قطار کا ٹانکا بنایا جائے اور اگلا ٹانکا پچھلی قطار کے ٹانکے کے بائیں طرف۔ لیکن دونوں ٹانکے ایک ہی سوراخ میں ہوں تو (V) شکل بن جاتی ہے۔

اگر سوئی میں سے دھاگا ختم ہو جائے۔ تو نیا دھاگا ڈالنے کے لئے مندرجہ ذیل عمل کرو:۔

ختم شدہ دھاگے کے سرے کو ٹوکری کے آخری پھیر کے سرے پر رکھو۔ نئے دھاگے کا سرا بھی جو کہ سُوئی میں سے پرو دیا گیا ہے۔ پرانے دھاگے کے سرے کے نزدیک ہی رکھو۔ اب سوئی کو بیچ میں سے گزار کر دونوں سروں کو اچھی طرح سے دبا دو۔

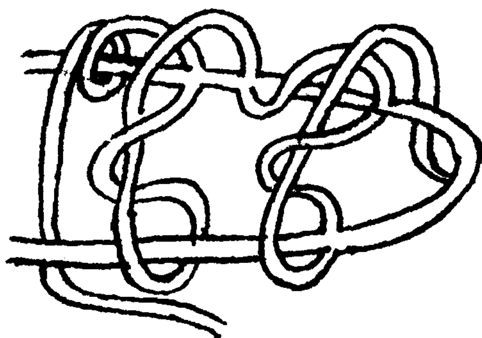
(او۔ ای۔ نکلسن صاحبہ)

Method of Making Stitches used in Making Mats and Baskets from Leaves -Fibre and Grasses.

Simple Coil Stitch



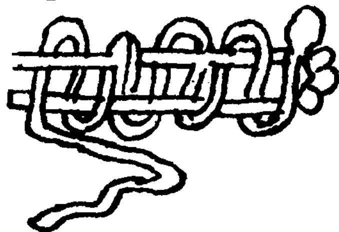
Knot Stitch



Lazy Stitch



Figure 8 Stitch



Hopi Stitch



West African Stitch





موگا اخبار

برائے مدرسین

تعلیم جدید کا واحد علمبردار

جلد ۲۲ | ستمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۶

مدیرانِ معاون:
مسٹر محمد دین ثاقب ایم۔ اے، ڈی آئی آف سکولز سیالکوٹ
میاں عبدالعزیز بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ٹریننگ سکول موگا
مسٹر سید محمد ایم۔ اے ڈی پٹنہ

مترجم:۔ خوشحال چند پریم بی۔ اے، ڈپلومہ اِن لائبریری سائنس

لکھنا سکھانے کا طریقہ

(یہ قسط انگریزی موگا جرنل کے ماہ مارچ میں شائع ہوئی تھی)

لکھائی کے لئے محرک

کھیل کا طریقہ اب ایک نہایت اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب طلباء لکھائی کی مختلف منازل (جن کا ذکر گذشتہ قسطوں میں کیا جا چکا ہے) میں مشغول ہوں تو استاد ان کی دلچسپی اور توجہ کو بہترین طور پر قائم رکھنے کے لئے کیا کچھ کرے؟ یہ سوال واقعی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جب تک طالب علم اپنی پوری پوری توجہ کام کی طرف نہیں رکھتا تب تک لکھائی کی زیادہ سے زیادہ مشق اور گذشتہ اسباق کا اعادہ کرنا بالکل فضول اور بے فائدہ ہے۔ طالب علم تب ہی اپنی توجہ سے کام لیگا جبکہ اس میں جو وہ لکھ رہا ہے گہری دلچسپی رکھتا ہو۔ پہلے پہل جبکہ طلباء کو لکھائی کے متعلق ابتدائی اسباق دئے جا رہے ہوں تاکہ اُن کی دستی حرکات میں روانی پیدا کی جائے۔ اس وقت کھیل کے ذریعے اُن میں دلچسپی پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ مثلاً (۱) لکھائی کی مختلف حرکات کو ظاہر کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے گیت تیار کئے جائیں۔ اور اُن حرکات کو ادا کرتے ہوئے اِن گیتوں کا استعمال کیا جا سکتا ہے یا (۲) اُستاد ایک دو ایک دو ایک دو گنتا جائے اور طلباء اس آواز کے ساتھ تحریری حرکات ملا کر لکھتے جائیں اور اس سُر میں خوشی محسوس کریں (۳) طلباء خوبصورت اشکال اور تصاویر بنانے میں بھی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ لہذا شروع شروع میں لکھائی کے کام میں اس پر زور دیا جا سکتا ہے۔

(۴) بچے وہ اشیا بنانا پسند کرتے ہیں۔ جن کا کوئی فائدہ ہو اور استعمال کی جا سکیں۔ لہذا اُن سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ جماعت کے کئے ہوئے کام کی نمائش کی جائیگی۔ اس لئے وہ ہر ایک چیز کا نام کاغذ کے ٹکڑے پر خوبصورت لکھکر اُس چیز پر چپکا دیں نیز کمرے میں جو سامان ہے اُس پر بھی اُن اشیاء کے ناموں کے لیبل اسی طرح چپکائے جا سکتے ہیں۔ اسی اصول کو بچوں کے اپنے اپنے نام لکھنے۔ کھیلوں کے نمبر لگانے۔ نیچر سٹڈی کیلنڈر بنانے۔ کرسمس کارڈ، ٹکٹ۔ دعوتی کارڈ اور تجاویز وغیرہ تیار کرنے میں برتا جا سکتا ہے۔

(۵) طلباء کو ایک ہی قسم کی مشق زیادہ دیر تک نہیں کرانی چاہیئے۔ اس طرح وہ اُکتا جاتے ہیں۔ اگر مزید مشق کی ضرورت ہو تو دوبارہ پچھلے سبق کی مشق کی جا سکتی ہے۔

(۶) لکھائی کی گھنٹی زیادہ لمبی نہیں ہونی چاہیئے۔ ۱۰ یا ۱۲ منٹوں سے زیادہ دیر تک ایک وقت میں لکھائی نہیں کرانی چاہیئے۔ کیونکہ لمبی گھنٹی میں طلباء تھک جاتے ہیں۔ اور اُن کی دلچسپی کافور ہو جاتی ہے۔ اگر ضرورت ہو تو ایک دن میں دو چھوٹی گھنٹیاں کافی وقفے کے بعد لکھائی پر صرف کی جائیں بہ نسبت اس کے کہ ایک ہی وقت میں لمبا پیریڈ اس کام پر صرف کیا جائے۔

(۷) جہاں تک ہو سکے لکھائی کا سب کام طلباء کی روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہو۔ بچوں سے آزادانہ طور پر بات چیت کر کے یہ معلوم کرو۔ کہ وہ کونسی بات سوچ رہے ہیں۔ اور سکول ٹائم کے بعد کیا کام کرتے ہیں۔ اور ان دلچسپیوں کو اُن کی لکھائی کا محرک بنایا جائے۔ اس طرح وہ بجائے محض حروف تہجی لکھنے کے چھوٹے چھوٹے الفاظ اور جملے لکھیں گے۔ بہر حال بچے کے لئے یہ کام مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ بچہ جس آسانی سے ایک حرف کا تصور اپنے دماغ میں بٹھا سکتا

ہے اُسی آسانی سے وُہ ایک چھوٹے لفظ کا تصور بھی کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسے حروف کو الفاظ کی صورت میں لکھنے سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ کیونکہ حروف اسی صورت میں عموماً لکھے جاتے ہیں۔ حروف کا جُدا جُدا سیکھنا بہت کم واقع ہوتا ہے۔

لکھائی کے لئے مزید محرّک جُوں جُوں طلباء لکھائی کے کام میں ترقی کرتے جاتے ہیں، اُن میں زیادہ شوق اور دلچسپی بڑھانے کے لئے اور طریقے بھی استعمال کئے جائیں۔ مثلاً مختلف کارخانوں کے مالکان کو خط لکھے جائیں اور جماعت کے استعمال کے لئے اُن سے چند اشیاء منگوائی جائیں یا واقفیت کے لئے فہرست اشیاء منگوائی جائے یا اپنی جماعت کا کام دکھانے کے لئے دوسری جماعت کے طلباء یا اپنے والدین کو دعوت نامے لکھے جائیں۔ بچوں کی لکھائی کی نمائش کا دن مقرر کیا جائے۔ تمام جماعت یا مقررہ کمیٹی اس بات پر ووٹ دے۔ کہ کونسے لکھے ہوئے کاغذات کی نمائش کی جائے۔ طلباء کی لکھائی کے نمونہ جات بحفاظت رکھنے کے لئے فولڈر تیار کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں اِن نمونہ جات کو حاشیہ بندی کر کے رکھا جا سکتا ہے۔ جو بچے سال بھر لکھائی میں زیادہ ترقی کریں۔ ان کو سرٹیفکیٹ عطا کئے جائیں۔ جماعت کا ایک سیکشن دوسرے سیکشن کو چیلنج دے کہ وقت مقررہ کے اندر اندر لکھائی میں کون زیادہ ترقی کر سکتا ہے۔ طلباء کی مدد کی جائے۔ کہ وُہ اپنی مشکلات اور خامیوں پر عبور حاصل کر سکیں۔ اور اس طرح سے اپنی لکھائی کے معیار، رفتار اور حروف کی بناوٹ کو بہتر کر سکیں۔ اور اپنی جماعت یا دیگر سکولوں کے ہم جماعتیوں کے اوسط معیار تک پہنچنے کی سعی کریں۔ پراجیکٹ کی کاپیاں تیار کرنے میں اُن کی دلچسپی پیدا کی جائے۔ اِن کاپیوں میں بچے اپنے یا اپنی جماعت کے کئے ہوئے کام کی روئداد رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ان کی دلچسپی چھوٹی چھوٹی کتابوں کے

بنانے میں بھی پیدا کی جاسکتی ہے۔ ان کتابوں میں وہ اپنی پڑھی ہوئی کہانیوں کو بذریعہ اشکال ظاہر کرسکتے ہیں۔ تمام تمدنی اور سماجی حالات کا فائدہ اٹھایا جائے۔

اس طرح کرنے سے بچے سماجی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے حتی الوسع بہترین کام کرنے کی کوشش کرینگے۔ کلاس روم کے باہر ایک بلیٹن بورڈ لٹکا رہنا چاہئے۔ جس پر طلباء تصاویر چپکا کر ان کے متعلق مختصر بیان لکھیں یا جماعت کی طرف سے ایک روزانہ یا ہفتہ وار اخبار نکالا جائے۔ جس میں زیادہ تر طلباء کے لکھے ہوئے مضامین درج ہوں۔

ایک ہونہار اور قابل استاد اور بہت سی ایسی تجاویز سوچ سکتا ہے جن کی مدد سے طلباء میں لکھائی کی ضرورت اور اہمیت کا احساس پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اگر استاد طلباء میں اپنے کام اور تجربات کا ریکارڈ رکھنے۔ دوسرے شہروں میں بسنے والے دوستوں اور رشتہ داروں سے خط وکتابت کرنے۔ لکھائی میں اپنی مشکلات پر خود عبور حاصل کرنے اور اپنے کام میں ترقی کرنے کا جذبہ اور شوق پیدا کر دے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں طلباء میں لکھائی کی ضرورت اور اس کو بہترین صورت میں کرنے کا احساس پیدا کر دے تو سمجھو کہ استاد کا کام آدھے سے زیادہ ختم ہو گیا۔

جب طلباء لکھائی کے فن کی قدر وقیمت کو سمجھ لیں گے اور یہ محسوس کرینگے، کہ لکھائی کے ذریعے ہی وہ اپنی ضروریات اور دلچسپیات دوسروں پر ظاہر کرسکتے ہیں۔ تو وہ اس کو سیکھنے میں اپنی بہترین کوشش صرف کرینگے اور اسے اچھی طرح سرانجام دینگے۔

استاد کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئے اور فرداً فرداً ہر ایک طالبعلم کی ضرورت کو دیکھنا چاہئے یا جماعت کے پراجیکٹ کے تعلق میں موقع تلاش

کرنا چاہیئے تاکہ عین اُسی موقع پر ہی وہی مناسب چیز لکھائی جا سکے۔ مثال کے طور پر "دیہاتی گھر" پراجیکٹ کے تعلق میں لکھائی کے مندرجہ ذیل مواقع ہو سکتے ہیں۔ اشیاء پر چیزوں کے نام کے لیبل چپکانا۔ طلباء جماعت کے نام لکھنا تجاویز بنانا۔ منہ سے لکھنا۔ ریکارڈ اور حساب کتاب رکھنا، آرڈر لکھنا۔ خطوط اور دعوت نامے لکھنا۔ گھر کے مختلف حصّوں کے ناموں کی فہرست تیار کرنا۔ اور گھر کے اندر کی اشیاء کے نام لکھنا وغیرہ وغیرہ۔

کھیلوں اور مشاغل کے ذریعے بھی بچّوں کا شوق لکھائی میں بڑھایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ دلچسپی بڑھانے کا یہ طریقہ مندرجہ بالا طریقوں سے بہتر نہیں ہے کیونکہ اکثر اوقات ایسی دلچسپیاں مضمون سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتیں۔ بہر حال ایسے وسائل اُس وقت جبکہ لکھائی میں دلچسپی کچھ کم نظر آنے لگے مفید محرّک ثابت ہونگے۔

(یہ قسط انگریزی جرنل کے ماہ اپریل ۶۲ء میں شائع ہوئی تھی)

لکھائی کی کھیلیں

لکھائی کے کام میں کھیلیں بطور محرّکات

(۱) کلاس کو مختلف گروپوں میں تقسیم کرو۔ تمام گروپ باری باری بلیک بورڈ کے پاس جاتے ہیں۔ اور ہر ایک لڑکا دئے ہوئے لفظ۔ حرف یا جملے کو چار دفعہ اپنی بہترین کوشش اور خوشخطی سے لکھتا ہے۔ پھر وہ اپنی چاروں کوششوں کا جائزہ لیکر ایک حرف، جملے یا لفظ کو جو کہ اُس نے سب سے اچھا لکھا ہو رہنے دیتا ہے۔ اور باقی تینوں کو مٹا دیتا ہے۔ اِس گروپ کے طلباء جانچ پڑتال کرکے یہ معلوم کرنے کی کوشش

کرتے ہیں۔ کہ اُن کے گروپ کی سب سے اچھی لکھائی کونسی تھی۔ لہذا سوائے اس چنے ہُوئے حرف۔ لفظ یا جملے کے باقی سب مٹا دئے جاتے ہیں۔ اسی طرح دیگر گروپوں کے طلباء بھی اچھی سے اچھی لکھائی لکھتے ہیں اور پھر لکھائی کا بہترین نمونہ چُنتے ہیں۔ اس طرح ہر ایک گروپ کا ایک ایک نمونہ منتخب کرکے تمام جماعت ان کا لکھائی کے معیار کے پیمانے سے مقابلہ کرکے فیصلہ کرتی ہے کہ سب سے اچھی لکھائی کونسی ہے۔ اس کھیل میں ذہنی تصور قائم کرنے۔ آزادانہ بازُو کی حرکات کرنے۔ بہترین طور پر لکھنے اور اپنے لکھے ہُوئے اور دوسرے لڑکوں کے لکھے ہُوئے نمونوں کا جائزہ لینے اور جانچ پڑتال کرنے وغیرہ وغیرہ باتوں پر زور دیا گیا ہے

(۲) چار یا چھ طلباء کاغذ پر لکھا ہوا حرف، لفظ یا جملہ ہاتھ میں پکڑ کر جماعت کے رُوبرُو کھڑے ہو جائیں (یا یہی کارڈ تختۂ سیاہ کے نچلے کنارے پر رکھ دئے جائیں) ان میں سے ایک کارڈ غائب کر دیا جاتا ہے۔ جس پر لکھے ہوئے کو طلباء زمین۔ ریت یا سلیٹ پر لکھتے ہیں۔ اس کے بعد طلباء اس لکھائی کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔

(۳) اُستاد یا جماعت سے چنا ہوا کوئی لڑکا ہوا میں کوئی حرف یا لفظ لکھے اور تمام جماعت دیکھتی رہے۔ پھر جماعت کے باقی طلباء ہوا میں وہی حرف یا لفظ لکھیں جو وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اُستاد یا اس لڑکے کو لکھتے دیکھا ہے

(۴) تختۂ سیاہ پر ایک دائرہ بنا کر اس کے چھوٹے چھوٹے حصے کر دو۔ پھر ان حصوں میں حروف۔ الفاظ یا جملے لکھو۔ اُستاد یا چنا ہوا طالب علم کسی ایک لفظ کی طرف اشارہ کرے۔ جماعت کے تمام طلباء فوراً اپنا منہ تختۂ سیاہ سے پرے موڑ لیں۔ (۱) اس لفظ کو لکھنے کی کوشش کریں۔ باری باری ہر ایک

طالب علم آنکھیں بند کرکے اپنا ہاتھ دائرے پر پھیرے اور ایک لفظ چن لے۔ پھر وہ اس لفظ کو اپنے گروپ کے لئے لکھے۔ پھر دوسری طرف سے ایک لڑکا آنکھیں بند کرکے کسی لفظ کی طرف اشارہ کرے اور لکھے علیٰ ہذا لقیاس۔

(۵) ریلے ریس (Relay Race) جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کردو۔ پہلے گروپ کا پہلا لڑکا چاک ہاتھ میں لے کر تختۂ سیاہ کے پاس آئے اور پہلا لفظ جتنی جلدی ہو سکے خوشخط کرکے لکھے۔ دوسرے لڑکے بھی باری باری تختۂ سیاہ کے پاس جائیں اور (جونہی ایک لڑکا لفظ لکھکر واپس آئے وہ فوراً اپنا چاک اپنے دوسرے ساتھی کے ہاتھ میں دے دیوے) مقررشدہ الفاظ لکھیں یا جملے کو پورا کریں۔ آخر میں نتائج کی جانچ پڑتال ہو اور یہ معلوم کیا جائے کہ کس گروپ نے سب سے بہتر اور جلدی کام ختم کیا ہے۔

(۶) الفاظ کے بہت سے کارڈ بنا کر ایک ڈھیر میں رکھ دو۔ جماعت میں سے ہر ایک لڑکا باری باری ڈھیر کے پاس آئے اور ایک کارڈ منتخب کرکے جماعت کو دکھائے اور بعد ازاں اُسے استاد کو دے کر خود تختۂ سیاہ پر وہی لفظ خوشخط کرکے لکھے۔ کارڈوں کے اسی ڈھیر سے ایک اور کھیل کھیلی جا سکتی ہے یعنی اُستاد کسی لفظ کا کارڈ اُٹھا کر جماعت کو دکھائے۔ دکھانے کے فوراً بعد چھپا لے۔ پھر جماعت کے تمام لڑکے اُس لفظ کو اپنی اپنی جگہ پر بیٹھکر تختیوں یا سلیٹوں پر لکھیں۔

(۷) أ۔ ہر ایک لڑکا سامنے آکر اپنی حسب منشا کوئی لفظ تختۂ سیاہ پر لکھے۔ ب۔ جماعت کے طلبا پھر ایک قدم داہنی طرف ہو جائیں اور کوئی ایسا لفظ لکھنے کی کوشش کریں جو کہ پہلے لکھے ہوئے لفظ کے معنوں کو جاری رکھ سکے۔ ج۔ طلبا پھر ایک قدم داہنی طرف ہٹ جائیں اور اس عمل

کو جاری رکھا جائے۔

(۸) الفاظ اور جملے بنانا:۔ حروف کے بہت سے کارڈ تیار کرلو۔ تین یا چار حروف کارڈ سیدھے کرکے رکھدیئے جائیں اور باقی کارڈ ڈھیر میں پڑے رہنے دیں۔ ایک لڑکا سامنے آئے اور ڈھیر میں سے ایک اور کارڈ اٹھائے۔ اگر وہ اس کارڈ اور پہلے رکھے ہوئے کارڈوں کے حروف سے کوئی لفظ بنا سکتا ہے تو بنائے۔ اور حروف کو مناسب ترتیب میں رکھدے اور تختۂ سیاہ پر بھی لکھدے۔ اگر کوئی لفظ یا جملہ نہ بن سکے تو یہ نکالا ہُوا کارڈ دوسرے کے ساتھ سیدھا کرکے رکھدیا جاتا ہے۔ ہر ایک طالب علم جتنے لفظ بنانے میں کامیاب ہو جائے اُن کا باقاعدہ ریکارڈ رکھئے۔ (اسی طریقے سے الفاظ کے کارڈوں سے جملے بن سکتے ہیں)

(۹) الفاظ میں چھوڑے ہُوئے حروف کو پُر کرنا یا جملوں میں چھوڑے ہُوئے الفاظ کو بہم پہنچا کر مکمل جملے بنانا۔ اس طرح معلوم ہو جائیگا کہ کونسا طالب علم سب سے جلدی مکمل لفظ یا جملے کو لکھ سکتا ہے۔ مثلاً انگریزی میں ea — ma یا hill — A boy — on a — گھو — ا موہن — برس — تھا

(۱۰) میز پر رکھی ہوئی چند اشیاء آدھ منٹ کے لئے طلباء کو دکھاؤ اور پھر ڈھانپ کر طلباء سے کہو۔ کہ جتنی چیزوں کے نام لکھ سکتے ہیں لکھیں یا بچوں سے یہ کہو۔ کہ انہوں نے گھر سے سکول آتے وقت جتنی اشیاء راستے میں دیکھی ہیں اُن کے نام لکھو۔

(۱۱) اُستاد حروف تہجی میں سے کوئی ایک حرف چُن لے اور پھر بچوں سے کہے کہ وُہ ایسے الفاظ لکھیں جو اُس حرف سے شروع ہوتے ہوں اور یہ الفاظ مقررہ وقت کے اندر ہی لکھے جائیں۔ لڑکوں میں اس بات کا مقابلہ ہوگا۔ کہ کون

زیادہ سے زیادہ الفاظ سوچ کر خوشخط کرکے لکھ سکتا ہے۔ جغرافیہ پڑھاتے وقت بھی اُستاد اِسی قسم کا کھیل کھلا سکتا ہے۔ اُستاد کوئی حرف مقرر کرے اور طلباء سے کہے کہ وہ ایسے شہروں کے نام لکھیں جو فلاں حرف سے شروع ہوتے ہوں۔

(۱۲) تختۂ سیاہ پر کوئی آسان سیدھی آواز کا لفظ لکھو مثلاً آل (ala) تختۂ سیاہ پر ایک گول گتا مرکز میں کیل ٹھونک کر لگا دو۔ جو کہ گھوم سکے۔ اس گتے کے محیط پر b، h، s، m، d، j، l، n، ch، g وغیرہ یا ب۔ ح۔ س۔ م۔ د۔ ج۔ ل۔ ن۔ چ۔ گ وغیرہ لکھو۔ اب باری باری طلباء تختۂ سیاہ کے نزدیک آئیں اور گتے کو گھمائیں۔ جب گول گتا گھومتا گھومتا ٹھیر جائیگا تو کوئی نہ کوئی حرف اس دی ہوئی آواز "ala" کے سامنے ضرور آئیگا۔ طالب علم اسی وقت اس حرف کو آل کے ساتھ ملا کر جوڑ کرے اور پورا لفظ بول دے اور اس کا مطلب بتائے۔ پھر وہ اسے تختۂ سیاہ پر لکھے اور اس طرح اپنے گروپ کے لئے ایک نمبر حاصل کرے۔ اس کھیل میں الفاظ لال۔ بال۔ حال۔ چال۔ جال۔ پال یا رومن اردو میں lal، bal، hal، chal، gal - pal بن جائینگے۔ اسی طرح آل کو لکھنے کی بہت سی مشق ہو جائیگی۔ اور بہت سے ابتدائی حروف لکھنے کی بھی مشق ہو جائیگی۔ آل کی بجائے اور کوئی آواز لکھکر بھی مزید مشق کی جا سکتی ہے۔

(۱۳) دو گروپوں میں سے ایک گروپ کا کوئی طالب علم کہے "میں ایک لفظ کے متعلق سوچ رہا ہوں جس کی آواز "کام" سے ملتی جلتی ہے۔ اور یہ چیز کھانے میں اچھی ہے۔ اگر دوسری پارٹی میں سے کوئی لڑکا "آم" بوجھ لے تو وہ اس لفظ کو تختۂ سیاہ پر لکھے۔ اگر کوئی نہ بوجھ سکے تو سوال کرنے والا لڑکا

اپنے گروپ کے لئے اسے تختۂ سیاہ پر لکھ دے۔ باری باری ہر ایک گروپ کا ایک لڑکا کھڑا ہو کر لفظ سوچے اور اس کا اعلان کرے اور دوسرے گروپ کے لڑکے بتائیں، کہ کونسا لفظ سوچا ہے۔

(۱۴) بعض طلباء چیزوں کی فہرست لکھنی پسند کرتے ہیں مثلاً رنگ۔ جانور۔ پھول، پھل، کھلونے سکول کا فرنیچر و دیگر سامان وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک طالب علم کے پاس ایک چھوٹی سی نوٹ بک ہو۔ جس میں وہ ان مختلف اشیاء کی فہرستیں بنائے اور بذریعہ اشکال فہرست میں دی ہوئی اشیاء کو ظاہر کرے۔

(۱۵) طلباء کھڑے ہو کر اپنے سروں کو جھکائیں۔ جب وہ اس طرح جھکے ہوئے ہوں، تو استاد ہر ایک کے سامنے ایک لفظ یا جملے کا کارڈ کر دے۔ استاد کے سیٹی بجانے پر ہر ایک طالب علم آنکھیں کھول کر اپنے سامنے پڑے ہوئے کارڈ کو دیکھے۔ پھر اسے اُلٹا کر کے رکھ دے اور نیچے منہ کر کے اُس لفظ یا جملے کو زمین پر انگلی سے لکھے۔ اسی قسم کی لکھائی کا بعد ازاں سٹینڈرڈ سکیل کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔

(۱۶) **ڈاک خانے کا کھیل**:۔ طلبا مختصر سے پیغامات اپنے جماعتیوں یا استاد کے نام بطور خط لکھ کر سرنامہ لکھیں ان پر ایک لڑکا ڈاکیا بن جائے وہ تمام طلباء کے لکھے ہوئے خطوط اکٹھے کرے اور جس جس کے نام خط ہو۔ اُسے بانٹے۔ اِن خطوط کے جوابات لکھنے کا موقعہ بھی طلباء کو دینا چاہئے جس لڑکے کو خط ملے وہ اس خط کی لکھائی کی جانچ پڑتال کرے یا تمام جماعت اس خط کی جانچ پڑتال کرے، کہ لکھائی کیسی ہے۔

(۱۷) **خوشخطی کا ہفتہ منایا جائے**:۔ لکھائی میں طلباء کا شوق بڑھانے

کے لئے ایک اور تجویز کارآمد ہوگی یعنی خوشخطی میں ترقی حاصل کرنے کے لئے ایک ہفتے کا عرصہ مقرر کیا جائے۔ اس ہفتے میں طلباء اور استاد کی تمام تر توجہ اور کوششیں خوشخطی بڑھانے کی طرف ہونی چاہئیں۔ ہفتہ ختم ہونے پر لکھائی میں ہر ایک طالب علم نے جتنی ترقی کی ہو اس کا اندازہ کیا جائے۔ اس کام میں زیادہ تر ترقی کا انحصار استاد کے شوق، اس کی کھیلوں میں دلچسپی اور طلباء کے مشق کرنے پر ہوگا۔

لکھائی کا دیگر مضامین کے ساتھ ربط

سکول کے تمام کام میں اچھی لکھائی پر زور دیا جائے سکول کی زیادہ تر جماعتوں میں لکھائی کی مشق کے لئے تھوڑا وقت وقف کیا جاتا ہے۔ جبکہ نصاب کے دیگر مضامین کے تعلق میں لکھائی کا کام زیادہ عرصہ تک کرنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ لکھائی کی موزوں عادات ڈالی جائیں نہ صرف لکھائی کی گھنٹی کے لئے بلکہ ہر مضمون کے تعلق میں جو لکھائی کی جاتی ہے۔ اگر طلباء لکھائی کی گھنٹی میں نہایت نفیس اور خوشخط کرکے لکھیں لیکن دیگر مضمونوں کی گھنٹی میں بھدا ٹیڑھا اور دھبے دار لکھائی کا کام کریں۔ تو اس سے کچھ فائدہ نہیں، اعداد و شمار سے پتہ لگتا ہے۔ کہ پرائمری جماعتوں کو عبور کر لینے کے بعد طلباء کی رفتار تحریر تو بڑھ جاتی ہے۔ لیکن خوشخطی اور نفاست میں تنزل واقع ہونے لگتی ہے۔ اس دوہری ناکامی کو روکنے کے لئے (اول جو کچھ سیکھا گیا ہے اس پر عمل کرنے میں ناکامی۔ دوم۔ ترقی کو جاری رکھنے میں ناکامی) استادوں کو چاہئے کہ وہ لکھائی کی گھنٹی میں طلباء کو مندرجہ ذیل کاموں میں عمدہ لکھائی کی مشق کرائیں۔ حساب کے

سوالوں کو خوشخط اور ترتیب سے لکھنا۔ جواب مضمون لکھنا۔ مطالعہ قدرت کا بیان لکھنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ سکول کے تمام کام میں خوشخطی پر خاص زور دیا جائے اور امتحانی پرچوں میں خوشخطی کے خاص نمبر مقرر کئے جائیں۔ نہ صرف اردو پرچے میں بلکہ حساب۔ تاریخ اور جغرافیے کے پرچہ جات پر نمبر دیتے وقت خوشخطی کے زائد نمبر دیے جائیں۔ اگر کسی لڑکے کے پرچے پر اس لئے تھوڑے نمبر کاٹے جائیں کہ اس کی خوشخطی بہت خراب ہے خواہ اُس کے سارے سوالات درست ہوں یا مضمون میں کوئی لفظ غلط نہ ہو۔ تو آئندہ وہ زیادہ خوشخط لکھنے کی کوشش کریگا۔

لکھائی کا مقابلہ کرواتے وقت طلباء کا وہی کام نہ دکھاؤ جو انہوں نے لکھائی کے پیریڈ میں کیا ہے بلکہ دیگر مضامین کی لکھائی کا کام بھی دکھایا جائے۔ اسی طرح لکھائی کی سکیل کے مطابق اُس کی لکھائی کی نوعیت اور صفائی کے لحاظ سے اس کا درجہ مقرر کرنے کے لئے دوسرے مضامین کے تعلق میں لکھائی کا اندازہ لگایا جائے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے اُستاد کو کوشش کرنی چاہئے۔ کہ طالب علم سکول کے ہر ایک پیریڈ میں اور سکول ٹائیم کے بعد بھی عمدہ لکھنے کی کوشش کرے۔

کمرہ جماعت کے ہر ایک مشغلے کے تعلق میں جب لکھائی کی ضرورت پڑے تو اسے لکھائی کا اصلی سبق سمجھنا چاہئے اور استاد کڑی۔ با احتیاط نگرانی کرے تاکہ طلباء لاپرواہی سے لکھائی کی غلط عادات میں نہ پڑ جائیں۔ اسی طریقے سے ہی طالب علم میں آسانی۔ پھرتی اور صفائی سے لکھنے کی عادت پختہ ہو جائیگی اور آپ کو اس کی اس لکھائی میں جو کہ وہ بغیر اُستاد کی نگرانی کے گھر پر کرتا ہے۔ اور اس لکھائی میں جو وہ اُستاد کی زیر نگرانی لکھائی کے پیریڈ میں کرتا ہے کوئی خاص فرق نظر نہیں آئیگا۔

رفتہ رفتہ استاد صاحبان کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ لکھائی کا دیگر مضامین سے ربط کا مسئلہ اور بھی آسان ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ سپیشل لکھائی کے پیریڈ میں محض چند علامات اور نشانات اور حروف کی ساخت کی مشق پر ہی زور نہ دیں۔ بلکہ لکھائی کی گھنٹی دراصل وہ وقت تصور کیا جائے۔ جبکہ بچے اپنے خیالات کا اظہار بذریعہ تحریر کر رہے ہوں۔ اور وہ باتیں لکھ رہے ہوں جن کا دیگر مضامین سے گہرا تعلق ہو۔ اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ لکھائی کی گھنٹی کے موجودہ طریقوں کو بالکل تبدیل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اکثر اوقات لکھائی کو بذاتِ خود ایک الگ تھلگ چیز سمجھا جاتا ہے۔ اور بہت سے استاد صاحبان یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر طلباء کو کاپی سلیبس دیدی جائیں۔ اور وہ مختلف حروف کی لکھائی کی مشق کرتے رہیں حتیٰ کہ وہ انہیں خوشخط اور صحیح لکھنے کے قابل ہو جائیں۔ تو وہ حقیقی طور پر لکھائی کا کام سیکھ رہے ہیں۔ بہت سے حالات میں طلبا لکھتے نہیں بلکہ ڈرائنگ کرتے ہیں۔ طالب علم جانتا ہے۔ کہ اس کے کام کی جانچ اس کی رفتارِ تحریر اور روانی کے مطابق نہیں کی جائیگی اور نہ ہی اس کا تعلق اس بات سے ہوگا۔ کہ وہ اس کے لئے کیا معنی رکھتی ہے۔ بلکہ سراسر حروف کے سائز۔ بناوٹ اور نفاست کی درستی کے مطابق ہوگی اس لئے وہ آہستہ آہستہ ڈرائنگ کی صورت میں بنا سنوار کر لکھتا ہے۔ بچوں کو اس طرح آہستہ آہستہ بنا سنوار کر لکھتے دیکھکر کوئی بھی خیال کریگا۔ کہ ان کو کاتب بننے کی ٹریننگ اور خوبصورت مستقل دستاویز تیار کرنے کی تربیت دی جا رہی ہے نہ کہ اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے لکھنا سیکھنے کی ٹریننگ جیسا کہ دیگر مضامین میں ہے یہ بات دریافت کرنی چاہیئے۔ کہ جب یہ طلباء (لڑکے اور لڑکیاں) سکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد زندگی میں داخل

ہونگے تو لکھائی کے بارے میں اُن سے کیا مطالبہ کیا جائیگا۔ کیا کوئی کاروباری فرم انہیں محنت ومشقت سے ہر ایک حرف کو آہستہ آہستہ اور نفاست سے لکھنے کی اجازت دیگی یا اس محکمہ کے افسر اپنے کلرکوں سے جلدی، صاف اور آسانانہ طور پر لکھنے کی توقع کرینگے؟ سکول میں بھی جب طلباء چوتھی یا پانچویں جماعت میں پڑھتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ لکھائی کا کام بہت زیادہ ہونے کے سبب انہیں حروف کی ڈرائنگ کرنے اور پچھلی جماعتوں کی طرح آہستہ آہستہ اور احتیاط سے لکھنے کا وقت بہت کم ملتا ہے بلکہ کام کو وقت کے اندر اندر ختم کرنے کے لئے انہیں پھرتی سے لکھنے کی ضرورت ہوگی۔ چونکہ انہوں نے شروع سے آزادی سے اور واضح طور پر لکھنے کی موزوں عادات نہیں ڈالیں لہذا اُن کی لکھائی بہت خراب ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اتنی گندی کہ پڑھی بھی نہیں جاتی۔ اس لحاظ سے ان کی لکھائی کی تمام گذشتہ مشق لکھائی کی حرکات، قطار بندی، حروف کو ترچھا ڈالنا، حروف کی ساخت۔ حروف یا الفاظ کے مطلب کے سلسلے کو قائم رکھنا وغیرہ وغیرہ کے تعلق میں بے فائدہ ثابت ہوئی۔ اگرچہ استعمال شدہ حروف کے سائز اور بناوٹ کا تصور ذہن نشین کرنا بھی ضروری ہے۔

لکھائی کا مقصد:۔ اگر مندرجہ بالا بحث درست ہے اور اگر لکھائی جس طرح کہ آجکل سکھائی جاتی ہے اُکا زندگی کی ضروریات اور اس کے مطالبات سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا تو کیا یہ بات قرین مصلحت نہ ہوگی۔ کہ بچوں کو لکھائی اس طرح سکھائی جائے کہ شروع سے ہی اُن میں لکھائی کی درست عادات پڑ جائیں۔ اس طریق کار سے لکھائی کا کام بچوں کے لئے نہ صرف زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگا بلکہ ہر سال وہ لکھائی کی رفتار، سہولت اور نوعیت

ہیں ترقی کرتے جائینگے حتیٰ کہ وہ اُس معیار پر پہنچ جائینگے جو سوسائٹی اُن سے طلب کرتی ہے۔ لکھائی کے جو اصول اس مضمون میں درج کئے گئے ہیں اُن کے درج کرنے کا بھی یہی مقصد تھا۔ کہ طلبہ میں ایسی عادات پیدا کرنا یا ڈالنا جو کہ انہیں اپنے خیالات کا اظہار واضح طور پر بذریعہ تحریر کرنے کے قابل بنا دیں اور اس تحریر کو صاف طور پر اور پھرتی سے ایسی تحریری حرکات کے ذریعے کریں جن سے انہیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہ ہو اور نہ ہی اعصابی نظام پر بوجھ پڑے"۔

لکھائی کے اہم مقصد کو حاصل کرنیکے لئے اصولوں کا خلاصہ

بنیادی اصول :- (۱) لکھنا سکھانا اُس وقت شروع کرو۔ جبکہ طلباء اس کی ضرورت کو محسوس کرنے لگ جائیں۔

(۲) جزء سے شروع نہ کرو بلکہ کُل کو لیکر شروع کرو۔ مثلاً مشقیں۔ الفاظ، تصویری لکھائی وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزوں کی بچے کو ضرورت ہے اور انہی کا ہی وہ اظہار کرنا چاہتا ہے۔

(۳) اِن کُل (الفاظ اور جملے) کو رفتہ رفتہ آسان سے مشکل بچوں کے سامنے پیش کرو (ا) آسان حرکات (ب) ایک جیسی حرکات۔

(۴) حرف یا لفظ کی حدود کو جانچنے کی ٹریننگ آنکھوں کو دی جائے ... کی بناوٹ کی پہچان کی کافی مشق دو۔

(۵) حروف کا تصور ذہن میں بٹھانے کی کافی مشق دو۔ خیالات کو آزادانہ پر حکومت کرنے دو۔

(۶) شروع شروع میں لکھائی موٹی اور کھلی کھلی ہونی چاہئے۔ جوں جوں طلباء لکھائی کے عمل پر عبور حاصل کرتے جاتے ہیں۔ لکھائی کے سائز ...

آہستہ آہستہ کم کردیا جائے یعنی لکھائی باریک قلم سے کی جائے۔

(۷) لکھائی کے سامان کو بھی بتدریج استعمال میں لانا چاہیئے۔ پہلے انگوٹھے کے ساتھ کی انگلی سے۔ پھر لکڑی سے ریت پر۔ پھر چاک سے تختۂ سیاہ یا سلیٹ پر۔ پھر نرم پنسل سے کاغذ پر اور آخر میں ہولڈر دوات استعمال کی جائے۔

(۸) تحریری حرکات سہل۔ آزادانہ طور پر اور روانی کے ساتھ ہونی چاہئیں۔

(۹) لکھائی کے سبق کو اس کے ترکیبی اجزا میں تقسیم کرکے اس میں روانی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اور بذریعہ گیت ان کا اظہار کیا جائے۔ الفاظ اور حروف کی بناوٹ کو مدِنظر رکھکر گنتی بنائی جائے۔

(۱۰) لکھتے وقت طرزِ نشست۔ قلم کی گرفت اور بازو کی حرکت کے متعلق درست عادات پر زور دو۔ اور اس بات کا بھی خیال رکھو۔ کہ جس جگہ طلبا لکھائی کا کام کررہے ہیں وہاں روشنی کافی ہے۔ اور اگر لیمپ کی روشنی میں کام ہورہا ہے۔ تو بائیں طرف سے روشنی آتی ہے یا نہیں۔ دھندلی روشنی میں بیٹھکر کاپی پر زیادہ جُھک کے لکھنے سے آنکھوں کی بینائی پر بُرا اثر پڑتا ہے

(۱۱) بجائے اس کے کہ کاپی کو دیکھکر اس کی تقلید کی جائے۔ دوسرے کو لکھتے ہُوئے دیکھکر نقل کرنا مفید ہوتا ہے۔

(۱۲) لکھائی کے پیریڈ چھوٹے اور ایک دوسرے سے کافی وقفے پر ہونے چاہئیں۔

(۱۳) سب سے پہلے آزادانہ حرکات پر زور دیا جائے۔ اس کے بعد مناسب ربط پیدا کرنے پر۔ پھر لکھائی کی نوعیت پر۔ پھر رفتار پر۔ اور سب سے آخر میں ان سب باتوں میں ربط پیدا کرنے پر زور دیا جائے۔

(۱۴) رفتار و نوعیتِ تحریر کو مدِنظر رکھکر تدریجی لکھائی کے لئے کوئی معیار استعمال کرو۔ تاکہ لکھائی کی کمزوریوں اور خامیوں کو معلوم کرنے کے لئے اس

کا استعمال کیا جاسکے۔ ہر ایک طالب علم کی تحریری حاصلات اور ترقی کا مستقل ریکارڈ رکھو۔

(۱۵) لکھائی کی رفتار جو کہ شروع شروع میں بہت کم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ سکول کی تمام جماعتوں میں بڑھائی جانی چاہئے تاکہ دئے ہوئے پیمانے کے ساتھ اُس کی مطابقت ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر ایک جماعت کی لکھائی کا معیار اس جماعت کی مطلوبہ رفتارِ تحریر کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو۔ اسی طرح لکھائی کی نوعیت کو بھی آہستہ آہستہ بہتر بنانا چاہئے اور ہر ایک جماعت کے مقررہ معیار کے مطابق اسے لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۱۶) طلباء میں اپنی نکتہ چینی خود کرنے کی صلاحیت کو پیدا کیا جائے۔
(آ) سٹینڈرڈ سکیل کے مطابق اپنی لکھائی کا گریڈ معلوم کرنا۔ (ب) اپنی لکھائی کی تشخیص کرکے اپنی خامی کو معلوم کرنا اور اس خامی کو دور کرنے کے وسائل اور طریقے سوچنا۔

(۱۷) جہاں مشق کی زیادہ ضرورت ہو وہاں زیادہ کوشش کرکے زیادہ وقت صرف کرو۔ جہاں جہاں کمی رہ گئی ہو۔ اس طرف طلباء کی توجہ کو مبذول کرنے اور اس کمی کو دور کرنے کے لئے دلچسپ طریقے سے اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۱۸) ہر ایک طالب علم کی فرق فرق ذہنیت اور طبیعت کا خیال رکھو۔ اور ہر ایک کا شخصی طور پر مطالعہ کرکے اس کی قابلیت اور ضروریات کے مطابقت طریقۂ تعلیم استعمال کرو۔

(۱۹) بہترین نتائج حاصل کرنے کے لئے بچوں میں لکھائی کے لئے زبردست محرک اور دلچسپی پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ طلباء کی جبلیات کا جائز استعمال کرکے ان سے لکھائی [illegible]

سے طلب شدہ معیار تک پہنچنے کے لئے اُن میں صفائی اور پھرتی سے لکھنے کی زبردست خواہش پیدا کرو۔ لکھائی کو بہتر بنانے کے لئے کھیلیں اور دیگر تجاویز استعمال کرو۔

(۲۰) الفاظ اور جملوں کی مشق کرواتے وقت وہی الفاظ اور جملے استعمال کرو۔ جو کہ اس جماعت کے بچے عام طور پر روزانہ زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔ خاصکر وہ جملے اور الفاظ استعمال کرو جو کہ جماعت کے پراجیکٹ اور پڑھائی کے سبق میں آچکے ہوں۔

تمام لکھائی کا تعلق طلباء کی دلچسپیات اور اُن کے مشاغل سے بہت گہرا ہو۔ اُن کی روزانہ زندگی کے واقعات، سماجی معیار اور پیدائشی رجحانات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی جائے۔ ہر ایک جماعت کے سامنے لکھائی کی نوعیت، رفتار، بچے کی طرز نشست، سامان جو استعمال کیا جائیگا طریق جس کی مشق کی جائیگی اور حاصلات کے متعلق خاص مقاصد رکھے جائیں۔

(۲۱) لکھائی کی گھنٹی میں جو مشق کروائی جائے اُس کا تعلق جماعت کے باقی مضامین کی لکھائی سے ہو۔ اور اس بات کی پوری پوری کوشش کی جائے کہ لکھائی کے پیریڈ میں جو مہارت حاصل کی جاتی ہے اُس کا استعمال دیگر مضامین کی لکھائی میں بھی کیا جائے۔ لکھائی کی گھنٹی میں سیکھی ہوئی درست عادات کا فائدہ دیگر مضامین کے لکھائی کے کام میں ضرور اُٹھایا جائے۔

(۲۲) ہر نئی جماعت میں گذشتہ جماعت کے سیکھے ہوئے حروف اور حروف کے جوڑوں کا دلچسپ طور پر اعادہ کروایا جائے۔ نیز رفتار و نوعیت کے معیار کو بڑھاتے ہوئے اُن کی لکھائی کی بڑھتی ہوئی مشکلات کو تبدریج لایا جائے۔

حروف کی درست بناوٹ کو بار بار دُہرایا جائے حتیٰ کہ طلباء ان کو لکھنے کے عادی ہو جائیں اور وہ خود بخود صحیح طور پر لکھنا سیکھ جائیں۔ اس طرح طلباء کی دماغی قواء حروف کی بناوٹ اور خیالات کا اظہار کرنے کے لئے استعمال کی جا سکیں گی۔

(مضمون جاری ہے)

ابتدائی مدارس کے لئے اختراعی مشاغل

ٹوکری سازی

ٹوکری سازی ایک عالمگیر دستکاری ہے۔ ٹوکری سازی اور کوزہ گری دُنیا میں دو سب سے پُرانی دستکاریاں ہیں۔ آجکل کی قسم اور نمونوں کی ٹوکریاں مصر کے دو تین ہزار سال پرانے میناروں اور مقبروں میں سے برآمد ہوئی ہیں۔ انسان کی ضروریات نے ٹوکریاں بنانے کی دستکاری کو ایجاد کیا۔ مختلف علاقوں میں ٹوکریاں بنانے کا جیسا جیسا سامان (مثلاً بید۔ بانس۔ شہتوت کھجور وغیرہ) ملتا ہے۔ اُس سامان کے مطابق ہی نمونوں میں بھی فرق پایا جاتا ہے لیکن تمام مختلف ممالک کی بنی ہوئی ٹوکریوں کی بناوٹ میں کچھ نہ کچھ یکسانیت ضرور پائی جاتی ہے۔ طلباء کی اختراعی اور تخلیقی قواء کے اظہار کے لئے یہ دستکاری مفید اور باعثِ دلچسپی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایک ایسا فن ہے جو کہ تجارتی نقطۂ نگاہ سے بھی فائدہ مند ہے۔ بہت سے ممالک کے سکولوں میں اس فن کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور دستکاری کے نصاب

میں اس کو خاص جگہ دی جاتی ہے۔ بچے اپنی اختراعی قوتوں کی مشق کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کی ہنرمندی اور مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔

ٹوکری سازی کے لئے ضروری سامان کے متعلق لوگوں میں بہت سی غلط فہمیاں رہی ہیں۔ بہت عرصہ تک یہ خیال رہا کہ ٹوکری سازی کی جماعت کے لئے سرکنڈا اور رفیعہ (کھجور کی قسم کا درخت جو مدغاسکر میں پایا جاتا ہے) منگایا جانا چاہیئے۔ ان جگہوں کے سوائے جہاں یہ دونوں چیزیں اگتی ہیں اکثر دوسرے ممالک میں بہت مہنگی بکتی ہیں۔ دلکش اور نفیس ٹوکریاں بنانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان دو چیزوں کو مہیا کیا جائے۔ ہر ایک ملک میں کچھ نہ کچھ چیز ضرور پائی جاتی ہے جس سے ٹوکریاں بنائی جا سکتی ہیں۔ اس مضمون میں ٹوکریاں بنانے کے سامان کی فہرست، اس سامان کو رنگنے کے طریقے اور ٹوکری سازی کے عمل کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں۔ جب آپ اس بات کا فیصلہ کر لینگے کہ کس چیز سے ٹوکریاں بنانی ہیں اور وہ چیز کہاں ملتی ہے تب آپ کو عمدہ ٹوکریاں بنانے کے متعلق ہدایات بتائی جائیں گی۔

انفرادی طور پر پسندیدہ نتائج حاصل کرنے کے لئے استادوں اور طلباء کو اپنے علاقے میں سے ٹوکریاں بنانے کا سامان ڈھونڈ کر تجربہ کرنا چاہیئے۔ تقریباً ہر ایک علاقے میں ذیل کے سامان میں سے کوئی نہ کوئی دستیاب ہو سکتا ہے۔

(۱) لمبی لمبی گھاس یا کاہی (جو کہ اکثر دلدلوں میں پایا جاتا ہے)
(۲) مکئی کا بھوسہ (۳) بانس۔ (۴) کھجور کے درخت کے پتے۔
(۵) ناریل کے درخت کی چھال (۶) ایلوے کے درخت کا ریشہ (۷) صنوبر کے درخت کی سوئیاں (۸) گیہوں کا بھوسہ (۹) جھاڑو بنانے والے تنکے

جگہوں پر جہاں یہ اُگتا ہے۔ کیونکہ یہ مہنگی چیز ہے اور باہر سے منگوانے میں کافی خرچ ہوتا ہے۔

سرکنڈا اور رفیعہ بھی جن ممالک میں ہوتا ہے وہاں ہی استعمال کیا جائے۔ رفیعہ بہت مہنگی چیز ہے۔

درختوں کی چھال اور ٹہنیاں:۔ یہ اُن درختوں سے لائی جائیں جن میں کافی رس ہو۔ درخت پر سے ٹہنیاں اُتارنے کے بعد انہیں پانی میں اُبال لیا جائے۔ یا کم از کم بھاپ دے دی جائے۔ پھر اُن ٹہنیوں کا چھلکا اُتار دینا چاہئے۔

انگور کی بیلیں، پہاڑی فرن اور جڑیں:۔ ان کو جتنے لمبے لمبے ٹکڑوں کی صورت میں اکٹھا کیا جائے اُتنا ہی اچھا ہے۔ پھر ان کو لپیٹ کر دائرے کی شکل میں بنا لو اور چار گھنٹوں تک پانی میں اُبالو۔ اس کے بعد کھردرے کپڑے سے رگڑ کر ان کی چھال اُتار دو۔ اُس کپڑے کو تمام رات پانی میں بھگو چھوڑ دو۔ صبح صاف پانی میں کھنگال کر سوکھنے کے لئے دھوپ میں بچھا دو۔ ہر قسم کی جڑ یا بیل ٹوکری بنانے کے لئے کارآمد ثابت نہیں ہوتی ٹوکری سازی کے کورس میں یہ ایک ضروری حصہ ہے۔ کہ طلباء تجربہ کرکے ٹوکری بنانے کے لئے موزوں اور بہترین سامان تلاش کریں۔

ٹوکری سازی کیلئے سامان کو رنگ کرنا

چونکہ رنگ سازی کا ہنر مشکل ہوتا ہے لہٰذا مبتدیوں کو پہلے پہلے اس کام میں تھوڑی بہت ناکامی کا سامنا کرنا ہوگا۔ مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنے سے شاید بہت سی مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ بند ڈبوں میں

بازاری رنگ کپڑے رنگنے کے لئے ہوتا ہے۔ ٹوکریوں کا سامان رنگنے کے لئے اتنا مفید اور کارآمد نہیں ہوتا۔ جماعت کے طلباء کو قدرت کے رنگوں کا مشاہدہ کرنا چاہئے اور مختلف قسم کی جھاڑیوں کے بیر، بیج، درختوں کی چھالیں اور پھول اکٹھے کر کے اُن سے تجربہ کرنا چاہئے۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ قدرت آپ کو بہت سے رنگ مہیا کر سکتی ہے۔ اگر آپ کے علاقے میں کوئی بوٹی فروخت شخص ہو تو وہ آپ کو سبزیوں، جڑوں، چھالوں اور پھولوں سے نکالے ہوئے رنگ مہیا کر سکتا ہے۔ یا کم از کم ان میں سے رنگ نکالنے کا طریقہ بتا سکتا ہے۔

رنگ چڑھانے سے پیشتر ان چیزوں کو پانی میں اچھی طرح بھگو رکھنا چاہئے۔ جس چیز سے ٹوکری بنائی ہوا سے ۴ اونس پھٹکڑی اور دو گیلن پانی کے مرکب میں دو گھنٹوں تک بھیگا رہنے دو۔ رنگ کے سامان کو علیٰحدہ ۲۰ منٹوں تک اُبالا جائے۔ اس کے بعد گھاس۔ سرکنڈا یا جو چیز پھٹکڑی کے پانی میں بھگو رکھی ہو۔ گرم گرم رنگ میں ڈال دو۔ اور اسے گرم پانی میں اتنی دیر تک سنسنانے دیا جائے۔ اُبلنے نہ دیا جائے حتّٰی کہ حسب منشا رنگ چڑھ جائے۔ جب سامان رنگ میں ہو تو اسے متواتر ہلاتے جاؤ۔

پیاز کے چھلکوں کو کافی پانی میں اُبالنے سے پیلا رنگ حاصل ہوتا ہے اور اگر انہیں تھوڑے پانی میں کافی عرصے تک اُبالا جائے تو براؤن رنگ بن جاتا ہے۔

تانبے کو پانی میں حل کرنے سے نیلا رنگ بن جاتا ہے۔

Cochineal (یہ مردہ کیڑے جو میکسیکو کے ملک میں ملتے ہیں اور جن سے قرمزی رنگ بنایا جاتا ہے) کو تھوڑے یا زیادہ پانی میں اُبالنے سے ہلکے

یا گہرے سُرخ رنگ بن جاتے ہیں۔

جس طرح ملک امریکہ کے اصلی باشندے (Red Indian) قدرت کا مشاہدہ کرکے اپنی ٹوکریوں کے لئے نمونہ جات کا انتخاب کرلیتے ہیں (مثلاً پھلوں، چٹانوں وغیرہ کے نمونے) اسی طرح ہمیں بھی اپنے طلباء میں قدرت کے مشاہدے کا شوق ابھارنا چاہیئے تاکہ وُہ ٹوکریوں کے نمونے حاصل کرنے سامان کو رنگنے اور بیل بوٹے ڈالنے میں قدرت سے مدد حاصل کریں۔ اس طرح انہیں اس دستکاری کی خوبصورتی اور نفاست کا احساس ہوگا۔ ان کی قوتِ مشاہدہ تیز ہوگی۔ آدمیوں کی بنائی ہوئی کتابوں اور اشیاء کو استعمال کرنے کی بجائے قدرت کے ورق اُلٹنے سے ان کی زندگیوں میں تروتازگی آئے گی۔

(او۔ ای نکلسن)

(مسیحی گھر کے سلسلے کی پانچویں قسط)

خاندانوں میں باہمی تفہیم

(Mutual understanding in the Home)

وُہ خاندان جس میں باہمی تفہیم ہوتی ہے بڑے امن چین اور سکون والا خاندان ہوتا ہے۔ جب گھر کا مالک باہر کام کو جاتا ہے اور تھکا ماندہ واپس آتا ہے۔ لیکن اس یقین کے ساتھ کہ اُس کی بیوی اُس کے کام اور مشقت کی قدر کرتی ہے تو وہ بخوشی اِن مشقتوں کو برداشت کرلیتا ہے۔ اور زیادہ کوفت محسوس نہیں کرتا۔ لیکن آدمی کے اندر یہ عام طور پر میلان پایا جاتا ہے۔ کہ وُہ اس بات کو اپنے دل میں جگہ دے لے کہ گھر کا تمام بوجھ اُسی کے

اُوپر ہے اور اس کی بیوی زیادہ کام نہیں کرتی۔ لیکن ہوشمند، سمجھدار اور بیوی کی نبض کو پہچاننے والا مرد جانتا ہے۔ کہ بیوی کی زندگی بھی اکثر محنت اور مشقت میں گذرتی ہے اور اس کے خانہ داری کے کاموں میں بوقلمونی (جو کہ شوہر کو حاصل ہے) نہ ہونے کی وجہ سے اس کی مشکلات میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ جس خاندان میں میاں بیوی کے درمیان باہمی مفاہمت ہوتی ہے وہاں بچے سکون، اطمینان اور محافظت کی فضا میں پروان چڑھتے ہیں۔ اور وہ بچے جو ایسی فضا میں پروان چڑھتے ہیں بڑے ہو کر ایسے شہری بنتے ہیں جو سماجی ذمہ داریوں کو خوب محسوس کرتے ہیں اور جن کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ وہ ہر مزاج اور ہر خیال کے شخص کے ساتھ نبھاؤ کر سکتے ہیں۔

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ گھر پھوٹ اور لڑائی جھگڑے کی جگہ بن جاتی ہے۔ اس افسوسناک حالت کے کئی ایک اسباب ہوتے ہیں:۔

ایک سبب یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ ناخوشگواری اور مصیبت۔ خوشی اور خوش مزاجی کی طرح بہت زیادہ حد تک متعدی (چھوت کی بیماریوں کی طرح) ہوتی ہیں۔ تمام انسان۔ اور اس معاملے میں تو حیوانات بھی اپنی نسل کے دوسرے افراد کی نقل کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور اُن کے اعمال، خیالات اور جذبات کی نقل کرتے ہیں۔ اگر ایک کتا کسی اجنبی کو دیکھکر بھونکتا ہے۔ تو دوسرے کتے بھی بھونکنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ایک ہرن ڈر کر بھاگتا ہے تو گروہ کے سارے ہرن اُس کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیتے ہیں خواہ انہوں نے شکاری یا جنگلی جانور کو جس کو دیکھکر پہلا ہرن بھاگا تھا اپنی آنکھوں سے دیکھا نہ ہو۔

اگر ایک آدمی غصے ہوتا ہے اور غصے کی حالت میں غیر موزوں باتیں کرتا ہے تو عین ممکن ہے۔ کہ اُس کا پڑوسی بھی اُسی طرح برتاؤ کرے۔ گھر میں زیادہ تر جھگڑے اور سخت بول چال کا سبب خاوند یا بیوی کی ناخوشی اور ناکامی ہوتی ہے، اور وہی بدبخت اِس بُری عادت کو اپنی زندگی کے ساتھی میں ڈال دیتا ہے۔ بعض اشخاص اس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ اُن کا دماغ تند اور چڑچڑا ہے۔ اور کہ اُنہیں جلدی غصہ چڑھ جاتا ہے، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ غصے کا جذبہ نسل در نسل اُن کے خاندان میں چلا آتا ہے مجھے اس بات کے ماننے سے انکار نہیں کہ بعض میں غصے اور ڈر کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے اور بعض میں کم پایا جاتا ہے۔ لیکن میں اِس کو بھی حقیقت مانتا ہوں کہ ہمارے زیادہ تر جذبات پیدائش سے وراثت میں نہیں آتے بلکہ ہمارے اِردگرد بسنے والے لوگوں سے اچھوت کی بیماری کی طرح ہمیں لگ جاتے ہیں۔

وہ لوگ جو اپنی غصیلی طبیعت کی ڈینگ مارتے ہیں اس بات کو محسوس کریں گے، کہ اُنہیں اس بُری عادت کے لئے شیخی مارنے کی بجائے شرمسار ہونا چاہئے۔ کیونکہ غصہ انسان کی کمزوری کی نشانی ہے نہ کہ طاقت کی۔ جب کوئی شخص ایک کام کرنا چاہتا ہے، اور وہ اس میں ناکام رہتا ہے تو اُسے غصہ آ جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے، کہ اگر کوئی شخص اپنے سے زبردست اور طاقتور آدمی سے غصے ہو جائے لیکن اُس سے لڑ نہ سکتا ہو۔ تو اس میں اور بھی زیادہ غصے کا اُبال اُٹھتا ہے اور وہ یہ غصہ اُس کمزور بےبس ساتھی پر نکالنے کی کوشش کرتا ہے، جو اُس کے مقابلے میں کھڑا نہ ہو سکے۔

جو مرد گھر میں اپنے بیوی بچوں سے غصے ہوتے ہیں، اگر وہ ایمانداری سے اپنے دل میں اقرار کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ گھر میں اُن کے غصے اور چڑچڑی

طبیعت کا سبب یہ ہے۔ کہ اس دن اپنے دفتر کی ڈیوٹی کے دوران میں وہ اپنے افسران سے جھگڑا کر کے آئے ہیں یا کسی اور شخص سے لڑ کر آئے ہیں۔ جو اُن سے زیادہ زبردست تھا۔ اور جس پر وہ وار کرنے سے عاجز تھے۔

بعض اوقات لوگ اس بات کا یقین کرتے ہیں۔ کہ خاندانوں میں پھوٹ اور غلط فہمیوں کا سبب محبت کی کمی ہے۔ جس گھر میں خاوند بیوی سے محبت نہیں رکھتا۔ یا جہاں بیوی محسوس کرتی ہے کہ خاوند کو اُس سے اُلفت نہیں وہاں دلشکن واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان جھگڑوں کا نتیجہ آپس میں طلاق یا خودکشی تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ان جھگڑوں کا واحد سبب محبت کی کمی ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اکیلی محبت ہی ایسی چیز نہیں جس کی گھر میں ضرورت ہے۔ اقتصادی ضروریات اور تنگدستی سے اکثر ایسی ناخوشی اور تکلیف ہوتی ہے جس کو محض محبت دُور نہیں کر سکتی۔

ایک خاندان کے مالک نے جہاں ہر وقت لڑائی جھگڑے رہتے تھے۔ مجھ سے اپنے تجربے کے متعلق یوں کہا۔ "جب ہمارے گھر میں اشیائے خورد و نوش کی کمی واقع ہوتی ہے۔ تو اس قسم کے جھگڑے لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں"۔ گھر کی مالکہ نے رات کا کھانا تیار کرنا ہوتا ہے۔ گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو وہ پکا کر اپنے خاوند اور بچوں کے سامنے دسترخوان پر رکھے۔ وہ اس موقع پر اس کے سوائے اور کچھ نہیں کر سکتی کہ اپنے خاوند کو صحیح صحیح بتا دے کہ گھر میں سامان خورد و نوش ختم ہو گیا ہے۔ جب خاوند خانگی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا تو بیوی چلاتی ہے اور نکتہ چینی و لعنت کی بوچھاڑ کرتی ہے۔ خاوند اپنی بے بسی کے سبب پہلے ہی سے مایوس ہوتا ہے بیوی کی لعن طعن اس کے زخموں پر نمک پاشی کا کام کرتی ہے۔ اس لئے وہ جواب میں کھری کھری عیب جوئی اور بے جا رُعب والی باتیں سُناتا ہے۔ ایک دوسری مثال لو۔ گھر کا مرد ایک غیر محفوظ نوکری

کر رہا ہے۔ اُسے خطرہ ہے کہ ایک نہ ایک دن اُسے نوکری سے صاف جواب مل جائیگا یا اُس کی سروس عارضی طور پر ہے مستقل نہیں۔ وُہ ڈرتا ہے کہ اگر وُہ بے روزگار ہو گیا تو اُس کے بال بچوں کا کیا حال ہو گا۔ ایسا شخص بے صبر ہو جاتا ہے۔ اُس کی یہ بے صبری جو کہ اُس کی پریشانی۔ بے چینی اور نوکری چھوٹ جانے کے ڈر سے پیدا ہوئی ہے اُس کے ہمراہ گھریلو زندگی میں چلی جاتی ہے۔ وُہ اپنے بچّوں اور بیوی سے اِس کا ذکر کرتا ہے۔ خواہ وہ کھلے الفاظ میں گھر پر اپنی بے صبری کا سبب ظاہر نہ کرے تاہم اس کا طرزِ عمل اور اس کے احساسات سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے۔

بعض وُہ لوگ بھی جن کی نوکریاں مستقل اور خاطر خواہ ہیں اور جو اپنی زندگی کی ضرورّیات کو اچھی طرح سے پُورا کر رہے ہیں۔ فکر و تشویش میں پڑ جاتے ہیں۔ مجھے ایک شخص کا واقعہ یاد ہے جو کہ اچھے مرتبے پر نوکری کر رہا تھا۔ لیکن وُہ اور بھی زیادہ عزّت اور روپے کی نوکری کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ اور اپنے موجودہ کام میں خوش نہیں تھا۔ اُس کی یہ تمنّا ناکامیاب ہوئی یعنی اس کی حسب منشا اُسے اونچا مرتبہ نہ دیا گیا۔ اس کے دل میں بہت اضطراب و ہیجان پیدا ہُوا۔ اور یہ سمجھکر کہ اس کے ساتھ غیر مناسب سلوک ہُوا ہے وُہ غیر مطمئن سا نظر آنے لگا۔ قدرتی طور پر اس کے سبب سے گھر بھر میں تکلیف اور فکر و تردد کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ اُن کے خاندان میں ایک ناگہانی آفت برپا ہوئی یعنی اس کا ایک نزدیکی رشتہ دار بیمار ہو گیا اور عُمر بھر کے لئے روگی بن گیا۔ بعد ازاں اُس شخص کو خود احساس ہُوا کہ اس کی ناخوشی اور اضطرابی کے سبب سے ہی وُہ مصیبت برپا ہوئی تھی۔

بعض خاندانوں میں ضروریاتِ خورد و نوش میں کسی قسم کی تنگی اور ناداری نہیں ہوتی اور میاں بیوی اور بچوں میں محبت بھی ہوتی ہے پھر بھی ان خاندانوں میں سکون، اطمینان اور تسلی نہیں پائی جاتی۔ محبت سے یہ چیزیں یعنی خوشی۔ اطمینان حاصل نہیں ہو سکتیں۔ کیوں بعض اوقات محبت بھی خودغرض ہوتی ہے۔ ایک قسم کی محبت ایسی ہوتی ہے۔ جو آدمی اپنی عزت و قدر بڑھانے کے لئے کرتا ہے۔ مرکز میں خودغرضی ہوتی ہے۔ محبوبہ (جس سے محبت کی جائے) محض اپنی قدر و قیمت بڑھانے کے لئے ایک وسیلہ ہوتی ہے۔ حقیقی محبت وہ ہے جس میں اپنی کسرِ نفسی اور خود فراموشی پائی جائے اور جو اپنے محبوب کی بہتری کو اپنی بہتری پر سبقت دے۔

اب ایک حاسد خاوند کا قصہ سنیئے (یہ بات عورت پر بھی عائد ہو سکتی ہے) وہ اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے اور بہت ہی محبت کرتا ہے۔ لیکن اس بات کی گارنٹی نہیں کی جا سکتی۔ کہ محض اس کی محبت ہی حسد کا سبب ہو سکتی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اُسے کوئی ایسی آزمائش آئے جو اُسے اپنی بیوی سے بے وفا ہونے پر مجبور کر دے۔ یا ہو سکتا ہے کہ جب وہ نوجوان تھا۔ تو کوئی ایسا واقع پیش آیا ہو جس کو اب یاد کر کے اُس کی ضمیر اور دل پر ایک مجنونانہ حالت طاری ہو جاتی ہو۔ پس وہ اپنی گذشتہ گناہ آلودہ زندگی کو یاد کر کے اپنے آپ سے نفرت کرتا ہے یا وہ ڈرتا ہے۔ ایسا نہ ہو، کہ وہ اس آزمائش میں جس کی تھوڑی بہت مزاحمت وہ کامیابی سے کرتا رہا ہے دوبارہ گر پڑے۔ اس سبب سے وُہ اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کرتا ہے اور دل کے ڈر سے اپنے آپ کو فکر و تکلیف میں ڈال لیتا ہے۔ اُس کا ڈر اور تکلیف کا احساس صرف اس تک محدود نہیں

رہتا بلکہ بآسانی اُس کی بیوی کو بھی چھوت کی بیماری کی طرح لگ جاتا ہے
جو شک اُس مرد کے دل میں ہوتا ہے وہ شک اپنی بیوی کے دل میں بھی
ڈال دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ مرد حسد سے بھر جاتا ہے۔

اُن گھروں میں باہمی تفہیم زیادہ آسانی کے ساتھ پیدا ہو سکتی ہے جہاں
خاوند یا بیوی (اگر خاوند اور بیوی نہ ہوں) خوش مزاج اور مذاحیہ طبیعت
کی ہو۔ اور اپنی غلطیوں اور خامیوں کے لیئے پریشان ہونے کی بجائے
ہنسی خوشی اُن کو بھول جانیوالی ہو۔ نیز اپنے ساتھی کی غلطیوں کو خوش
مزاجی اور بغیر غصّے کے مُسکراہٹ کے ساتھ برداشت کر سکے۔ گھر میں اتحاد
کی رُوح پیدا کرنے کے لیئے اِس قسم کی خوش مزاجی کی سخت ضرورت ہے

خاندان میں جھگڑے فساد اور تکلیف کا ایک اور سبب یہ ہے۔
کہ اس گھر میں کوئی ایسا رشتے دار آ کر ٹھہر جاتا ہے جس کی آمد بیوی یا
خاوند کو ناگوار گذرتی ہے اور اگر میاں بیوی کے جھگڑے کے وقت وُہ رشتہ دار
بیوقوفی کر کے اُن میں سے کسی ایک کی طرف ہو جائے تو تکلیف اور بھی بڑھ
جاتی ہے۔ میاں بیوی کو اس بات کی احتیاط رکھنی چاہیئے ایسا نہ ہو کہ
وُہ اپنے کسی یتیم بے بس رشتہ دار کی پرورش اور مدد کرتے کرتے اپنے
گھریلو انتظام میں گڑبڑی پیدا کر لیں، ایک دفعہ ایک شریف آدمی نے
کئی دنوں تک بھوک ہڑتال کی کیونکہ وُہ اپنے رشتہ دار کو چند روز تک
اپنے گھر میں رکھنے کی خواہش رکھتا تھا۔ لیکن اس کی بیوی اس بات کے
مخالف تھی۔

خاوند یا بیوی میں سے اگر ایک دُکھ میں ہو تو وُہ اپنے ساتھی کے
لیئے بھی باعثِ تکلیف ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ بچپن سے ہی اُس نے

دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے اور اپنے اندر محسوس کرنے کا غلط اور ناخوشگوار طریقہ سیکھ لیا ہو۔ شاید اس کی والدہ کا مزاج چڑچڑا اور جذبات اشتعال انگیز و غیر مستقل ہوں اور اس نے گھر میں بے چینی، غصیلی اور نکتہ چینی کی فضا پھیلا رکھی ہو۔ اس نے اپنے تمام خاندان پر اپنا بُرا اثر ڈال دیا ہو۔ اور اس کا بیٹا جو اب ایک خاندان کا مالک ہے۔ اُن جابات کے زیر اثر وہی رویہ اور طرزِ عمل اختیار کر رہا ہو جو اُس نے بچپن میں اپنے گھر سے سیکھا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس نے اپنی بیوی بچوں کو بھی اپنی غیر مستقل مزاجی کا شکار بنا لیا ہو۔ یعنی اس کے بیوی بچے بھی اس کے جذبات کی غیر مستقل مزاجی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اس قسم کے بدقسمت گھرانے میں بچے ہی سب سے زیادہ دکھ اٹھاتے ہیں۔ والدین کے لڑائی جھگڑے، بچوں کو بے چین کر دیتے ہیں۔ انسان کی بے چینی کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔

جھگڑالو طبیعت اسی بے چینی کے سبب واقع ہوتی ہے۔ اگر بچے گھر میں آپس میں جھگڑتے رہیں اور باہر کے بچوں سے تعلق رکھتے ہوئے بھی لڑائی دنگے سے باز نہ رہیں۔ ممکن ہے کہ اُن کا چڑچڑا پن اور جھگڑالو طبیعت کا باعث ان کے والدین کے جھگڑوں سے پیدا شدہ بے چینی ہی ہو۔ وہ اس بے چینی اور فکر و تردد کو برداشت نہیں کرتے۔ اس لئے اس کے اظہار پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

بعض بچے بیرونی دنیا (اپنے خاندان کے سوائے باقی لوگ) سے مکمل تعلق توڑنے کی کوشش کرنے کے ذریعے اپنی بے چینی کو ظاہر کرتے ہیں۔ وُہ اکیلا رہنا پسند کرتے ہیں، شرمیلے ہوتے ہیں، کم سخن ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے گھر سے باہر بھی نہیں جاتے

بعض بچے رات کو بستر میں پیشاب کر دیتے ہیں۔ یا قبض وغیرہ کے شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض کو پیچش کی شکایت ہو جاتی ہے۔ اور وہ بار بار بیت الخلا کے ارد گرد دکھائی دیتے ہیں۔ بعض حالتوں میں ان کی قوت گویائی میں کمی آجاتی ہے جیسے ہکلانا اور پڑھائی میں پیچھے رہ جانا یا مسلسل بیمار رہنا۔

جب والدین بچوں کو اس قسم کی شکایات کا شکار دیکھتے ہیں۔ تو انہیں پیار کرنے لگتے ہیں۔ یہ پیار اس غرض سے نہیں ہوتا کہ بچے سچ مچ پیارے ہیں بلکہ یہ ایک طرح کا اظہار ہمدردی ہوتا ہے۔ بچوں کو اس طرح سے پیار کرنا انہیں خراب کر دیتا ہے۔ وہ یہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ اس دنیا میں چند ہی ایسی چیزیں ہیں جن کی اسے خدمت کرنی چاہئے باقی چیزیں اس کے نزدیک کسی خدمت کا حق نہیں رکھتیں۔ اس قسم کے بچے جب جوان ہوتے ہیں تو وہ ضدی بن جاتے ہیں یا سراسر دوسروں کے دست نگر ہو جاتے ہیں۔ بعض ماں باپ جب اپنے بچوں کی اس حالت کو نہیں سمجھ سکتے تو گھبرا جاتے ہیں اور ان کے ساتھ نہایت سخت سلوک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح گویا وہ بچے کے جذبۂ قرار عزت کو سخت طرح سے صدمہ پہنچاتے ہیں۔ یہ نوجوانوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ طرز عمل ہے۔ اس طرح والدین یا تو بچے کے اخلاق کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں یا بچے کو اس قابل بنا دیتے ہیں۔ کہ وہ سماج کا باغی بن جائے۔ بعض ماں باپ کچھ اس طرح کے واقع ہوئے ہیں۔ کہ ان کا طرز عمل عجیب و غریب ہوتا ہے۔ کبھی تو وہ بچوں کو پیار کرتے ہیں اور فوراً ہی بعد میں بری طرح سے زدوکوب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بچوں کے ساتھ ایسے رویے سب کے سب غلط ہیں۔ اس طرز عمل سے ایسے والدین کی صرف جہالت ہی کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی پتہ

چلتاہے۔ کہ وہ کس قدر اشتعال پسند ہیں۔ بچوں کی پرورش اور تعلیم ایسے ضروری مسائل ہیں۔ کہ ہر مرد اور عورت کو ان کے متعلق اچھی طرح سے جاننا چاہئے۔ اپنے جذبات کو بھڑکنے نہ دینا صرف ایک روحانی خوبی ہی نہیں بلکہ والدین کی نہایت مناسب ذمہ داری بھی ہے۔ چونکہ اگر بچوں کے جذبات کو متوازن رکھا جائے گا تو وہ نہ صرف فوری خوشی ہی کا باعث ہونگے بلکہ یہ ایک مسلسل خوشی ہوگی جو بچپن اور جوانی کے زمانے میں بچے کے لئے شاندار روحانی غذا بن جائے گی۔ اور اس کا اثر یہاں تک ہوگا۔ کہ یہ خوشی نسلاً بعد نسلاً چلتی جائیگی۔ "میں اپنے آپ کو ان کی خاطر قربان کرتا ہوں" یہ وہ الفاظ ہیں جو ہمارے خداوند یسوع مسیح نے اپنے چیلوں کے لئے فرمائے تھے۔ چنانچہ کوئی والدین اس امر کے لئے اپنے بچوں سے گریز نہیں کرسکتا خصوصاً جب کہ وہ جانتا ہے۔ کہ اس کے نتائج کیا ہونگے اور ان کا بچے کی آئندہ زندگی پر کیا اثر پڑے گا۔

کیا آپ کو معلوم ہے ؟

(دوسری قسط)

(۱) کہ انگلستان کے ایک دیہاتی سکول نے "کاشتکاری کلب" بنائی ہے۔ سرمایہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ۱۲۰ حصے بقیمت ایک شلنگ فی حصہ فروخت کئے۔ اس کلب کے ۱۴ سالہ عمر کے خزانچی نے حساب لگا کر رپورٹ دی ہے۔ کہ اس مہم کے لئے جو ۲۰ پونڈ کا قرض لیا گیا تھا

وہ ادا کر دیا گیا ہے اور اُمید واثق ہے۔ کہ کلب حصہ داران کو اُن کے خریدے ہوئے حصوں پر سُود بھی دے سکیگی۔ زراعتی فارم ۲ ایکڑ ہے اور یہ جگہ پہلے سکول کی گراؤنڈ ہوا کرتی تھی۔ طلباء بہت سی قسم کی سبزیاں بوتے ہیں۔ خرگوش، مُرغیاں اور سؤر بھی پالتے ہیں۔ سکول کے باورچی خانے میں اسی فارم سے سبزیاں اور انڈے مہیا کئے جاتے ہیں۔ اب سکول کے بچے خرگوشوں کی کھالوں سے دستانے بنانے کا کام شروع کرینگے۔

(۲) کہ زمانۂ قدیم میں مُلک چین کے دانشمند لوگوں نے ہندوستان کی فلاسفی سیکھنے کے لئے خطرناک سفر کئے۔ ان سچائی کے متلاشیوں کو پہاڑی چٹانوں اور دروں۔ بیابان ریگستانوں اور پُرخطر جنگلوں میں سالہا سال سفر کرکے بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اپنے ساتھ ہندوستان کی بہت سی پرانی کتابیں لے گئے۔ بہت سا ہندوستانی لٹریچر جو کہ آجکل ہمارے مُلک سے معدوم ہے مُلک چین میں محفوظ پڑا ہے۔ یہ کتابیں یا تو سنسکرت یا پالی زبان میں ہیں یا چینی زبان میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

(۳) کہ چودہ سال کی عمر تک ہر ایک بچے کو روزانہ اوسطاً ۹ سے ۱۰ گھنٹے نیند لینے کی ضرورت ہے۔ اُسے روزانہ ۸ گھنٹوں سے زیادہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ ان ۸ گھنٹوں میں سکول کی پڑھائی اور گھر کا کام شامل ہو۔ باقیماندہ وقت اُسے کھیل کود۔ کھانا کھانے۔ گھریلو زندگی۔ دینی تعلیم اور جسمانی ورزش میں صرف کرنا چاہئے۔

(۴) کہ مُلک چین کے دو بڑے لیڈر مارشل چیانگ کائی شیک اور میڈم چیانگ کائی شیک مسیحی ہیں۔ مارشل چیانگ نے بارہ سال گذرے مسیحی مذہب کو قبول کیا اور اس وقت سے وہ سادہ ایمان اور بڑی دلیری سے

مسیحی طرزِ زندگی پر عمل کر رہا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں ایک لیکچر کے دوران میں آپ نے فرمایا۔ "میں گذشتہ دس سالوں سے خداوند مسیح کی پیروی کر رہا ہوں۔ اپنی دینی زندگی کی ترقی کے لئے میں ہر روز بائبل مقدس کا مطالعہ کرتا ہوں اور اس پر سوچ بچار کرتا ہوں"۔

میڈم چیانگ کائی شیک صاحبہ ایک مسیحی خاندان میں پیدا ہوئی تھیں۔ اُس کا مسیحی ایمان ایک چٹان کی مانند مضبوط ہے۔ اور وہ دنیا بھر کی مستورات میں سے ایک مشہور لیڈر ہیں۔ امید ہے۔ کہ ہم ہو کا اخبار میں اس کی سوانح عمری شائع کرینگے۔

(۵) کہ نہرِ پانامہ کی لمبائی ۵۰ میل ہے۔ اور اس کی چوڑائی مختلف جگہوں سے مختلف یعنی ۳۰۰ فٹ سے لیکر ۱۰۰۰ فٹ تک ہے۔ اس کی کم سے کم گہرائی ۱/۲ ۴۱ فٹ ہے۔ اس نہر کو کھودتے وقت ۰۰۰۰۰۰ ۲۴۸ (چوبیس کروڑ) مکعب گز مٹی نکالی گئی اور اس کے تیار ہونے میں ۱۰ سال کا عرصہ صرف ہوُا۔

(۶) کہ شہد کی مکھیاں کھیتوں اور باغوں پر سے اُڑتی ہوئی اپنے شہد کے چھتے تک ایک چکر لگانے میں ہر دفعہ اوسطاً اپنے وزن سے ڈیوڑھا وزن اُٹھا کر لے جاتی ہیں۔

(۷) کہ بائبل مقدس (مکمل یا حصوں میں) ۱۰۵۴ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ حال ہی میں نئے عہدنامے کا ترجمہ Cheyenne Indians کی زبان میں کیا گیا ہے۔ یہ لوگ ریاستہائے امریکہ متحدہ کی - - - - (Montana State) میں رہتے ہیں۔

(۸) کہ چھینک مارنے سے بیماری پھیلتی ہے۔ جب کوئی شخص چھینک

مارتا ہے اور کئی گز کے فاصلے تک ہوا باریک ننھے ننھے جراثیم سے بھری ہوئی پھوار سے بھر جاتی ہے ۔ یہی ہوا دوسرے لوگ سانس کے ذریعے اندر لے جاتے ہیں اور بیمار ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے جب آپ چھینکنے لگیں تو منہ پر رومال رکھنا عقلمندی کا کام ہوگا ۔

(۹) کہ زمین کا نصف سے زیادہ رقبہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے ۔ تمام روئے زمین کا رقبہ انیس کروڑ ۲۰ لاکھ مربع میل ہے ۔ جس میں تیرہ کروڑ ستر لاکھ مربع میل کا رقبہ سمندروں ، دریاؤں اور جھیلوں سے ڈھکا ہوا ہے ۔

(۱۰) کہ رگڑ کر جلانے والی ماچس Stockton شہر کے کیمیا دان بنام John walker نے ایجاد کی تھی ۔ اُس نے تجربات کرکے معلوم کر لیا کہ کلوریٹ آف پوٹاش کو جب چند ایک کیمیاوی اشیاء میں ملایا جائے تو یہ رگڑ کھانے سے پھٹ جائیگا ۔ پس اُس نے لکڑی کی ایک تیلی کلوریٹ اوف پوٹاش اور سلفائیڈ آف اینٹی منی اور گوند کے مرکب میں بھگو کر سیفٹی ماچس بنا دی ۔ (گوند کو محض چپکانے کے لئے استعمال کیا گیا)

(ماخوذ)

بچوں کو سنانے کیلئے ایک نصیحت آموز کہانی

(Honour Roll)

ننھا بخشیش بڑے اشتیاق کے ساتھ کمرہ جماعت میں داخل ہوا ۔ جمعے کا روز تھا اور امتحان کے آخری پرچے کا نتیجہ نکلنے والا تھا ۔ پہلے پانچ پرچوں میں وہ اچھے نمبروں پر پاس ہو چکا تھا ۔ اُس کے دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے ۔

" اگر میں اس آخری پرچے میں کامیاب ہو گیا تو میرا نام تختۂ سیاہ پر کامیاب لڑکوں کی فہرست میں لکھ دیا جائیگا۔ جماعت میں میری بڑی عزت ہوگی۔ اُستاد کے دل میں سما جاؤنگا۔ کاش کہ مجھے اس کامیابی کی مسرت حاصل ہو"۔

وہ جلدی جلدی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اُستاد نے سب پرچوں پر نمبر لگا کر ہر ایک لڑکے کی مقررہ جگہ پر اُس کا پرچہ رکھ دیا تھا۔ بخشیش نے پُر امید نگاہیں اپنے پرچے پر ڈالیں اور اس پر نیلی سیاہی سے موٹا سا " C " لکھا ہوا پایا۔ جس کا یہ مطلب تھا۔ کہ وہ اُس پرچے میں بھی پاس ہو گیا ہے۔ اُسے بہت خوشی ہوئی۔ ساتھ والی جگہ پر بیٹھے ہوئے ننھے ساتھی سریندر کو دیکھکر وہ مُسکرایا اور پھر اس کی خوشی سے لبریز نگاہیں اُستاد کی طرف گئیں۔

اُس دن بخشیش کا دل خوشی سے بلیوں اُچھل رہا تھا۔ اُستاد نے سبق پڑھانا شروع کر دیا۔ لیکن بخشیش کی توجہ سبق میں نہ تھی۔ وہ اپنی کامیابی پر اتنا نازاں تھا کہ بار بار اُس کی نظر سامنے پڑے ہوئے پرچے پر جاتی تھی۔

یکایک وہ اپنی جگہ پر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس کی کتاب اُس کے ہاتھوں سے نیچے گر پڑی۔ اس نے اپنے پرچے پر ایک ایسی غلطی دیکھی جو اُسے پہلے نظر نہ آئی تھی۔ دوسرے سوال کے جواب میں اس نے <u>۵ ۵</u> لکھا تھا۔ لیکن یہ <u>۶ ۵</u> کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ اور حقیقت میں <u>۶ ۵</u> ہی درست جواب تھا۔ اُستاد نے نمبر دیتے وقت یہ خیال کیا کہ یہ <u>۶ ۵</u> ہی لکھا ہے۔

بخشیش اپنی جگہ پر بیٹھ کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پرچے کی طرف دیکھنے
لگا۔ اس کے دل میں دو خیالات آئے۔ اول۔ "اگر میں اُستاد صاحب
کو اس غلطی کے متعلق بتادوں تو میرا نام تختۂ سیاہ والی فہرست سے کاٹ
دیا جائیگا اور یہ میرے لئے باعث بے عزتی ہوگا"۔ دوسرا خیال جو اُس کے
دل میں چکر لگا رہا تھا یہ تھا:۔

"اگر میں اُستاد کو نہ بتاؤں تو میرا دل جانتا ہے کہ میں دھوکا باز ہوں۔
میری ضمیر ہر وقت مجھے کوستی رہے گی کہ میں نے اُستاد سے دھوکا کیا"
یہ پچھلی بات سوچ کر بخشیش نے جھٹ اپنا پرچہ اُٹھایا اور اُٹھ
کر اُستاد کی میز کی طرف آنے لگا۔ اُسی وقت سکول کا معائنہ کرنیوالے
دو افسر کمرے میں داخل ہوئے اور اُستاد کی میز کے پاس آ کھڑے ہوئے۔
اُستاد نے اُٹھ کر اُن کا استقبال کیا۔ پس بخشیش کو موقع نہ ملا۔ کہ وہ
ہمت کر کے اُستاد کی میز کے پاس جائے۔ اس نے دل میں کہا "میں
انتظار کرونگا۔ حتیٰ کہ انسپکٹر صاحبان کمرے سے باہر چلے جائیں۔ لیکن
اس کی مایوسی بڑھ گئی۔ جب اُستاد نے انسپکٹر صاحبان کو اس بات پر
راضی کر لیا۔ کہ وہ کلاس پراجیکٹ کے تعلق میں بچوں سے چند ایک نظمیں
اور بیانات سُن کر جائیں۔ اب پروگرام میں دخل انداز ہونا بخشیش نے
مناسب نہ سمجھا۔ لیکن اس کی ضمیر اسے برابر کوس رہی تھی۔ اُس نے پرچہ
اٹھایا اور اُستاد کی میز کے پاس گیا۔ اُسی وقت ہی کمرے کا دروازہ کھلا
اور سکول کے پرنسپل صاحب اندر داخل ہوئے۔

اب اُستاد پرنسپل صاحب سے بات چیت کرنے میں لگ گیا اور
بخشیش کھڑا کانپ رہا تھا۔ پرنسپل صاحب بھی بچوں کا پروگرام سُننے کے لئے

کرسی پر بیٹھ گئے۔

اب بخشیش ڈرتا تھا کہ اسے اپنی غلطی پرنسپل صاحب اور انسپکٹر صاحبان کے رُوبرُو بتانی پڑیگی لیکن وہ بالکل نہ جھجکا۔

جب وہ پرچہ ہاتھ میں لئے کچھ بولنے کو تھا تو سب حاضرین نے یہی خیال کیا۔ کہ وہ اپنے پراجیکٹ "صحت و صفائی" کے متعلق کوئی نظم پڑھکر سنائیگا۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا۔ کہ اس دن کا پروگرام ایک عجیب بات سے شرُوع ہونے والا تھا بخشیش نے ہمت کر کے کہا: ماسٹر جی" اس کی آواز قدرے لڑکھڑانے لگی۔" میرے پرچے کے دوسرے سوال کا جواب غلط ہے۔ میں نے ۵ جواب لکھا تھا لیکن آپ نے اِسے ۶ سمجھکر مجھے نمبر دیدیئے۔ میں ان نمبروں کا حقدار نہیں میرا یہ سوال غلط ہے"۔ بخشیش بولتا جاتا تھا اور سب بچے اور افسران حیرانی سے منہ کھولے اُس کی طرف تک رہے تھے۔ بخشیش نے پھر کہا " میرا نام تختۂ سیاہ کی فہرست پر نہیں آنا چاہئے کیونکہ میں نے اس پرچے میں غلطی کی ہے"۔ یہ کہکر وُہ جلدی جلدی اپنی جگہ پر چلا گیا۔ اور اپنی آنسو بھری آنکھوں کو رومال سے صاف کرنے لگا۔

سب سے پچھلی قطار میں سے ایک طالب علم بنام کرشنا اُٹھا اور یوں کہنے لگا۔ "جناب اُستاد صاحب بخشیش نے کیسی اچھی مثال ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ اس نے ایماندار رہنا پسند کیا۔ لیکن دھوکے سے اپنا نام تختۂ سیاہ پر لکھوانا مناسب نہ سمجھا"۔

اُستاد نے مُسکرا کر کہا" ہاں بالکل درست ہے بخشیش نے عُمدہ نمُونہ پیش کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ سب بچّے اس کی مانند ایماندار بننا پسند کرینگے"۔

پرنسپل نے خوش ہو کر کہا" واقعی ہم سب کے لئے یہ مثال قیمتی ہے"۔ بخشیش نے

دیکھا کہ دونوں انسپکٹر صاحبان دل ہی دل میں خوش ہو کر مسکرا رہے تھے۔ پھر جماعت کے سب بچوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں جب اُستاد نے بخشیش کا نام تختۂ سیاہ پر سے مٹایا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار مطلق ظاہر نہ ہوئے وہ خوش تھا کیونکہ اس نے اپنی ضمیر کی آواز سن کر اس کے مطابق ٹھیک کام کیا تھا۔

اگلے دن صبح کے وقت جب بخشیش سکول کے پھاٹک میں سے اندر جانے لگا۔ تو سامنے سے پرنسپل کو آتے دیکھا۔ پرنسپل صاحب نے اُسے دیکھکر کہا۔ "بخشیش مجھے ایک نہایت ہی ایماندار شخص کی ضرورت ہے جو کہ مختلف جماعتوں میں جا کر فیس کا روپیہ اکٹھا کر کے میرے پاس لائے۔ یہ ایک ضروری اور قابلِ اعتماد کام ہے اور میرے خیال میں تم اس کام کو بخوبی نبھا سکو گے"۔

بخشیش خوشی خوشی پرنسپل کے ساتھ دفتر میں گیا اور مزید ہدایات سن کر جماعتوں میں فیس اکٹھی کرنے چلا گیا۔ پرنسپل صاحب نے ایمانداری کا ایک تمغہ اس کے کندھے پر لگا دیا۔

جب بخشیش نے جماعت میں آ کر سریندر اور کرشنا کو اپنا تمغہ دکھایا اور یہ بتایا کہ پرنسپل صاحب نے اُسے فیس اکٹھی کرنے کا کام دیا تھا تو اس کے دونوں دوست کہنے لگے "تم نے حقیقی کامیابی حاصل کی ہے۔ تم نے ایمانداری میں سو فی صدی نمبر حاصل کئے ہیں اور سچ پوچھو تو اس سے بھی زیادہ"۔

موگا اخبار

برائے مدرسین

دیہات سُدھار بذریعہ تعلیم جدید

نمبر ۱۲	بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۷ء	جلد ۲۶

ایڈیٹرز: مسز اے۔ ای۔ ہارپر صاحبہ ایم۔ اے۔
ریورنڈ ایس۔ کے۔ رائے۔

کاروباری مینیجر:۔ ڈاکٹر اے۔ ای۔ ہارپر ایم۔ اے۔ ای۔ ڈی۔ ڈی۔

شکست آسان ہے

زندگی میں ہار مان لینا آسان بات ہے۔ کیونکہ ہر ایک یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ کہ "منزل مقصود دُور ہے اور راستہ کٹھن" اور میں اتنا تھکا ماندہ ہوں کہ سفر جاری رکھنا محال ہے!! یہ کہتے ہوئے نصف راستہ پر ہی قیام کر لیا جاتا ہے۔ مگر آپ ایسی کم دلی کا اظہار نہ کریں۔ زندگی میں جب کوئی کام آپ کے سپرد ہو۔ تو اسے ادھورا نہ چھوڑ دیجئے۔ بلکہ اُسے ختم کر کے ہی دم لیں۔ خواہ لاکھوں مصیبتیں ہی آپ کو کیوں نہ جھیلنی پڑیں +

(ماخوذ داؤسن شائن)

سکولوں میں ملیریا بخار کے خلاف مُہم

ہر ایک اُستاد کو پوری پوری تسلی کر لینی چاہیے کہ سب طلبہ کو ملیریا بخار کے متعلق سب باتیں معلوم ہوں۔ اور وہ ان پر عمل پیرا بھی ہوں۔ اس سلسلہ میں سکول کے بچے بہت سے دلچسپ مشاغل

میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے مندرجہ ذیل چند ایک منصوبے پیش کئے جاتے ہیں۔

چارٹ بنانا۔ بچے سلسلہ وار بڑے بڑے چارٹ تیار کر سکتے ہیں۔ ہدایات کے لئے آپ اس مہینے کے موگا جرنل میں چند ایک اشکال دیکھیں گے۔ ہر ایک ڈرائنگ کے لئے الگ چارٹ بنائیں اور اس کے نیچے سادہ بیان درج کریں جو اس کی تشریح کر سکے۔ یہ بیان خوبصورت اور جلی حروف میں لکھا جائے۔

پانی خشک کرنے کا کام:۔ گھروں اور سکول کمپونڈ میں جہاں کہیں بھی پانی کھڑا ہوا ہو اس کی صفائی یا خشک کرنیکا انتظام کیا جائے اور یہ کام ہفتہ وار جاری رہے۔ جب تک مچھر پیدا ہونیکا موسم جاتا نہ رہے۔

گڑیوں کا کھیل۔ گڑیوں کے لئے ایسے بستر بنائے جائیں جن میں گدے بھی ہوں۔ ان پر مچھر دانیاں لگائی جائیں۔ اور بچوں کو بتایا جائے کہ کس طرح مچھر دانی کو چاروں طرف سے گدے کے نیچے دبانے کی ضرورت ہے۔

پڑھائی کے اسباق۔ اُستاد کو چاہئے کہ ملیریا اور مچھر کے متعلق بہت سے اردو کے اسباق تیار کرے اور ان کو پڑھائے۔ اس سلسلہ میں موگا جرنل میں بہت سے اسباق ملینگے۔

روزانہ اخبار۔ بچوں کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو اس مہم کے متعلق روزانہ خبریں شائع کرے۔ اور اس اخبار کو اپنے سکول کے کسی کمرے کی دیوار پر لگائیں۔ اس اخبار میں یہ بھی ذکر ہو کہ کتنے لڑکے ملیریا سے بیمار ہیں اور کتنے ابھی تک اس سے بچے رہے ہیں۔

نئی معلومات حاصل کرنا۔ مندرجہ ذیل سوالات تختہ سیاہ پر لکھے جائیں اور طلبہ کو کتابوں اور رسالوں سے جواب تلاش کرنے کے لئے کہا جائے ان سب سوالوں کے جوابات موگا جرنل کے اس نمبر میں پائے جاتے ہیں۔

ملیریا کیا ہے ؟

ملیریا کیسے پیدا ہوتا ہے ؟

جرثومہ کیا ہے ؟

جراثیم سے بیماری کیسے پیدا ہوتی ہے ؟

جب ملیریا کے جراثیم جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟

آپ کیوں ملیریا کے جراثیم نہیں دیکھ سکتے؟

یہ جراثیم کہاں پر بہترین پرورش پا سکتے ہیں؟

کیا مچھر کے پیٹ بھی ہوتا ہے؟

جب ملیریا کے جراثیم مچھر کے جسم میں ہوتے ہیں۔ تو اُن کی کیا حالت ہوتی ہے؟

جراثیم کیسے بڑھتے ہیں؟

کیا سب قسم کے مچھروں کے کاٹنے سے ملیریا بخار ہو جاتا ہے؟

اگر آپ کو انفلوئنزا مچھر کاٹ لے تو کیا ہمیشہ اس سے بخار ہو جاتا ہے؟

کیا آپ سب مچھروں کو پکڑ پکڑ کر مار سکتے ہیں؟

مچھر اپنے انڈے کہاں دیتے ہیں؟

مچھروں کو اپنی نسل بڑھانے سے کیسے روکا جا سکتا ہے؟

ہم حوض اور نلکوں کے اردگرد کی جگہ کی کیسے حفاظت کر سکتے ہیں کہ وہاں مچھر پیدا نہ ہوں؟

انڈے سے ایک پورے قد کا مچھر بننے کے لئے کتنا عرصہ درکار ہے؟

ہمیں کیوں ہفتہ وار پانی کو صاف کرنے اور ہر چیز کو خشک کرنے کی ضرورت ہے؟

مچھر دانیوں کو کیوں حفاظت سے بستر کے نیچے دبانا چاہئے؟

مچھر دانی کی کیا قیمت ہے؟

آپ کے خاندان کے لئے کتنی مچھر دانیوں کی ضرورت ہے؟

کیا آپ بہادری سے کڑوی دوائی پینے کے لئے تیار ہیں؟

ملیریا بخار ہندوستان میں کیا نقصان کرتا ہے؟

ملیریا پر غالب آنے کے لئے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے؟

کیا مل کر مچھروں کو اپنی بستی میں سے نکالا جا سکتا ہے؟

یا ان کی تعداد کو بہت کم کیا جا سکتا ہے؟

مچھروں کے متعلق معلومات

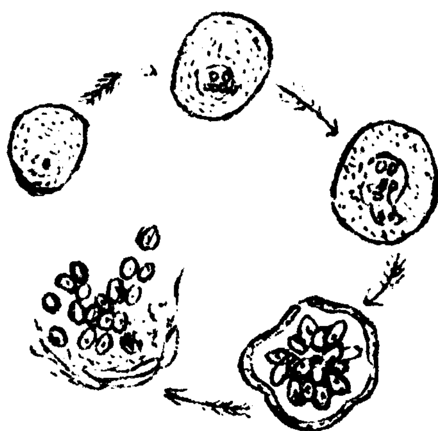
مچھر بطور دشمن ۔ مچھر انسان کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ خصوصاً اس کی چند قسمیں ہندوستان کے لئے مہلک ثابت ہوئی ہیں۔ ایک عام سال میں تقریباً دس کروڑ اشخاص ملیریا بخار کے پنجہ و بربریت میں آتے ہیں اور یہ ہندوستان کی آبادی کا چوتھا حصہ ہے اور ان میں سے دس لاکھ کے قریب موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ملیریا بخار کے اسباب :۔ ہر ملیریا بخار کی وجہ مچھروں کا کاٹنا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کو پتہ بھی نہ لگے اور مچھر کاٹ کر رفوچکر ہو جائے یا یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے مچھر کا کاٹنا محسوس کیا ہو اور اس کو بہت معمولی سی بات سمجھتے ہوئے اسے بھول گئے ہوں گے یاد رہے کہ اس مچھر نے کاٹتے وقت آپ کے خون میں (جرثومہ) چھوڑ دیا تھا۔ جو آپ کے جسم میں نہ صرف زندہ رہا بلکہ بڑھتا بھی رہا۔ اسی سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔

آپ کے جسم میں ملیریا جرثومہ :۔ جب مچھر آپ کے خون میں جراثیم چھوڑ جاتا ہے تو اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ یہ جراثیم بڑھنے شروع ہوتے ہیں۔ اور آپ کے خون کو بطور خوراک استعمال کرتے ہیں اور ہر جرثومہ آپ کے خون کے بل بوتے پر پل کر جوان ہو جاتا ہے۔ اور پھر بہت سے چھوٹے چھوٹے جراثیم میں منقسم ہو جاتا ہے۔ یہ بھی بڑھتے اور اپنی تعداد بڑھاتے جاتے ہیں۔ جب بڑے جراثیم چھوٹے چھوٹے جراثیم میں منقسم ہوتے ہیں تو خون میں بہت سا زہر پیدا کرتے ہیں۔ اسی زہر کی وجہ سے ہمیں سردی لگتی ہے اور بخار بھی چڑھ جاتا ہے۔

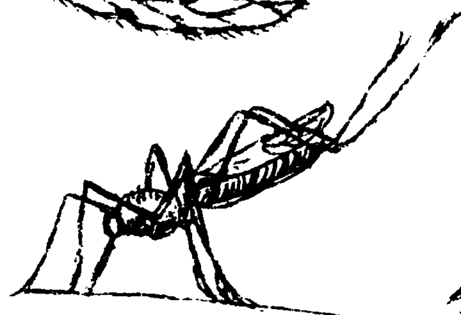
ملیریا جراثیم کیسے پھیلتے ہیں ۔ آپ کو کسی شخص سے براہ راست ملیریا بخار کی بیماری نہیں لگتی۔ ممکن ہے کہ آپ کسی ملیریا کے مریض کے ساتھ ایک ہی کمرہ میں رہیں اور آپ بیمار نہ ہوں ملیریا کے جراثیم جسم میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اس طرح کہ مچھر کسی ایسے شخص کو کاٹے جو ملیریا بخار کے مرض میں مبتلا ہو اور پھر اس کے بعد آپ کو کاٹے۔

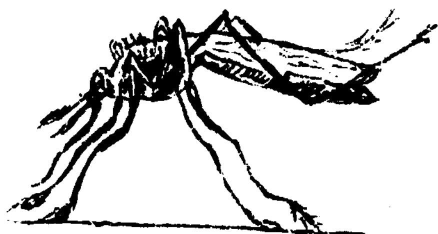
ملیریا بخار پھیلانے والے مچھر :۔ یہ خیال نہ کریں کہ سب مچھر بخار پھیلاتے ہیں صرف

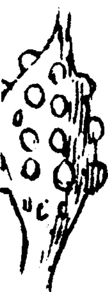


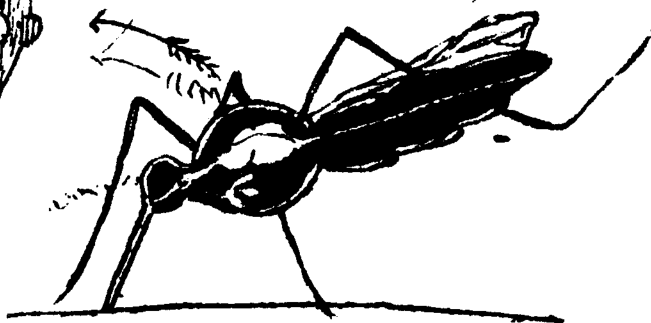


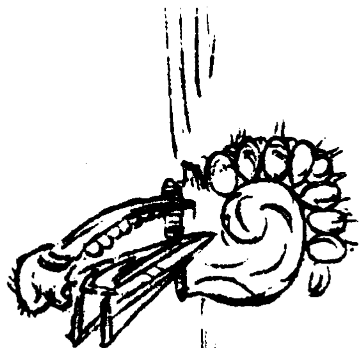


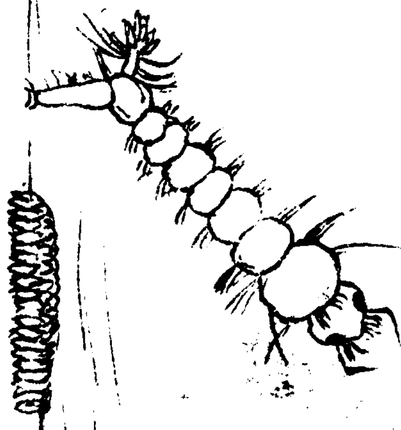










ان کی دو قسمیں ہی ملیریا بخار کا موجب ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے صرف ایک ہی قسم دیکھنے میں آتی ہے جسے انافلیز مچھر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ شکل نمبر ۱۱ کو دیکھنے سے معلوم کرینگے کہ انافلیز مچھر عام مچھروں سے بالکل فرق ہے۔ اور یہ ہر جگہ ہوتا بھی نہیں۔ اور جہاں یہ نہیں ہوتا۔ وہاں لوگ ملیریا بخار کی مصیبت بھی نہیں سہتے۔

انافلیز مچھر کس طرح ملیریا کے جراثیم لے جاتا ہے:۔ جب مچھر انسان کو کاٹتا ہے۔ یہ اپنی لمبی سونڈ جلد میں چبھوتا ہے اور خون چوستا ہے۔ اگر خون میں ملیریا کے جراثیم ہوں۔ وہ خون کے ساتھ مچھر کے معدے میں چلے جاتے ہیں۔ جراثیم مچھر کے جسم میں بڑھتے ہیں اور بہت سے چھوٹے چھوٹے جراثیم میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض مچھر کے منہ کے لعاب میں چلے جاتے ہیں اور جب مچھر دوسرے شخص کو کاٹتا ہے تو جراثیم اسی لعاب کے ذریعے اس کے خون میں پہنچ جاتے ہیں۔ مچھر کے کاٹنے کے ایک ہفتہ بعد اس شخص کو سردی سی محسوس ہوتی ہے۔ جو اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ اب اسے بخار چڑھیگا۔

ملیریا بخار کی روک تھام کے طریقے:۔ انافلیز مچھر سے کٹنے کا اندیشہ یا خطرہ رات کے وقت ہے۔ کیونکہ یہ رات کے شروع ہوتے ہی پر ادھر ادھر اڑنا اور کاٹنا شروع کرتے ہیں۔ اس لئے جونہی سورج غروب ہو۔ آپ اپنے بازو اور ٹانگیں ڈھانک کر رکھیں اس کو دور بھگانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جسم کے ننگے حصوں پر یوکلپٹس کا تیل مل لیا جائے اس سے مچھر بھاگتا ہے اور پھر سوتے وقت مچھر دانی کا استعمال کریں۔

مچھر دانی کا استعمال:۔ اگر مچھر دانی کا احتیاط کے ساتھ استعمال نہ کیا جائے تو اس کا لگانا بالکل بے کار ہے۔ جب اس کو بازوؤں پر لگایا جاتا ہے۔ تو اسے بہت اونچا نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ طرفیں اتنی نیچی ہونی چاہئیں کہ ان کو بستر کے نیچے بآسانی دبایا جا سکے۔ اچھا ہوگا۔ جو مچھر دانی کا نو انچ باریک نٹ حصہ بستر کے نیچے گرا دیا جائے۔ نیز بستر پر بچھا ہوا گدا سخت ہونا چاہیئے۔ کہ وہ مچھر دانی کے کناروں کو آسانی سے تھامے رکھے۔ اگر مچھر دانی کا کنارہ ذرا بھی اس سے باہر رہے گا تو مچھر جھٹ اندر گھس جائیں گے۔ حسب ضرورت مچھر دانی کی مرمت بھی ہوتی رہتی ہے کیونکہ چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے بھی

مچھر اندر گھس سکتے ہیں۔

مچھر دانی کا استعمال بالکل بے سود ہوگا اگر سونے والا شخص اپنے پاؤں یا ہاتھ یا سر کو باہر کی طرف کرکے سوتا ہے۔ یعنی ایسی حالت میں کہ مچھر اُسے باہر ہی سے کاٹ سکے۔ یا یہ کہ گرمی کے مارے اپنے جسم کا کوئی حصہ مچھر دانی کے باہر نکال لے۔ اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ گرمی سہہ لینا ملیریا بخار کا شکار ہونے کے مقابلہ میں کہیں بہتر ہے۔

ملیریا بخار کے مریضوں کو مچھر کے کاٹنے سے بچانا :۔ یاد رکھیں کہ مچھر کبھی بھی ملیریا بخار کا موجب نہیں ہو سکتے۔ جب تک وہ ایسے شخص کو نہ کاٹیں جس کے خون میں اس کے جراثیم موجود ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ملیریا بخار کا مریض مچھر دانی کے اندر سوئے۔ اور ان جراثیم کو مارنے کے لیے کونین کا استعمال کرے۔ یہ بہت ہی ضروری بات ہے۔ ورنہ گھر میں ایک شخص کے بیمار ہونے سے گھر میں رہنے والے سب مچھر ان جراثیم کو اپنے اندر لے لیں گے اور ان کو گھر کے دوسرے افراد تک پہنچا دینگے۔ ان گھروں میں جہاں ملیریا بخار کا کوئی بھی مریض نہیں ہوتا۔ مچھر عموماً ان جراثیم سے خالی ہوتے ہیں۔ اور بیماری پھیلانے کا موجب نہیں ہوتے۔ اس لیے اگر کوئی آپ کے گھر میں یا قرب وجوار میں ملیریا بخار میں مبتلا ہو تو اس کو مچھر دانی کے اندر سونے کی ترغیب دیں۔ اور اُسے ضروری کونین پلائیں اس طرح مچھر ملیریا بخار کے جراثیم حاصل نہیں کر سکیگا اور نہ ہی ان کو دوسروں تک پہنچا سکیگا۔

علاج :۔ کونین ایک ایسی دوائی ہے جو ملیریا کی روک تھام کرتا ہے۔ بہت سے لوگ کونین پینے سے کتراتے ہیں کیونکہ یہ کڑوی ہوتی ہے۔ اور معدے میں بے چینی سی پیدا کرتی ہے۔ لیکن ملیریا کا شکار ہونے کی نسبت کڑوی دوائی کا پینا بہتر ہے۔ اکثر اوقات ملیریا سے اس لیے آرام نہیں ہوتا کیونکہ کافی خوراک کونین کی نہیں لی جاتی جو خون میں تمام جراثیم کو مارنے کے لیے کافی ہو۔ کچھ جراثیم زندہ رہ جاتے ہیں جو کہ بڑھتے ہیں اور ان کی تعداد کئی گنا ہو جاتی ہے اور کچھ دیر بعد زیادہ سرد موسم میں بخار بھی آجاتا ہے۔

ملیریا کے لیے بہت سی نئی دوائیاں بھی ہیں۔ بہت سے انگلینڈ۔ امریکہ۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کے سائنس دان ملیریا بخار کے جراثیم کو مارنے والی دوائیوں کی تلاش میں ہیں۔

سرگرمِ عمل ہیں۔ چند نئے کیمیاوی مرکب کونین سے مؤثر ثابت ہوئے ہیں نئی ادویات جلدی مارکیٹ میں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ان کے متعلق ڈاکٹر سے پوچھ سکتے ہیں۔ مگر ان کو اس خیال سے مہنگے مول نہ خرید یئے کہ یہ کوئی جادو کا اثر رکھتی ہیں۔ بہر حال ان کے لئے ڈاکٹر کا مشورہ ضروری ہے

ملیریا کی روک تھام کا بہترین طریقہ: ادویات اور مچھر دانیاں دونوں مل کر ملیریا کی مکمل طور پر روک تھام کر سکتی ہیں۔ مگر ان سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ مچھروں کا ہی قلع قمع کر دیا جائے۔ کیونکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ کیونکہ یہی تو بیماری کی جڑ ہیں۔ کیا آپ نے کبھی ایسے مچھر کو مارنے کی کوشش کی ہے جو آپ کے سر کے گرد گاتا پھرتا ہے۔ اگر آپ نے ایسی کوشش کی ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان بڑے بڑے مچھروں کا مارنا کتنا مشکل کام ہوگا۔ ہمیں وہ جگہ معلوم کرنی ضرورت ہے۔ جہاں مچھر زندہ رہتے ہیں اور جہاں چھوٹے چھوٹے مچھر پل کر جوان ہوتے ہیں۔ ان کو اُڑنے کے قابل ہونے سے پہلے ہی مار ڈالنا چاہیئے۔

مچھر اپنے انڈے کہاں دیتے ہیں: مچھر پانی کی سطح پر اپنے انڈے دیتے ہیں۔ ساکن پانی کے جوہڑ اور کیچڑ ایسی جگہیں ہیں جن کو مچھر سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس چیز پر انڈے دیتے ہیں جن میں پانی کھڑا ہو۔ ایک پرانا شکستہ ٹین یا رکابی جس میں بارش کا پانی ہو مچھر کے انڈوں کے لئے اچھی جگہ ہے۔ ایک پرانے ٹین میں ۲۶۶ ننھے بچے پلتے گئے۔ پانی اکثر بانس کے پوروں کی چوٹی پر سوراخوں میں ٹھہر جاتا ہے۔ اور مچھر وہاں سانس لیتے ہیں۔ وہ کنوئیں جو ڈھکے ہوئے نہیں ہوتے ہیں۔ اور خندقیں جن میں نالیاں نہیں ہوتیں۔ ننھے مچھروں کے لئے اچھی جگہیں ہیں۔

ننھے مچھر: ایک مچھر دن بھر میں نکل آتا ہے شکل ع۶ آپ پر ظاہر کرتی ہے۔ کہ ننھا مچھر کس طرح دکھائی دیتا ہے۔ جب کہ وہ انڈے سے نکلتا ہے۔ یہ لاروا کہلاتا ہے۔ لاروا پانی کے اندر اِدھر اُدھر تیر سکتا ہے۔ لیکن وہ پانی کی سطح پر سانس لینے کے لئے ضرور آتا ہے جہاں یہ سانس لیتا ہے تو پانی سے سانس لینے والی نالی کو باہر نکالتا ہے۔ سات سے چودہ دن تک کے عرصہ میں لاروا پیوپا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ چند اور دن میں (انڈے دینے کے وقت سے دس دن سے لیکر بیس دن تک کے عرصہ میں) پیوپا پیٹھ سے کھلتا ہے اور مچھر باہر نکل

آتا ہے۔ شکل نمبر ۶ آپ پر ظاہر کرتی ہے کہ پیوپا ایک پورے مچھر میں تبدیل ہو رہا ہے۔

لاروا اور پیوپا پانی میں چھوٹے پودوں اور جانوروں پر خوراک حاصل کرتے ہیں۔ پورا مچھر اپنی زیادہ تر خوراک پودوں کا رس چوس کر حاصل کرتا ہے لیکن وہ جانوروں کا خون بھی چوستے ہیں۔

مچھروں کے انڈے دینے والی جگہوں کو تباہ کرنا: مچھر شاذ و نادر ہی دُور اُڑتے ہیں۔ بعض اوقات آندھی یا طوفان انہیں دُور فاصلے تک اُڑا کر لے جاتا ہے۔ لیکن عام طور پر وہ انہی جگہوں کے نزدیک ٹھہرتے ہیں جہاں پر وہ انڈوں سے نکلتے ہیں۔ خصوصاً انافلیز مچھر بہت تھوڑی دُور اُڑتا ہے۔ آپ کو مچھروں کی سانس لینے والی جگہوں کی تلاش میں زیادہ دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کہ تمہارے گھر کے اردگرد ہیں۔

مچھروں کا خاتمہ کرنے کے لئے پہلی بات یہ ہے کہ ان کی انڈا دینے والی جگہوں کو چھین لیا جائے۔ جہاں کہیں نالیوں میں پانی کھڑا ہوا ہے انہیں صاف کیا جائے۔ تمام کنوؤں اور بارش کے پانی کے تالابوں کو ڈھانک دو تاکہ مچھر پانی پر انڈے نہ دے سکیں۔ تمام پرانے ٹین یا برتن اُٹھا لو جن میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔ ہر اُس چیز کو جس میں پانی جمع ہوتا ہے یا تو بھر دیا جائے یا ان میں سے پانی نکال دیا جائے۔ مختصر یہ کہ مچھر کو کوئی ایسی جگہ نہ ملے جہاں اس کے انڈوں میں بچے نکل سکیں۔ اگر ہمارے گاؤں یا شہر خشک جگہ پر واقع نہیں ہیں یا اِن کے قریب دھان کے کھیت ہیں تو ایسی جگہوں کو مچھروں سے بچانا محال ہے۔

تالابوں اور گڑھوں پر مٹی کا تیل چھڑکنا: بعض اوقات تالاب یا گڑھے میں سے پانی نکالا نہیں جا سکتا۔ ایسی صورت میں ان پر مٹی کا تیل چھڑک دیا جائے۔ تھوڑا سا مٹی کا تیل پانی کی بڑی سطح پر پھیل سکتا ہے۔ یہ تیل پانی کو اس طرح ڈھانپ لیتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے مچھروں کے لیے سانس لینا محال ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی سانس لینے والی نالیوں کو مٹی کے تیل میں سے باہر نہیں نکال سکتے بلکہ دم گھٹ کر مر جاتے ہیں۔ اس لئے تالاب پر چھڑکا ہوا تھوڑا سا مٹی کا تیل مچھروں کی افزائش نسل سے روک سکتا ہے۔

آپ کے سکول کا کام: ہندوستان کا ہر ایک سکول اس خوفناک دشمن کے خلاف

جنگ میں مدد دے سکتا ہے۔ اگر تعلیم یافتہ لوگ لگاتار محنت سے کام لیں تو وہ اتنے مچھروں کو تباہ کر سکیں گے کہ ان سے ملیریا بہت حد تک کم ہو جائیگا۔ اس کے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ ان جگہوں کا تصور لگایا جائے جہاں مچھر انڈے دیتے ہیں۔ اُستاد اور شاگرد دونوں مل کر ان تمام نشیب جگہوں کا ملاحظہ کریں جن میں پانی جمع ہونیکا امکان ہے۔ جیسے گڑھے۔ نالیاں۔ تالاب۔ گڑھے اور چھوٹے برتن جن میں پانی پڑا رہتا ہے جب تک انہیں کوئی نہ انڈیلے اور پھر سکول کے احاطہ اور طلبہ کے گھروں میں کوئی ایسی جگہ نہ چھٹے جہاں مچھر پیدا ہو سکیں اور ان جگہوں کی فہرست تیار کر لی جائے پھر دوسرا قدم یہ ہوگا کہ ان جگہوں میں سے ہر کو ہفتہ میں ایک بار ضرور ہی صاف کر دیا جائے یہ دن مقرر ہونا چاہئے۔ جیسے جمعرات کا دن۔ اس دن کو خشک دن کے نام سے پکارا جائے ہر جگہ جہاں پانی کھڑا ہو اس کی مکمل صفائی کروائی جائے۔ ہر گھڑے یا لوٹے کے پانی کو انڈیل دیا جاوے۔ کنوؤں اور نلکوں کے اردگرد کی جگہوں کو صاف کیا جائے۔ اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں ضرورت کے لیے پانی جمع کیا گیا ہو تو دیکھ لیا جائے کہ یہ صاف ہو۔ اگر ممکن ہو سکے تو اس کی جگہ صاف پانی بھرا جائے۔ تیسرا قدم یہ ہے کہ بڑے بڑے تالابوں اور حوضوں وغیرہ پر جن میں سے پانی نکالنا محال ہے۔ یا جن کو خشک کرنا محال ہے ان پر مٹی کا تیل ڈالا جائے۔ رہی چھوٹی چھوٹی وہ نشیب جگہیں جو کنوؤں اور تالابوں کے اردگرد ہوتی ہیں ان میں سے پانی نکال کر خشک کیا جاتا ہے۔ صوبہ پنجاب میں اس کام کا آغاز مارچ مہینہ ہی سے ہو جانا چاہیئے۔

مچھروں کا انسداد ہو سکتا ہے

وہ کارآمد نتائج جو ملیریا کے انسداد کی تدابیر سے حاصل ہوئے ہیں اور جن میں انافلیز مچھر کو خاص طور پر مارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ظاہر کرتے ہیں کہ دنیا میں اس بیماری سے بچاؤ قابل عمل بات ہے۔ چنانچہ اس کی چند ایک مثالیں منطقہ حارہ کے خطوں سے لی گئی ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

سنہ ۱۹۰۱ء میں ملایا سٹیٹ کے بعض حصوں میں ملیریا کی وبا پھوٹ نکلی۔ ایک جگہ ۲۵۰۰

کی آبادی میں سے ۵۸۲ اموات ہوئیں جن میں سے ۲۸۰ اموات کی وجہ ملیریا ہی بتلائی گئی۔ ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت قریب قریب رُک گئی۔ اور سوئیٹن ہم کی بندرگاہ جسے کھلے ہوئے ابھی ڈھائی ماہ ہی ہوئے تھے۔ بالکل بند کردی گئی۔ مگر اس کے بعد صحت وصفائی کی مہم کو بڑے وسیع پیمانے پر جاری کیا گیا۔ جس میں سب سے زیادہ زور مچھر مارنے پر تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۲ء میں صرف ۱۴۲ اموات ہوئیں اور ملیریا سے صرف ۷۰ لوگ مرے۔ اور اس سال نئی بندرگاہ پر بھی سارا سال کام جاری رہا۔ ۱۹۰۲ء سے لے کر اب تک ان جگہوں میں ملیریا کی روک تھام نہایت ہی کامیابی کے ساتھ ہوئی ہے۔

سنگاپور اس بات کی مثال ہے کہ باوجود قدرتی حالات کی مشکل کے وہاں پر کیا کچھ کیا گیا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں وہاں پر شرح اموات ۵۰.۹ فی ہزار تھی۔ (۱۸۹۲ء سے ۱۹۱۱ء شرح اموات ۴۰.۳ تھی) مگر ۱۹۱۱ء میں یہاں پر ملیریا کے خلاف جہاد شروع ہوگیا۔ کیونکہ لوگوں کی موت کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ اس میں انہیں یہاں تک کامیابی ہوئی کہ ۱۹۳۹ء میں جہاں کی میونسپل کمیٹی کے صدر نے بڑے فخر کے ساتھ اعلان کیا کہ شہر میں سے ملیریا کا بالکل خاتمہ ہوگیا ہے۔ اور وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اب بھی اس مرض کا شکار ہوگا۔

ملایا میں ایک کیری جزیرہ ہے جہاں اٹھارہ ہزار ایکڑ میں ربڑ کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس کی آبادی پانچ ہزار ہے۔ جہاں ۱۹۰۶ء سے ملیریا کی روک تھام کی تدابیر پر عمل کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۲ء سے اب تک کسی یورپین کو جہاں پر رہتے ہوئے بخار نہیں ہوا اور ۱۹۴۲ء سے پانچ سال پہلے کے عرصے تک وہاں کے وہ باشندے جن کو ملیریا بخار کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ ان کی تعداد ایک فی صدی کا دسواں حصہ تھی۔

ملک افریقہ میں رون اینٹی لوپ کاپر مائینز ہیں (تانبا نکالنے کی کانیں) جہاں پر ملیریا بخار سے لوگوں کی کثیر تعداد مر جاتی تھی۔ اور ملیریا کے ساتھ ساتھ بلیک واٹر بخار اور نمونیہ بھی ہو جاتے تھے۔ جہاں صحت وصفائی کی تدابیر کو کام میں لانے سے جن میں مچھروں کی روک تھام بھی شامل تھی۔ شرح اموات بہت ہی گھٹ گئی۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء میں شرح اموات ۲۲ فی ہزار تھی۔ لیکن ۱۹۲۱ء میں گھٹ کر صرف ۷.۵ رہ گئی۔ ۱۹۴۰ء میں متعدی امراض سے کوئی

موت واقع نہیں ہوئی۔ اور ان کانوں میں کام کرنے کے لئے بہت مزدور موجود تھے۔

اکتوبر ۱۳ر سنہ ۱۹۲۲ء میں لندن کے اخبار ٹائمز میں افریقہ کے دریائے زمبزی پر پل تعمیر کرنے کے بارے میں مندرجہ ذیل بیان شائع ہوا۔

"دریائے زمبزی کا زیریں حصہ صدیوں سے اس بات کے لئے مشہور ہے۔ کہ وہاں پر کام کرنیوالوں کی بہت سی اموات ملیریا اور سیاہ پانی کے باعث ہوجاتی ہیں۔ اس لئے کلیولینڈ برج کمپنی نے اس بات کا مصمم ارادہ باندھ لیا ہے کہ وہ اپنے کام میں قیام صحت کو پہلی جگہ دیں۔ اس کے لئے انہوں نے ایک جامع اور سختی سے پابندی کے جانے والا صحت کا پروگرام مرتب کیا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے۔ کہ پل کی تعمیر کے ساڑھے تین سال کے عرصہ میں ملیریا بخار کا ایک بھی واقعہ ان یورپین اشخاص میں نہیں ہوا۔ جو برطانیہ سے لائے گئے تھے۔ کیا یہ عجیب وغریب ریکارڈ نہیں ہے؟ اور یہ اس بات کی مثال ہے کہ امریکہ کے گرم ملک میں بھی کیا کچھ ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس کام کو وقت دیا جائے۔ اس کی تنظیم کی جائے۔ اور اس پر مناسب روپیہ بھی صرف کیا جائے"۔

یہ پل مقررہ وقت سے پہلے ہی مکمل کردیا گیا اور جو روپیہ مچھروں کے انسداد کے لئے صرف کیا گیا تھا۔ وہ ٹھیکیدار کے لئے بہت بڑا اقتصادی فائدہ ثابت ہوا۔

راس انسٹیٹیوٹ آف ٹروپیکل ہائیجین کی ہندوستانی شاخ کی طرف سے جو سالانہ رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس میں بہت سے مفصل تشریحات موجود ہیں۔ جو ملیریا کے انسداد کے ان فوائد کو ظاہر کرتی ہیں جو چاء کے باغات، سن اور چینی کے کارخانوں اور کانوں وغیرہ کے مالکوں کو ہوئے۔ یہ وہ تجربات ہیں جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہوئے۔

ایک سن کے کارخانے سے اس قسم کی رپورٹ موصول ہوئی۔ یہ کارخانہ سنہ ۱۹۳۷ء سے پہلے اپنے کارندوں کے لئے کونین تقسیم کرتا تھا۔ سنہ ۱۹۳۷ء سے شروع کرکے کارخانے کے مالکوں نے مچھروں کے انسداد کے لئے تدابیر عمل میں لائیں۔ جیسا کہ ان کو ڈاکٹر جی سی۔ رمزے نے مشورہ دیا تھا۔ کارخانے کے مینجر نے سنہ ۱۹۴۱ء میں حسب ذیل رپورٹ پیش کی۔

"وہ حفاظتی تدابیر جو ملیریا بخار کی تباہی سے بچنے کے لئے عمل میں لائی گئی ہیں۔ ان میں ہمیں بہت کامیابی ہوئی ہے۔ اور یہ اسی کی بدولت ہے کہ ہمارے پاس مضبوط اور صحتمند کارندے

پائے جاتے ہیں۔ اور نہ ہی ہمارے مزدور نقل مکانی کر کے جا رہے ہیں جیسا کہ پہلے تھا۔ جو روپیہ ہماری کمپنی نے ملیریا کی روک تھام کے لیے صرف کیا ہے وہ سب ملازم لوگوں کے لیے بابرکت ثابت ہوا ہے۔ اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ ان لوگوں کو اپنی محنتوں کا پورا پورا پھل بھی حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ وہ مشینوں سے بہتر قسم کا کپڑا تیار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بہت سالوں تک دُکھ اٹھانے کے بعد وہ اچھی صحت سے کام کر سکتے ہیں۔ میں یہاں پر اس بات کا بھی تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ کارخانے کے ریکارڈ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ۱۹۳۲ء میں جب کہ ان تدابیر کو عمل میں نہیں لایا گیا تھا تو اس وقت بیس فیصدی لوگوں کو تلی تھی۔ اور اس وقت صرف ۰.۶ فیصدی لوگوں کو ہے۔

ایسے ہی ایک چاء کے باغ کی رپورٹ پیش کی جاتی ہے جو ملکیٹ واقع آسام میں ہے۔ ان لوگوں نے بھی بڑے معرکہ خیز نتائج حاصل کیے۔ ۱۹۳۱ء سے پہلے جب کہ مچھر کے انسداد کا بندوبست نہیں ہوا تھا ۱۲۵ لوگ ملیریا سے مرے اور ۴۷ فیصدی لوگوں کو تلی تھی۔ ۱۹۴۱ء میں ۳۱ لوگ ملیریا سے مرے اور صرف ۷ فیصدی لوگوں کو تلی تھی۔

اسی طرح شمالی ہندوستان کے ایک چاء کے باغ میں ملیریا کی روک تھام کا بندوبست کیا گیا جو بہت ہی مؤثر ثابت ہوا۔ اس کی رپورٹ سر ملکم واٹسن صاحب نے شخصی طور پر پیش کی ۱۹۳۳ء میں پیشتر اس کے کہ ملیریا کے انسداد کا کام شروع ہو مزدوروں کو بھرتی کرنے کا خرچ ۲۵ ہزار روپے سالانہ تھا۔ اس وقت بھرتی کرنے کی بالکل ضرورت نہیں اور گرد و نواح میں رہنے والے لوگ خوشی سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ چاء کے اُن باغات میں کام کریں۔ ملیریا کے اس انسدادی کام پر پانچ ہزار روپیہ سالانہ آتا ہے اور چاء کی پیداوار کے خرچ میں ۱.۱۲ آنے فی پونڈ کی واقع ہو گئی ہے۔ اور اس سے کل فصل پر تقریباً اسی ہزار روپے سالانہ کا منافع ہوا ہے۔ آدمیوں کی مزدوری کو ۴ آنے سے ۵ آنے کر دیا گیا ہے۔ عورتوں کی مزدوری کو ۳ آنے سے ۴ آنے روزانہ کر دیا گیا ہے۔

ہندوستان ملیریا کی کیا قیمت ادا کرتا ہے

(از تلم جے۔ اے سٹیفن ڈائرکٹر ملیریا سروسے آف انڈیا)

ملیریا ہندوستان کے سامنے سب سے بڑی اقتصادی مشکل پیش کرتا ہے۔کیونکہ انفرادی اور خاندانی طور پر اس سے جو مالی نقصان ہوتا ہے اُس کا اندازہ ۱۱۰۰۰ لاکھ روپے سالانہ ہے۔اس میں بیماری کے اُس نقصان کو شمار نہیں کیا گیا جو مزدوری کو مہنگا بنانے کا موجب ہوتا ہے اور اس طرح مُلک کی قدرتی پیداوار میں نمایاں گھاٹے کا سامنے ہوتا ہے یہی نہیں بلکہ صنعت وحرفت اور دستکاریوں کو بھی اس کے ہاتھوں کافی نقصان رہتا ہے۔اگرچہ اس بالواسطہ اور بلاواسطہ نقصان کا صحیح اندازہ محال ہے۔مگر یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ہر سال مُلک کا کروڑوں روپیہ اس طرح برباد ہوجاتا ہے۔ملیریا بخار مزدور حاصل کرنے کے مسئلہ کو اس قدر مشکل بنا دیتا ہے کہ اس سے زراعت صنعت وحرفت اور تجارت کو بے حد نقصان پہنچتا ہے۔خصوصاً کاشتکاری کو تو اس سے ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا ہے۔اور اس بیماری سے زراعتی ترقی میں زبردست رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔اور بعض اوقات تو بہت ہی زرخیز زمینوں کی کاشت بھی نہیں ہوسکتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کو مالیئے میں نقصان ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ انتظامی خرچ بھی بڑھ جاتا ہے۔ان بڑے نقصانات کا خیال کرتے ہوئے بار بار اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ ملیریا کے انسداد کی تجاویز کا عقلمندی سے چلانا ایک بار آور کام ہے۔اور جتنا روپیہ اس مہم پر صرف کیا جاتا ہے۔اس سے بالواسطہ مالی نفع ہوتا ہے۔علاوہ اس کے ایسے کام سے کسی جماعت یا بستی کی عام خوشحالی میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ملیریا کے وسیع طور پر پھیل جانے کے یہ معنے ہیں۔کہ اس سے بہت ہی سنجیدہ اقتصادی اور سماجی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔کام کے لئے مزدور حاصل کرنے کا مسئلہ اور ملیریا کی مشکل دو ہم معنی باتیں ہیں۔کیونکہ اس بیماری کی وجہ سے نہ صرف مزدوروں کی کمی ہوتی ہے۔بلکہ وہ پوری طاقت اور قابلیت سے کام نہیں کرسکتے۔اس بیماری کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو روٹی تک میسر نہیں ہوتی۔یہ ہندوستان کی اقتصادی بدحالی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔جس سے غربت پیدا ہوتی ہے۔اور اشیائے خوراک کی مقدار

اور قسم دونوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جس سے ملک کے لوگوں کی جسمانی اور ذہنی طاقت کا معیار کم ہو جاتا ہے۔ اور یہ باتیں ملک کی خوشحالی اور اقتصادی ترقی میں سدِ راہ ثابت ہوتی ہیں۔ (ماخوذ از ہیلتھ بلیٹن ۲۶ گورنمنٹ آف انڈیا پریس شملہ)

ابتدائی سائنس میں عالمگیر تعلیم

اس مضمون کے ابتدائی سکولوں میں پڑھانے والے اُستادوں کو چند عملی مشورے دئے گئے ہیں تاکہ وہ بچّوں کے سائنس سے متعلقہ ماحول کی صحیح ترجمانی کر سکیں اور اُن کی روزمرّہ زندگی میں اس کی اہمیت کو واضح کر سکیں۔

پہلی جماعت کے ایک بچّے نے جب ایک اجنبی کو سکول کے سامنے کی گلی پر ٹھہرتے دیکھا تو وہ یوں ہم کلام ہوا کہ "کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے سکول میں چھوٹی چھوٹی سُنہرے رنگ کی مچھلیاں بھی ہیں"؟ اسی وقت ایک بڑی جماعت کے لڑکے نے پوچھا "اس ہوائی بم کے زمانہ میں ہمارا کیا حال ہوگا"؟ اس سوال کے جواب میں اس کی جماعت نے اس عظیم انقلاب ایجاد پر غور و فکر کرنا شروع کیا۔ اور بالآخر سب پکار اُٹھے یہ سائنس کا زمانہ ہے۔ اور ہماری روزمرّہ زندگیاں اس کے اثر سے چھوٹ نہیں سکتیں۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم ان چھپی ہوئی حقیقتوں سے واقف ہونے کی کوشش کریں۔ اور اس معاملے میں ہمارے اُستادوں کا یہ فرض ہے کہ وہ بچّوں کے اس اُبھرے ہوئے شوق کا پورا پورا فائدہ اُٹھائیں۔ جس کا اظہار وہ سوال پوچھنے سے کرتے ہیں اور جہاں تک سائنس کا تعلق ہے اُستادوں کو اس بات کی ٹوہ میں رہنا چاہیے کہ وہ بچّوں کی روزمرّہ زندگی سے متعلقہ سائنس کی باتوں کو اچھی طرح سمجھائیں تاکہ بچّے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچّے روزمرّہ کے حالات اور واقعات کے متعلق بہت سے سوالات پوچھتے رہتے ہیں۔ اور ان کے متعلق اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ جیسے یہ کہ "ذرا ہمارے اِن اشتہاروں کو تو دیکھیں جو ہم نے درختوں پر چسپاں کئے ہیں اور ہماری بنائی ہوئی ہشتیاں بھی ملاحظہ

ہوں"، ہماری بنائی ہوئی پرندوں کی تصویریں بھی دیکھیں اور ذرا اُس خوراک کے نمونے بھی دیکھیں جو ہم پرندوں کو کھلاتے رہے ہیں"، ہمارے سخزاں کے موسم کے کیڑے یہ ہیں"۔ کیا اس قسم کی باتیں احاطہ سکول میں اکثر سنائی نہیں دتیں؟ جبکہ ایک جماعت دوسری کے ساتھ اپنے سائنس کے سبق کے متعلق تبادلۂ خیالات کرتی ہے۔ اس قسم کی دلچسپی کو بڑھانے کے لیے اُستاد کو بچوں کے پیش پیش رہنا چاہیئے۔ کیونکہ سائنس کی دلچسپی بھی متعدی چیز ہے۔ اس کا دارومدار نہ صرف پڑھانے پر ہے بلکہ دوسروں سے شوق کے لگنے سے ہے۔ ابتدائی سکول کے مکمل نصاب کے پس پشت سائنس کے عالمگیر اصول ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک اصولوں کی تشریح کریں گے اور مثال کے لیے اُستادوں کی ان درخواستوں کو پیش کرینگے جو اُنہوں نے سائنس کے پڑھانے کے متعلق کیں۔

"کیا آپ میری جماعت کو آسٹریلیا کے عجیب وغریب جانوروں کے متعلق بتائیں گے"؟ یہ ایک جماعت کے اُستاد کی درخواست تھی۔ اس کے بارے میں بتایا گیا کہ آسٹریلیا کے وہ جنگلی جانور جن کا تعلق وہیں کی سرزمین سے ہے وہ ہمارے جانوروں سے شکل وصورت میں بہت ہی مختلف ہیں اور ان کے نام بھی جُدا گانہ ہیں۔ ورنہ دنیا کے سب حصوں میں جانور آپس میں مشابہت ہی رکھتے ہیں۔ جیسے وہ خوراک کی تلاش کرتے ہیں ان کی نسل کشی کا بھی خاص انتظام ہے۔ عموماً وہ اپنے بچوں کی نگاہ داشت کے لئے خاص انتظام کرتے ہیں۔ خدا کی مخلوقات میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ مگر ہر ایک اپنے اپنے ماحول کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اور زندگی کے اس تانے بانے میں اس کا ایک خاص حصّہ ہے۔

کیونکہ یہ بنیادی تصورات عالمگیر حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیئے کہ ہم ان کی تعلیم بچوں کو دیں۔ مثال کے طور پر ہم اپنے مقامی جانوروں کو پیش کرتے ہیں جو جنگلوں میں رہتے ہیں۔ تعلیمی طور پر ہم ان ہی جانوروں کا تذکرہ کرینگے جو ہمارے بہت ہی قریب پائے جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کی ایک لمبی چوڑی فہرست تیار کی جائے یا یہ کہ جانوروں کی قسموں کو بیان کرکے ان کا رٹا لگوایا جائے۔ اس قسم کی دلچسپی سے کچھ فائدہ نہیں۔

آسٹریلیا کے جانوروں کا حال بیان کرتے وقت ہم ان کا مقابلہ ان جانوروں سے

کر سکتے ہیں جن سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ اور واضح کیا جا سکتا ہے کہ یہ جانور اپنے عادات و خصائل کے لحاظ سے کس طرح اپنے ماحول سے متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان اصولوں کو قرب و جوار میں پائے جانے والے جانوروں کے تعلق میں سکھایا جا سکتا ہے۔ اور پھر ان اصولوں کو ذہن میں رکھ کر ہم کسی دوسرے ملک کے جانوروں کے حالات کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہم اپنے جانوروں میں بھی خوشی سے دلچسپی لینے لگ جائیں گے اور ان کے متعلق زیادہ سمجھ سکیں گے۔

فرض کیجئے کہ ہم جنوبی امریکہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اب اس سلسلہ میں ہم ایک جنوبی اور تارامنڈل کے متعلق دلچسپ سائنس کے اسباق پڑھ سکتے ہیں۔ یہ ستارے جنوبی امریکہ سے صاف دکھائی دیتے ہیں اور ان کا تعلق خاص سائنس کے اصولوں سے ہے۔ اور اُن کی توضیح ستاروں کے چمکنے سے ہوتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ بچے اس حقیقت کو پورے طور پر سمجھ سکیں کہ رات کے وقت جنوبی امریکہ کے رہنے والے ایک ایسا آسمان دیکھتے ہیں جو ہمارے آسمان سے فرق ہے اُن کو پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کہ کیوں سب ستارے سب جگہوں سے نظر نہیں آتے۔ بلکہ خاص مقامات ہی سے اُن کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ابتدائی سائنس کے ذریعے بچوں کو اس قسم کی بنیادی واقفیت حاصل کرنی چاہئے اور پھر ان اصولوں کی تشریح کے لئے ہم دُنیا کے مختلف حالات کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں اور اس طرح یہ بیان زیادہ بامعنی ہو جائیگا۔

طبقات الارض کے بیان میں ہم میکسیکو وغیرہ کی چٹانوں کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں۔ اور میکسیکو کا جغرافیہ پڑھاتے وقت چٹانوں کے متعلق خود بخود یہی سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس پر طلبہ کو یہ سمجھایا جا سکتا ہے۔ کہ چٹانوں کی بناوٹ کے اصول دُنیا بھر میں ایک ہی ہیں۔ اور کس طرح یہ چٹانیں معرضِ وجود میں آئیں۔ اسی سلسلہ میں اُن کو چٹانوں کی اقسام بتائی جا سکتی ہیں۔ یعنی آتشی راک یا کتلِ معدنیہ۔ آبی راک اور متغیر راک جو کیمیاوی اثرات کے ماتحت بدل چکی ہیں۔ اور ان کا بیان میکسیکو کی کتلِ معدنیہ کے بیان کے مقابلہ میں بہت ہی بڑا اہمیت ہے۔

کتلِ معدنیہ کی اقسام کو سمجھنے کے بعد یہ سمجھنا آسان ہے کہ کیوں زمین میں بعض جگہ سنگ مرمر پایا جاتا ہے۔ اور اس سلسلہ واقفیت کے بغیر ہم طبقات الارض کے اصولوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر اس واقفیت کو پُر معنی بنانے کے لئے دُنیا کے مختلف خطّوں سے مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

فزکس اور کیمسٹری کی تعلیم کے دوران میں جب کہ پانی کا بیان آتا ہے تو یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ ہائیڈروجن کیسے بنتی ہے۔ اور اس سوال کا تعلق مڈل جماعتوں سے ہے اور اس پر تفصیل کے ساتھ غور ہوتا ہے۔ مگر ایسا سوال ابتدائی مدرسوں میں پیدا نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ بچّوں کو سائنس کی بنیادی تعلیم نہیں دی گئی کہ وہ میگنیشیم اور ہائیڈرو کلورک ایسڈ کے باہمی اثرات کو سمجھ سکیں۔ اور معلوم کر سکیں کس طرح ہائیڈروجن پیدا ہو گئی۔

مگر اس فنی پہلو کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بچہ پانی کے متعلق بہت سی عام باتوں کو سمجھ سکتا ہے۔ جیسے یہ کہ پانی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ہر شکل و صورت میں ڈھل جاتا ہے۔ اس میں بہت سی چیزیں حل ہو جاتی ہیں اور اگر ٹھوس اجسام کو پانی میں ڈالیں تو وہ اُن کو اُبھارنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جنہیں بچے کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے تاکہ وہ اپنے گرد و نواح میں اس کی قدر و قیمت اور استعمال کو سمجھ سکیں۔ مگر بچہ سائنس کی اس بنیادی تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ اگر اس ابتدائی منزل میں بھی اس کو ایسی باتیں سکھائی جائیں جن کو وہ سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔ اُستاد کا فرض ہے کہ وہ وہی اسباق پڑھائے جن کو بچّوں کی کثیر تعداد بخوبی سمجھ سکتی ہے۔

علاوہ ان بنیادی تصوّرات کے جو سائنس کی تعلیم کے لئے ضروری ہیں طریقۂ تعلیم بھی مساویانہ اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ سائنس سے متعلقہ دریافتیں خاص مدارج کے مطابق ہوئی ہیں اور ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں اور ان کا طریقِ کار نہایت سادہ ہے اور وہ یہ کہ بچے اپنے سوالات کے جوابات خود ہی دیں۔ مثلاً بچّوں کے سامنے یہ سوال ہے کہ "لگر دھرے کا بیج کیسے بڑھتا ہے"؟ ہماری رائے میں بچّوں کو اس بیج کا مشاہدہ کرنا چاہئے۔ وہ دیکھیں گے کہ اس پر بال سے اُگے ہوئے ہیں۔ ان پر تجربہ کیا جائے کہ یہ کس کام آتے

ہیں۔ ہم بیج کو پانی میں بہا دیتے ہیں۔ ہم اُسے زمین پر لڑھکاتے ہیں۔ ہم اُسے ہوا میں اڑاتے ہیں۔ ہم اپنے مشاہدات کا اندراج کرتے ہیں اور ان سے ایک خاص نتیجہ نکالتے ہیں یعنے جب ہم ہوا کو اس بیج کو اڑاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس سے یہ مراد ہے کہ ہم ایک حل کو دریافت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے جب تک بچے اپنے ہاتھوں سے اپنے گرد و نواح کی چیزوں کے ساتھ تجربات نہ کریں تعلیم میں جان نہیں پڑتی۔ وہ حقیقی تجربات جو سائنس میں کئے جاتے ہیں یہ ان نتائج اور معلومات سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ جو کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

سائنس میں اسباق کا انتخاب کرتے وقت ہر ایک استاد کو اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہئے کہ ان اسباق کی معلومات کہاں تک میرے طلبہ کو ایسی سائنس کی تعلیم سے مستفید کر سکتی ہیں جن کا تعلق عالمگیر حقائق سے ہو؟

ان حقائق کی تحقیق و تفتیش کے لئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمیں اپنے ماحول ہی میں بہت سی ایسی چیزیں ملینگی جو سائنس کی تعلیم سے بھری پڑی ہیں۔ اور ہم بچے کی عجوبہ پسندی سے کام لیتے ہوئے اس کو اس تحقیق کے راستہ پر ڈال سکتے ہیں۔ کس کو معلوم ہے کہ ہم ان سب بچوں کی زندگی کے تجربات کو وسیع کرنے سے کتنا بڑا کام کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم ایسی چنگاری پیدا کر رہے ہوں جس میں سے کوئی اور ایڈیشن بربینک مینڈل اسلر وغیرہ جیسی ہستیاں پیدا ہو سکیں۔

جمہوریت

از قلم جان ڈیوی

جمہوریت ایک کیفیت ذہنی ہے اور اس لحاظ سے ہم اسے روحانی عہد نامہ کہینگے۔ نا کہ اسے اقتصادی ترکیب یا سیاسی مشین کے نام سے پکارینگے۔ یہ عہد نامہ چند بنیادی عقائد پر مشتمل ہے جیسے یہ کہ انسانی شخصیت کو واجب التعظیم پایا جائے۔ اور آزادی کے بھی یہی معنی ہیں کہ ہر ایک لائحہ عمل کا فیصلہ آزادانہ بحث کے بعد کیا جائے اور جہاں تک مختلف الرائے ہونے کا سوال

ہے یا اقلیت کو اکثریت کے آگے سرِ تسلیم خم کر لینا منظور ہو اور اکثریت اس کے جواب میں اقلیت کی مقدس ملکیت کی پاس داری اور اسے عزت کی نگاہ سے دیکھے ✦

بچوں کی محنت سے احاطۂ مدرسہ گل و گلزار بن گیا

رابرٹ ای۔ بی سکول واقع ڈالن ولا میں موسمِ بہار کی آمد کچھ اور ہی معنی و مفہوم رکھتی تھی کیونکہ یہ برسات کا موسم بھی تھا اس لئے یہاں پر جا بجا سرخ رنگ کا کیچڑ ہی کیچڑ نظر آتا تھا۔ جس سے طلبہ کی جوتیاں اور کپڑے گندے ہو جاتے تھے۔ اس لئے یہ موسم اُن کے لئے ایک اضطراب اور مستقل پیامِ تھا۔ کہ وہ گندے ہو جائیں اور ایسا ہی رہیں۔

مگر ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء میں موسم بہار کی آمد کچھ فرق منظر پیش کر رہی تھی۔ جہاں کی خوبی دو بالا کر رہی تھی۔ چمکتی ہوئی دھوپ میں ہرے بھرے میدان عجیب بہار دکھا رہے تھے۔ سمان راستوں کے کناروں پر سدا بہار جڑی بوٹیاں لگ رہی تھیں۔ اور اس پر پڑ بہار باغات جن میں گوناگوں رنگوں کے پودے موجود تھے اپنے پُرکیف جوبن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رابرٹ ای۔ بی سکول کے چہرہ سے نقاب اُلٹ دیا گیا ہے۔ اور اس کے نیچے سے چاند سا مکھڑا نکل آیا ہے۔ مگر یہ کوئی معجزہ نہ تھا۔ بلکہ ایک پراجیکٹ کا کارنامہ تھا۔ جسے آٹھ سال پیشتر شروع کیا گیا تھا اور امید ہے کہ یہ بہت سالوں تک چلتا بھی رہیگا۔ اگرچہ اس پراجیکٹ کو چلتے ہوئے کئی سال گزر گئے تھے۔ مگر صرف گزشتہ موسم بہار ہی میں گرد و نواح کے لوگوں نے اس کارگزاری کے اثرات کو نمایاں طور محسوس کیا۔ یعنی پہلی پہلی دفعہ میدانوں کو بہتر بنانے کے کام میں کامیابی حاصل ہوئی اور سکول کے تین سو بچے اپنے سکول میں ایک خاص فخر محسوس کرنے لگے۔ بچوں کو اس سے خاص تعمیری تسکین بھی حاصل ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے اس کام کی تجویز اور تکمیل کے لئے گھنٹوں صرف کئے تھے۔

دیکھا گیا ہے کہ بچے ہر سال اس ترقی کے پروگرام کے کسی نہ کسی نئے پہلو کو چنتے ہیں۔ جسے کئی سالوں تک جاری رکھا جا سکتا ہے۔ ایک سال میدانوں کی صفائی ہی کو مدِ نظر

دکھا گیا۔ دوسرے سال اِن کے کنارے بڑی بڑی خوشنما جڑی بوٹیاں اُگانا۔ اگلے سال سیڑھی دار کھیل کے میدان تیار کرنا۔ اس کے بعد سب سے بڑا اور دلچسپ کام ہاتھ میں لیا گیا۔ یعنی پھولوں کا باغیچہ لگانا۔

اسکول کے دیگر مشاغل کی طرح اس کا ربط۔ نصاب کے مضامین کے ساتھ پیدا کیا گیا۔ جیسے آرٹ۔ انگریزی۔ سائنس۔ حساب۔ تربیتِ جسمانی۔ کام کی تجویز اس احتیاط سے بنائی گئی کہ مختلف مضامین کو حقیقی اور عملی طور پر پڑھایا جاسکے۔ اور یہ حقیقت اتنی ہی میاں تھی جتنے وہ پھپھولے جو دستی کام کرنے سے بچّوں کے ہاتھوں میں پڑ جاتے تھے۔ اور جن کی تکلیف کو وہ خوشی خوشی برداشت کرتے تھے۔

آرٹ کے چالیس منٹ کے وقفے میں بچّے روزانہ اپنے باغیچہ میں کام کرتے تھے۔ انگریزی کی گھنٹی میں بچّوں نے باغیچہ کے موضوع پر نظمیں اور مضامین لکھے۔ نیز پودوں، بیجوں اور سامان کے منگوانے کے لیے خطوط لکھے گئے۔

آرٹ کی جماعتوں میں ان امور پر غور کیا گیا کہ پھولوں کو کس ترتیب میں بونا چاہیئے۔ زمین کو کس طرح پلاٹوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایسے کرنے میں رنگوں کا خاص خیال رکھا جائے۔ ایک مقامی پھولوں کی کاشت کا ماہر ہمارے سکول میں تشریف لایا تاکہ ہمیں پھولوں کے بونے کی ترتیب اور کاشت کے متعلق مشورہ دے۔

اس کی آمد کے بعد ہم نے اپنے کھانے کی میزوں کی سجاوٹ کا انتظام کیا۔ چنانچہ مختلف قسم کے رنگوں سے طرح طرح کے پھول بنائے گئے۔ اور اُن سے پھولوں کے باغیچے کے ڈیزائن تیار کئے گئے۔ تاکہ معلوم کیا جائے کہ کس کس رنگ کا میل سب سے خوبصورت دکھائی دے گا۔

سائنس کی یہ تعلیم محض لفظی نہ تھی۔ بلکہ بہت سے بچّوں کے لئے یہ ایک عجیب دغریب دُنیا تھی جو بےشمار تجربوں پر مشتمل ہو۔ اُنہوں نے زمین کی تجزی کرنا سیکھا۔ چنانچہ انہوں نے زمین کے مختلف نمونے تیار کئے اور ان کو ورجینیا پالٹیکنک انسٹیٹیوٹ میں بھیجا اور جب وہاں سے رپورٹیں آئیں تو ان کی روشنی میں زمین کی قسموں کا ازسرِنو مطالعہ کیا۔

بچوں نے موسم کے متعلق بھی بہت سی واقفیت حاصل کی اور موسم کا مشاہدہ کرنے میں ان کی دلچسپی بہت بڑھ گئی۔ کیونکہ مختلف چیزوں کے بونے کے لئے ان کو موسم کا خاص خیال پڑتا تھا۔ خوراک کی چیزیں بونے اور نئی کیاریاں تیار کرنے میں انہیں نئے نئے تجربات حاصل ہوئے کہ انسانی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کس طرح چیزوں کی کاشت کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے باغبان کے دوست اور دشمن کیڑوں مکوڑوں کے متعلق بھی واقفیت حاصل کی اور ان امراض کے متعلق بھی پڑھا۔ جو پھول کے پودوں اور تمام جڑی بوٹیوں کو ہو جاتی ہیں۔ ان باتوں پر بھی غور و فکر ہوا۔ جن سے پودوں کی بیماریوں وغیرہ کی روک تھام ہوسکتی ہے اور پھر ان کا تجربہ کرکے پتہ لگایا گیا۔ کہ ان میں سب سے کارگر طریقہ کون سا ہے۔

جماعت کے وہ طلبہ جو علم حساب میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی اس پروجیکٹ کے چلانے میں نمایاں کام کیا۔ انہوں نے پلاٹوں کی پیمائش کی اور اس کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم کیا جن نمونوں کو بچوں نے منتخب کیا تھا ان کی سکیل ڈرائنگ کی گئی۔ انہوں نے زمین کو پندرہ مربعوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک مربع میں بارہ گلاب کے پیڑ لگائے اور لگاتے وقت درست فاصلے۔ تناسب اور موزونیت کا خیال رکھا۔ جن جگہوں کو کھودا گیا تھا ان سے کھودی ہوئی مٹی کی جسامت معلوم کی اور پودوں کی تعداد کے لحاظ سے قیمت اور کھاد وغیرہ کا خرچ بھی معلوم کیا۔ ان باتوں کا حساب کتاب رکھنے میں انہوں نے رقبہ۔ جسامت۔ مجموعہ اضلاع اور فیصدی کے متعلق سیکھا۔

اس باغیچہ کے پراجیکٹ کو چلانے میں تربیتِ جسمانی اور صحت کے متعلق بھی معلومات حاصل کی گئیں۔ دستی کام جو مشغلہ کی جان تھی۔ اس سے تندرست جسم۔ بدنی طاقت پٹھوں کی مضبوطی اور مل کر کام کرنا اور اچھی خوراک کی ضرورت اور مناسب نیند وغیرہ کی ضرورت عیاں تھی۔

اس باغیچہ کو تیار کرنے کے لئے بہت محنت اور عرق فشانی کرنی پڑی۔ اس کام کا کثیر حصہ بچوں نے خود اپنے ہاتھوں سے کیا۔ اُستاد محض کام میں نگران نہ تھا۔ بلکہ پورے

پورے مددگار تھے۔ محنت کے بعد پھل کا وقت بھی آیا جس کے لئے کافی انتظار کرنا پڑا۔ اور مگر قدرت نے حیرت افزا خوبصورتی کا نقشہ پیش کیا۔ جس سے نہ صرف اُستاد اور بچے ہی لطف اندوز ہوئے بلکہ ساری بستی۔

لوگوں نے اس کام کی بڑی داد دی۔ اور اس سرمائی میں بہت سے زائرین سکول دیکھنے کے لئے آئے۔ بچوں نے بھی بڑے اعلےٰ پیمانے پر اپنی دلچسپی کو برقرار رکھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سکول کے بانی کے نام پر پھولوں کی نمائش کا انتظام کیا۔ یہ اپنی قسم کی پہلی نمائش تھی۔ اس نمائش کا انتظام کلی طور پر سکول کے بچوں کے ہاتھ میں تھا۔ اس میں نہ صرف سکول کے باغیچے کے پھول ہی تھے۔ بلکہ گھر کے باغیچوں سے بھی اعلےٰ سے اعلےٰ قسم کے پھول مقابلے کے لئے لائے گئے۔

سنہ ۱۹۴۶ء میں آٹھ مئی کو اسی پھولوں کی نمائش کے لئے وقف کر دیا گیا۔ اور اسے سکول کے کیلنڈر پر تعطیلات کی فہرست میں شامل کر دیا گیا۔ اس نمائش کے پروگرام میں بچوں کو اجازت ہے کہ وہ انفرادی مقابلہ میں آئیں۔ مگر جماعتوں کا بھی نمائشی پھولوں کے لحاظ سے مقابلہ ہوتا ہے۔ گھر کے باغیچوں کا مقابلہ الگ ہوتا ہے۔ ہماری نمائش کے قوانین وہی ہوتے ہیں جو مقامی گارڈن کلبوں کے ہیں۔

جب کہ سکول کے احاطہ کو بہتر بنانے کا پروجیکٹ بتدریج ترقی کرتا گیا۔ تو اس کا ایک نتیجہ یہ بھی دیکھا گیا کہ قرب و جوار کے رہنے والے سکول کے بہی خواہاں بھی اپنے اپنے گھروں کے احاطوں کو بہتر بنانے میں مشغول ہو گئے۔ اور ان کی اس رغبت کی بہت حوصلہ افزائی کی گئی۔ اور وہ اس طرح سکول اور گھر کے باغیچوں میں باہمی ربط پیدا کر دیا گیا۔ بچے اپنے گھروں سے کچھ پودے اور ان کی گٹھلیاں لے آتے تھے۔ اور اس طرح وہ پھولوں کی گٹھلیاں اور پودے سکول سے بھی گھر لے جاتے تھے۔

سکول کی وہ سرخ زمین جو موسم برسات میں دلدل سی بن جاتی تھی۔ اور دھوپ سوکھ کر سخت چٹانوں کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ اب ایسی نظر نہیں آتی۔ وہ میدان جو بالکل بے برگ و گیاہ نظر آتے تھے۔ یعنی ایسے جیسے نازیوں نے یونان اور پولینڈ کو اجاڑا

رکھ دیا تھا۔ اب وہی طرح طرح کے پھولوں سے مزیّن تھے۔ جن کو قدرت نے اپنی گلکاری کے اعلےٰ نمونے بنا رکھا تھا۔ مگر یہ اکیلی قدرت کا کام نہ تھا۔ بلکہ اس میں بچوں کے کام کرنے والے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اور دل و دماغ بھی شامل تھے۔

رابرٹ ای۔ لی سکول کے بچے نہ صرف اپنی مشترکہ دلچسپیوں کا حصّہ حاصل کر رہے ہیں۔ بلکہ وہ یہ بھی سیکھ رہے ہیں کہ اگر ہم طاقت چاہتے ہیں تو اُسے حاصل کرنا ہوگا اگر خوبصورتی سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو اُسے پیدا کرنے کی کوشش کریں +

اُستادوں کیلئے چند اشارات

پہلی جماعت کی پڑھائی:۔

اگر پہلی جماعت کے بچوں کو مندرجہ ذیل الفاظ سکھا دیئے جائیں اور اُن کا عام استعمال کیا جائے تو یہ اُن کے لئے ازحد مفید ثابت ہوگا۔

الفاظ کی فہرست:۔ کھینچنا۔ رنگ کرنا۔ بنانا۔ کاٹنا۔ اور باہر نکالنا۔ وہ ہدایات جو اُستاد الفاظ کی مشق یا خود کام کرنے (*Seat work*) کے متعلق دیتا ہے۔ اچھا ہوگا جو اُن کو تختہ سیاہ پر لکھا جائے۔ اور یہ الفاظ اس کام میں بہت مددگار ثابت ہوں گے۔ مثلاً اُستاد بچوں کو چھوٹا۔ بڑا اور مکان کے الفاظ سکھانا چاہتا ہے تو ان کے متعلق مندرجہ ذیل فقرات تختہ سیاہ پر لکھے جا سکتے ہیں۔

ایک بڑا مکان بناؤ۔

مکان میں کچھ رنگ کرو۔

چھوٹا مکان کا خاکہ کھینچو۔

اس میں سرخ رنگ کرو۔

چھوٹے مکان کا خاکہ کاٹو۔

اس طرح بچے کتاب کے الفاظ کا حقیقی استعمال کر سکیں گے۔ اور الفاظ کا یہ استعمال کتاب

سے مختلف مشقیں پیش کرے گا۔

مسز اینہ بلا۔ ٹی۔ کیری۔ برائٹ۔ ساؤتھ ڈکوٹا۔

سیڑھی پر چڑھنا:۔

کھیل:۔ ضرب کے جوڑوں کی سیڑھی پر بچوں کو باری باری چڑھنے کا موقع دو۔ جب بچہ غلطی کرتا ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ اُس کا پاؤں سیڑھی پر سے پھسل جاتا ہے اور وہ نیچے گر جاتا ہے۔ اور جب تک وہ تندرست ہو کر دوبارہ کوشش کے قابل نہ ہو۔ اُسے ہسپتال ہی میں رکھا جاتا ہے۔ یعنی جب تک وہ پہاڑے یاد نہیں کر لیتا۔ اُسے مریض سمجھ کر ہسپتال میں رکھنا ہوگا۔ اسی خیال کو دوسرے مضامین کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

لِنڈا ہیلٹن۔ آرلنگٹن۔ ورجینیا